

سند شفاعت کی معرکہ نما آرا تحقیق

بین تحقیق الفتویٰ

امام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہ

ترجمہ و تحقیق: محمد عبدالحکیم شرف قادری

شاہ عبدالحق محدث دہلی، دارالعلوم منظرہ امدادی
بندیال (سرگودھا)

58718

کتاب	تحقیق الفتویٰ فی البطل الطغویٰ
تصنیف	بطلِ حریت علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہ
ترجمہ و تقدیم	محمد عبد الحکیم شرف قادری
پروف ریڈنگ	محمد علم محنت اریحی
سال تصنیف	۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۵ء
اشاعت بار اول	۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء
کتابت	شاہ محمد حشمتی نظامی، محمود پورہ، قصور
صفحات	۴۴۰
تعداد	ایک ہزار
مطبع	جنرل پرنٹرز لاہور
قیمت	

تقسیم کار

مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

فہرست (اردو ترجمہ)

۷	کلمہ افتتاح
۶۷	استفتاء
۷۱	جواب
۷۲	مقام اول
//	شفاعت کے اقسام
//	شفاعت و جاہت
۷۴	شفاعتِ صحبت
۷۸	شفاعت اور دعا
۷۹	انبیاء اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت
۸۲	شفاعت بالاذن
۸۳	ایک شبہ کا ازالہ
۸۵	محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت
//	مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
//	آیاتِ مبارکہ
۹۶	اعادیتِ طبیبتہ
۱۱۱	شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۱۲۲	تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو (چودہ وجوہ سے)
۱۳۶	ایک سوال اور اس کا جواب
۱۵۲	مقامِ ثانی (تقویۃ الایمان کی گستاخانہ عبارت کے رد میں)

- ۱۵۲ امکانِ نظیر کا مطلب
- ۱۵۳ وجہ اول (سے تردید)
- ۱۵۵ امتناعِ نظیر پر دلیل
- ۱۵۶ امکانِ کذب کی دلیل اور اس کا رد
- ۱۵۸ محمد قاسم نانوتوی کا عقیدہ منہم نبوت سے انحراف (حاشیہ)
- ۱۵۹ محمود حسن کا اللہ تعالیٰ کے لئے تمام قبائح کا امکان ماننا (حاشیہ)
- ۱۶۲ وجہ ثانی (امتناعِ نظیر کی دوسری دلیل)
- ۱۶۳ ممنوع بالذات قدرت کے تحت داخل نہیں {
اس قاعدہ پر ایک شبہ اور اس کا جواب
- ۱۶۴ ان اللہ علی کل شیء قدير، کا مطلب
- ۱۶۶ امکانِ نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب
- ۱۶۹ ایک اعتراض کا جواب
- ۱۷۰ امکانِ نظیر کی نقلی دلیل اور اس کا جواب
- ۱۷۳ امکانِ نظیر کی دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد
- ۱۷۵ ایک شبہ کا ازالہ
- ۱۷۶ مقامِ ثالث (تقویۃ الایمان کی عبارت تنقیصِ شان ہے)
- ” تعظیمِ یا توہین پر کلام کی دلالت کا معیار
- ۱۸۶ تقویۃ الایمان کی عبارت میں توہین کے چودہ پہلو
- ۱۹۶ عذر گناہ اور اس کا رد
- ۱۹۹ ایک اور قلابازی اور اس کا علاج
- ۲۰۴ اہل ایمان کا عقیدہ

- ۲۹ مقامِ رابع
- ۲۱۰ حبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایمان متصور نہیں
- ۲۱۱ علاماتِ محبت
- ۲۱۳ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے
- امام مالک کا ابو جعفر منصور سے مکالمہ
- ۲۱۵ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم
- ۲۱۶ صحابہ کرام اور تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۲۰ تابعین اور تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۲۱ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی انبیاء کا احترام صحابہ کی نظریں
- ۲۲۴ سنگ و شجر کی سلامی
- ۲۲۸ استن خانہ کی فراق میں آہ و زاری
- ۲۳۱ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۳۲ اتباعِ رسول نقائصِ محبت ہے
- ۲۳۳ بے حبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتباعِ معتبر نہیں
- تفتیشِ شان کے ترکب کا حکم
- بلا ارادہ تفتیش کے ترکب کا حکم
- ۲۳۹ اغراضِ اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے اور اس کا جواب
- خلاصہ فتویٰ
- خاتمہ
- ۲۴۸ علمائے اعلام کی تائیدی مہریں
- ۲۵۰

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کلمہ افتتاح

سرزمین ہند (متحدہ پاک و ہند) وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں سے پیدا ہونے والے عظیمہ جہاں کے افکار و تعلیمات نے ایک عالم کو روشنی بخشی، ان کے علوم و معارف رہتی دنیا تک قلوب و اذہان کو تابندگی اور ایمان و عمل کو تازگی بخشتے رہیں گے۔ متحدہ پاک و ہند کی تاریخ میں دانش و حکمت کے مینار بھی دکھائی دیں گے، علم و عرفان کے بحر سیراں بھی ملیں گے اور حریت و آزادی کے پیکر بھی نظر آئیں گے اور بعض ایسی جامع الصفات ہستیاں بھی سامنے آئیں گی کہ انہیں جس پہلو سے بھی دیکھا جائے، منفرد اور یگانہ معلوم ہوں گے۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام ربانی مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ فضل حق خیرآبادی، امام احمد رضا بریلوی، مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری (قدست سرایم) وہ حضرات ہیں جن کی علمی فضیلت اور قائدانہ بصیرت سے کوئی بانہر شخص انکار نہیں کر سکتا اور کوئی انصاف پسند مؤرخ ان حضرات کی دینی و سیاسی خدمات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

درج ذیل سطور میں لطلِ حریت، امام منطق و حکمت مولانا شاہ محمد فضل حق خیرآبادی کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے اس کے بعد پیش نظر کتاب تحقیق الفتویٰ کے بارے میں کچھ عرض کیا جائے گا۔

شاہ فضل حق خیرآبادی

۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب ستیس واسطوں سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے اسی لئے آپ کفار مبتدعین اور بد مذہبوں سے کسی قسم کی رواداری کے قائل نہ تھے۔ آپ کے والد ماجد مولانا فضل امام خیرآبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہم عصر اور اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے۔ دہلی میں صدر الصدور تھے، ہاتھی کی پاکی پر کچری آتے جاتے، شاہ فضل حق خیرآبادی کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھتے۔ جب ان کی تعلیم مکمل ہو گئی تو انہیں درس حدیث کے لئے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے سپرد کر دیا، علامہ نے ان کے علاوہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے بھی استفادہ کیا۔

جب مولانا فضل امام خیرآبادی، علامہ کو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سپرد کرنے لگے تو انہوں نے دوران گفتگو فرمایا: فضل حق کو شعر و شاعری کا بھی شوق ہے، شاہ صاحب نے فرمایا: کچھ اپنا کلام سناؤ، علامہ نے امر القیس کی زمین میں ایک قصیدہ سنایا، شاہ صاحب نے ایک لفظ کے بارے میں فرمایا: یہ غریب ہے یعنی کلام عرب میں کم استعمال ہوتا ہے۔ علامہ نے بربتہ مسلم شعرا کے بیس ایسے اشعار سنا دیے جن میں وہی لفظ استعمال کیا گیا تھا، ابھی کچھ اور سنانے کا ارادہ تھا کہ والد ماجد نے منع کر دیا اور فرمایا: بس حدادب! علامہ نے عرض کیا یہ تفسیر و حدیث کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، یہ شعر و شاعری ہے اس میں بے ادبی کا کیا سوال؟ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: صاحبزادے تم صحیح کہتے ہو مجھے سہو ہوا ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ اس وقت پیش آیا جب شاہ عبدالعزیز

محدث دہلوی نے شیعہ کے رد میں تحفہ اثنا عشریہ لکھا تو ہندوستان سے ایران تک دنیائے رخص میں زلزلہ آگیا، میر باقر داماد کی اولاد سے ایک شیعہ مجتہد کتاوں کا انبار لے کر شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے کے لئے ایران سے دہلی پہنچا اور شاہ صاحب کے ہاں فروکش ہوا، علامہ فضل حق خیر آبادی کو پتہ چلا تو وہ بھی مجتہد صاحب سے ملاقات کرنے پہنچ گئے۔ خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد جو باہم گفتگو ہوئی وہ کچھ اس طرح تھی :-

مجتہد : صاحبزادے ! اس وقت علامہ کی عمر بارہ سال تھی (کیا پڑھتے ہو؟
 علامہ : شرح اشارات اور افق المبین وغیرہ کتب کا مطالعہ کیا کرتا ہوں۔
 مجتہد : (حیرت سے) کیا تم افق المبین کے فلاں مقام کی تقریر کر سکتے ہو؟
 علامہ : ہاں! اور نہ صرف اس مقام کی تقریر کر دی بلکہ اس پر چند اعتراض بھی کر دئے۔

مجتہد : جواب دینے کی کوشش کرتا ہے۔
 علامہ : جواب کو کبھی وجہ سے رد کر دیتے ہیں اور پھر افق المبین کی ایسی تقریر کرتے ہیں کہ تمام اعتراضات کا جواب بھی اس میں آجاتا ہے۔
 مجتہد : تعجب سے اس نو عمر منطقی کو دیکھتا رہ جاتا ہے۔

علامہ : (رخصت ہوتے ہوئے) میں شاہ صاحب کے ادنیٰ تلامذہ میں سے ہوں۔
 ایرانی مجتہد نے سوچا کہ جہاں نو عمر بچوں کا مبلغ علم یہ ہے وہاں شیخ مکتب کا حال کیا ہوگا اور پھر صبح سویرے ہی اپنا ساز و سامان سمیٹ کر رخصت ہو گیا۔ صبح ہوئی تو شاہ صاحب نے خادم بھیج کر مہمان کے بارے میں دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ رات ہی کو جا چکا ہے، جب صورت حال معلوم ہوئی تو علامہ کو شفقت آمیز عتاب سے فرمایا کہ تمہیں مہمان سے ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا، وہ ہمارا مہمان تھا ہم

خود سمجھ لیتے لے

۱۲۲۵ھ/۱۸۰۹ء میں علامہ فضل حق خیرآبادی، تیرہ سال کی عمر میں تمام علوم و فنون سے فارغ ہو گئے، بعد ازاں چار ماہ اور کچھ دنوں میں قرآن پاک حفظ کیا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت دھومن شاہ دہلوی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علوم عقلیہ و نقلیہ میں تمام معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ علم کلام، اصول فقہ اور علوم ادبیہ میں انہیں تخصص حاصل تھا، منطق و حکمت میں درجہ اجتہاد پر فائز تھے اور کوئی سمعصر ان کا ہم پلہ نہ تھا۔

سرسید لکھتے ہیں :-

” جمیع علوم و فنون میں بکثرت روزگار ہیں اور منطق و حکمت کی تو گویا انہیں کی فکرِ عالی نے بنا ڈالی ہے، علمائے عصر بل فضلاء دہر کو کیا طاقت ہے کہ اس سرگرد وہ اہل کمال کے صنور میں لباطمینا ظہر آہ استہ کر سکیں۔ بارہا دیکھا گیا کہ جو لوگ آپ کو یگانہ فن سمجھتے تھے، جب ان کی زبان سے ایک حرف سنا، دعوائے کمال کو فراموش کر کے نسبتِ شاگردی کو اپنا فخر سمجھے لے

منشی محمد جعفر تھا نیسری لکھتے ہیں :-

” مولوی فضل حق معقولی خیرآبادی جو اس زمانے میں حاکم اعلیٰ شہر دہلی کے سرشہ اور علم منطق کے پتے اور افلاطون و سقراط و

۱۔ عبد الشاہد خان شہرانی : باغی ہندوستان (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۸ - ۷

۲۔ سرسید : مقالات سرسید حصہ شانزدہم (مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۳۸

بقراط کی غلطیوں کی تصحیح کرنے والے تھے" ۱۷

حکیم عبدالحی لکھنوی مورخ لکھتے ہیں :-

"احد الاساتذة المشهورين لم يكن له
نظير في زمانه في الفنون الحكيمة و العلوم
العربية" ۱۸

(علامہ فضل حق خیرآبادی) مشہور استاد تھے فنونِ حکمیہ اور علومِ عربیہ
میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔

علامہ فضل حق خیرآبادی علومِ دینیہ کے متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و
ادب کا نہایت گہرا ذوق رکھتے تھے، ان کے چار ہزار سے زائد اشعار، عربی ادب
کا قیمتی سرمایہ ہیں، اگرچہ خود اردو میں طبع آزمائی نہیں فرماتے تھے تاہم بحیثیت نقاد
کے آپ کی رائے سند کا درجہ رکھتی تھی، مرزا غالب ان کے مشوروں کو تدرک کی
نگاہ سے دیکھتے تھے، غالب کا موجودہ اردو دیوان علامہ فضل حق خیرآبادی اور
مرزا خانی بی کا انتخاب ہے۔

مولانا محمد الدین فوق لکھتے ہیں :

"قصائدِ غرا آپ کے امرا لقیس اور لبید کے قصائد پر فوقیت
رکھتے ہیں، نظم و نثر میں آپ کو اس قدر مہارت تھی کہ بلا مبالغہ شاید
سلف و خلف میں چند آدمی آپ کے ہم پلہ ہوئے ہوں گے" ۱۹
پروفیسر یوسف سلیم چشتی لکھتے ہیں :-

۱۷ محمد جعفر تقانیسری، منشی : حیات سید احمد شہید (سوانح احمدی) مطبوعہ نفیس اکیڈمی، کراچی، ص ۳۰۴

۱۸ عبدالحی لکھنوی، حکیم مورخ : نزہۃ الخواطر (مطبوعہ حیدرآباد دکن) ج ۷، ص
۱۳۸ : روضۃ الادب، ص ۱۳۸

” ادب و نکت کی بن بندیوں پر مولانا فضل حق خیر آبادی پہنچے،
 غالب ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، ان کی حیثیت مولانا کے سامنے
 سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ نہیں ہے۔“

چونکہ خاکِ رابا عالم پاک

..... سچ تو یہ ہے کہ جب تک فضل حق شامل نہ ہو انسان مولانا

کے مرتبہ سے آگاہ نہیں ہو سکتا۔“

خود غالب نے علامہ کی جلا وطنی اور غریب الوطنی کی شہادت پر

جس رنج و غم اور عقیدت کا اظہار کیا ہے، دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔
 ” فخر ایجاد و تکوین مولانا فضل حق ایسا دوست مر جائے، غالب

نیم مردہ، نیم جاں رہ جائے۔“

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی

موت آتی ہے پر نہیں آتی

اگے آتی تھی حالِ دل پہ ہنسی

اب کسی بات پر نہیں آتی۔“

علومِ دینیہ سے فراغت کے بعد علامہ دہلی، جھجھر، ٹونک اور الود میں بلند

مناصب پر فائز رہے، لکھنؤ اور رامپور میں منصبِ صدارت کو زینت بخشی، اس

کے باوجود فارغ اوقات میں لشنگانِ علم کو سیراب کرتے۔ آپ کے فیض یافتہ بشتیا

علماء آسمانِ علم و فضل پر مہر و ماہ بن کر چمکے اور ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ آج ہندو پاک کا

۱۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر: مقدمہ شرح دیوانِ غالب، ص ۲-۱۶۱

۲۔ نادم سیٹاپوری: غالب نام آورم (مطبوعہ لاہور)، ص ۹۴

شاید ہی کوئی مدرسہ ہوگا جہاں آپ کا فیض جاری نہ ہو۔

آپ کے چند تلامذہ کے اسماء پیش کئے جلتے ہیں :-

- ۱۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی (فرزند)
- ۲۔ مولانا علامہ ہدایت اللہ خاں جونپوری (استاذ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی صاحب بہار شریعت)
- ۳۔ محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی
- ۴۔ مولانا فیض الحسن بہار پوری
- ۵۔ مولانا ہدایت علی بریلوی
- ۶۔ مولانا محمد عبداللہ بلگرامی
- ۷۔ مولانا عبدالعلی رامپوری (استاذ امام احمد رضا بریلوی)
- ۸۔ نواب یوسف علی خاں رامپوری
- ۹۔ نواب کلب علی خاں رامپوری

علامہ فضل حق خیرآبادی نے مختلف مناصب کی مصروفیات اور درس و تدریس کے اشغال کے باوجود تصانیف کا قابل قدر ذخیرہ یادگار چھوڑا۔ یہ تصانیف اپنے مصنف کے علمی تجربہ، قوت استدلال، زور بیان اور کمال فصاحت و بلاغت پر شاہد عادل ہیں۔ انہوں نے اپنی نگارشات میں ایسی تحقیقات پیش کی ہیں جن کے مطالعہ سے اہل علم کو وجد آئے، پھر لطف یہ کہ وہ زیادہ تر اپنے ذہن بلیغ کے نتائج قلم بند کرتے ہیں، بعض لوگوں کی طرح یہ نہیں کرتے کہ دوسروں کی عبارتیں نقل کر کے پیچھے اپنا نام لکھ دیں۔

علامہ اسمعیل ہاشم بگدادی فرماتے ہیں :-

الخیرآبادی : محمد فضل الحق العمری

الخير ابادي الهندي الحنفى الجشتى الماتريدى
ولد سنة ۱۲۱۲ھ وتوفى سنة ۱۲۷۸ھ ثمان وسبعين
وما تين والـف -

من تاليفات تاريخ فتنه الهند فارسى (بل
عربى)، الجنس الغالى فى شرح الجوهر العالى، حاشية
على افق المبين لباقر داماد، حاشية على تلخيص
الشفار لابن سينا، حاشية على شرح القاضى المبارك
للسلم، رساله فى تحقيق الاجسام، رساله فى تحقيق
الكلى الطبيعى، الروض المسجود فى تحقيق حقيقه
الوجود، الهدية السعيديه فى الحكمة الطبيعىه
ان كى تصانيف يهين :-

- ۱: تاريخ فتنه الهند (فارسي) : جنگ آزادي ۱۸۵۷ء کے اسباب و واقعات
پہر عربى میں الثورة الهندية، نثر اور قصائد فتنه الهند، نظم میں، یہ دونوں کتابیں
ترجمہ اور مبسوط مقدمہ کے ساتھ باغی ہندوستان کے نام سے مکتبہ تادریہ
لاہور کی طرف سے چھپ چکی ہیں (شرف قادری)
- ۲: الجنس الغالى فى شرح الجوهر العالى -
- ۳: حاشية افق المبين، مصنفه مير باقر داماد -
- ۴: حاشية تلخيص الشفار لابن سينا -
- ۵: حاشية قاضى مبارك شرح سلم - (سيال شريف سے چھپ چکا ہے)

۱۵ اسمعیل باننا البغدادی : ہدیۃ العارفین نکتہ کشف الظنون (مکتبہ المثنی، بغداد ۱۹۵۵ء) ج ۲، ص ۳۷۷

۶: رسالہ فی تحقیق الاجسام -

۷: رسالہ فی تحقیق الکلی لطبعی -

۸: الروض المجود (مسئلہ وحدۃ الوجود پر یہ معرکہ الارکان کتاب مع ترجمہ مکتبہ قادریہ

سے چھپ چکی ہے)

۹: الہدیہ السعیدیہ ، حکمتِ طبعیہ میں (بلکہ حکمتِ طبعیہ و النبیہ دونوں پر مشتمل

ہے) شرف قادری

ان کے علاوہ یہ تصانیف ہیں :-

۱۰: تحقیق الفتویٰ فی البطل الطغویٰ ، فارسی (تفصیلی تعارف آئندہ صفحات میں پڑھئے

۱۱: امتناع النظر (فارسی)

حضرت علامہ، طاہری شان و شوکت اور علمی فضیلت کے باوجود شریعتِ مطہرہ اور سنتِ مبارکہ پر عمل پیرا اور عابدِ شب زندہ دار تھے۔ مولانا عبداللہ بلگرامی فرماتے ہیں :-

” اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے طاقتور ہاتھی اور عمدہ گھوڑے انہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی اطاعت سے باز نہیں رکھ سکتے تھے، وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں بیع اور تجارت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نہیں روک سکتی، ان کا جسم بادشاہ کی صحبت میں اور دل یادِ الہی میں مصروف ہوتا تھا۔“

علامہ باقاعدگی سے ہر ہفتہ قرآنِ پاک ختم کیا کرتے تھے، رات کے وقت نوافل میں مصروف ہوتے جب دوسرے لوگ سو رہے ہوتے تھے جس شخص کا نوافل میں یہ حال ہو اس کے فرض کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، لہ

۱۲: عبداللہ بلگرامی، مولانا : خطبہ حاشیہ ہدیہ سعیدیہ

علامہ فضل حق خیرآبادی کو اللہ تعالیٰ نے دلِ درد مند اور عقلِ سبیدار عطا فرمائی تھی، وہ چشمِ بصیرت سے تغیر پذیر حالات میں آئندہ پیدا ہونے والے حوادث اور واقعات دیکھ لیتے تھے۔ سرزمینِ ہند پر انگریزوں کے مکارانہ تسلط اور مسلمانوں کی شوکت کے زوال کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس امر کو شدت سے محسوس کرتے تھے کہ انگریزوں کی طرح طرح کے حیلے بہانے سے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے دہ پے ہیں۔ علامہ نے الثورة الهندیہ میں ان کی بعض سازشوں کی نشاندہی کی ہے :-

۱ :- انگریزوں نے مسلمان بچوں کو عیسائیت کی تعلیم دینے کے لئے مشہروں اور دیہاتوں میں سکول کھولے اور اسلامی مدارس کو تباہ کرنے کی پوری سعی کی۔
۲ : نقد قیمت ادا کر کے تمام غلہ اور اجناس خرید لیتے تاکہ لوگ ایک ایک دانے کے لئے ان کے محتاج ہو جائیں اور کسی کو مجالِ سرکشی نہ رہے۔

۳ : بچوں کے ختنے پر پابندی عائد کر دی اور عورتوں کا پردہ ختم کر دیا اور اس طرح اہل ایمان کو فتنہ میں ڈالنے اور احکامِ اسلامیہ کے مٹانے کی مہم کو شش کی۔

۴ : کارتوس استعمال کرتے وقت مسلمان فوجیوں کو سورہ کی چربی اور ہندوؤں کو کائے کی چربی چکھنے پر مجبور کیا لے

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اور ہندو فوجی مشتعل ہو گئے اور انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، ابتداء میں ٹھٹھ چھاؤنی سے ہوئی، بہت سے انگریزوں کو قتل کر کے تمام فوجی دہلی پہنچے اور سلطنتِ مغلیہ کے آخری تاجدار سراج الدین بہادر شاہ ظفر کو

۱۶ فضل حق خیرآبادی، علامہ مولانا : باغی ہندوستان (مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۶-۲۵۵

بادشاہ بنالیا اور استخلاص وطن کے لئے انگریزی افواج سے ٹھکرا گئے۔

علامہ اس وقت الور میں تھے وہاں سے دہلی پہنچنے اور جہادِ آزادی میں قائدانہ شان سے حصہ لیا، بادشاہ سے سابقہ روابط کی بنا پر خصوصی مشوروں میں شریک ہوتے اور اپنی صوابدید کے مطابق رہنمائی کرتے لہ علامہ کی تجویز کے مطابق مختلف والیان ریاست کو خطوط لکھے گئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیرآبادی گورگانوہ کے کلکٹر مقرر کئے گئے، بہت سے حکام براہ راست علامہ نے مقرر کئے لہ آپ کے حکم سے لال قلعہ کے دارالانشاء (سیکرٹریٹ) سے پرانے جاری ہوتے لہ آپ نے سلطنت کا دستور العمل مرتب کیا لہ اور فوجیوں اور شہریوں کو حکومتِ برطانیہ کے خلاف بھڑکانے رہے لہ بلکہ بعض اوقات شاہی فوج کی کمان بھی کی، بادشاہ نے ایک کنگ کونسل قائم کی جو تین ارکان پر مشتمل تھی، جنرل بخت خاں، مولوی سرفراز علی اور مولوی فضل حق لہ

۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو دہلی پر انگریزوں کا مکمل تسلط ہو گیا تو علامہ اہل دیال کو خیرآباد چھوڑ کر سیٹاپور (لکھنؤ) پہنچ گئے جہاں ملکہ عالیہ حضرت محل انگریزی فوجوں سے نبرد آزما تھیں، یہاں بھی علامہ مجاہدین کی مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے خصوصی

۱۔ عبدالشاہ خاں شردانی : باغی ہندوستان ، ص ۱-۱۲۰

۲۔ محمود احمد بکاتی، حکیم سید : فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون ، ص ۲۰-۳۹

۳۔ ایضاً : ص ۲۱

۴۔ ایضاً : ص ۲۲

۵۔ ایضاً : ص ۲۹

۶۔ ایضاً : ص ۶۲

رکن تھے، حضرت محل کے وزیر مموخاں سے آپ کے خصوصی مراسم تھے، علامہ کو
 مموخاں کا مشیر سمجھا جاتا تھا، مجاہدین آپ کے مدبرانہ مشوروں سے مستفید ہوتے
 رہے لہ تمام تزکوشوں کے باوجود مجاہدین کو ہر محاذ پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا لہذا
 جہاں کسی کا سینک سما یا، چلا گیا اور انگریز اپنا اقتدار سجال کرنے میں کامیاب ہو گیا
 انہی دنوں ملکہ برطانیہ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ علامہ اس اعلان پر اعتماد کرتے
 ہوئے خیرآباد چلے گئے، ابھی چند دن بھی نہ گزرے تھے کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا
 مقدمہ چلا اور فیصلہ یہ دیا گیا کہ ان کی تمام جائیداد ضبط اور انہیں تازلیست جزیرہ انڈیا
 (کالے پانی) بھیج دیا جائے چنانچہ حضرت علامہ نے ۱۲ صفر، ۲۰ اگست ۱۲۷۸ھ
 ۱۸۶۱ء کو انڈیمان میں جام شہادت نوش کیا ہے
 مشہور فاضل عمر رضا کچالہ لکھتے ہیں :

محمد فضل الحق العمري الخیرآبادی
 الہندی الحنفی الجشتی الماتریدی حکیم، ولد
 فی خیرآباد وقاوم الحكومة الانجليزية فاعتقلت
 وارسلت الی جزیرة سرنکون فتوفی بہا
 " محمد فضل حق عمري خیرآبادی ہندی حنفی جشتی ماتریدی حکیم (فلسفی)
 خیرآباد میں پیدا ہوئے، انگریزی حکومت سے مقابلہ کیا تو حکومت
 نے آپ کو گرفتار کر کے جزیرہ رنگون (بلکہ انڈمان) بھیج دیا، آپ نے
 وہیں وفات پائی "

۱۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید : فضل حق خیرآبادی اور سن سادون ، ص ۵۶۲

۲۔ ایضاً : ص ۵-۶۳

۳۔ ایضاً : ص ۱۱۰، ص ۱۳۰

پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہونے والے اردو دائرہ معارف
اسلامیہ میں بزمی انصاری لکھتے ہیں :-

” ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف مسلح بغاوت ہوئی تو
مولوی فضل حق نے اس بغاوت میں نمایاں حصہ لیا، بغاوت کے
الزام میں ان پر مقدمہ چلا اور عمر قید کی سزا پائی۔“ لے
سعید احمد اکبر آبادی فاضل دیوبند لکھتے ہیں :-

” اس وقت ہمارے سامنے فتوے کی جو نقل ہے اس
پر ۳۸ دہائی کے علماء و مشائخ کے دستخط ہیں، مولانا فضل حق خیر آبادی
کے اس پر دستخط نہیں ہیں لیکن ان کا ایک الگ مستقل فتوے جہاد
تھا جس کا ذکر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی اسلامی تاریخوں میں تفصیل
کے ساتھ کیا گیا ہے۔“

مولانا بلند پاپہ عالم دین ہونے کے ساتھ یہیساں طور طریق
زندگی رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کی ایمانی جرأت و جسارت
اور دینی حمیت و غیرت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہر چیز سے بے نیاز
ہو کر دہلی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے بعد جہاد کے واجب ہونے
پر ایک نہایت ولولہ انگیز تقریر کی اور اس کے بعد جہاد کے ایک
فتوے کا اعلان ہوا جس پر صدر الصدور مفتی صدر الدین خاں نے
مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں، کبیر آبادی اور
علماء کے دستخط تھے۔“ لے

لے بزمی انصاری : اردو دائرہ معارف اسلامیہ (مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی) ج ۱ ص ۳۷۵

لے سعید احمد اکبر آبادی : ہندوستان کی شرعی حیثیت (مطبوعہ ۱۹۶۰ء) ص ۲-۲۱

یہ امر مسلم ہے کہ "الولد میرٹھ لائبریر" انگریزوں سے علامہ کی نفرت و عداوت اور ان کے ناباک قدموں سے سرزمین ہند کے پاک ہونے کی آرزو کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے فرزند جلیل علامہ عبدالحق خیرآبادی نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب انگریز چلے جائیں تو میری قبر پر آکر اطلاع دے دینا۔
مولانا عبدالشاہد خاں شروانی لکھتے ہیں :-

"مولانا (عبدالحق خیرآبادی) نے آخر وصیت بھی فرمائی کہ جب انگریز ہندوستان سے جائیں تو میری قبر پر خبر کر دی جائے چنانچہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو رفیق محترم مولوی سید نجم الحسن صاحب رضوی خیرآبادی نے مولانا کے مدفن (درگاہ مخدومیہ) پر ایک جم غفیر کے ساتھ حاضر ہو کر میلاد شریف کے بعد قبر پر فاتحہ خوانی کی اور اس طرح پورے پچاس سال کے بعد انگریزی سلطنت کے خاتمہ کی خبر سنا کر وصیت پوری کی،
جزاہ اللہ خیر الجزاء" لے

علامہ فضل حق خیرآبادی کے مجاہدانہ کارناموں کی تفصیلات معلوم کرنے کے لئے درج ذیل کتابیں خاص طور پر ملاحظہ کی جائیں :-

۱ : فضل حق خیرآبادی اور سن ستاون : مطبوعہ برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۷۵ء

از حکیم سید محمود احمد برکاتی (مکتبہ قادریہ لاہور سے دستیاب ہے)

۲ : باغی ہندوستان : (مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور) تصنیف علامہ فضل حق

خیرآبادی ، ترجمہ و تقریم عبدالشاہد خاں شروانی -

۳ : امتیاز حق : (مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۹۷۹ء) از راجا غلام محمد

۴ : عبدالشاہد خاں شروانی : مقدمہ زبدۃ الحکمہ (مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۴۹ء) ص ۱۲

ذیل میں مولانا عبدالشاد خاں شروانی (مؤلف باغی ہندوستان) کے مکتوب کا عکس پیش کیا جاتا ہے جو امتیازِ حق پر ان کے تاثرات کے علاوہ نہایت وقیح معلومات پر مشتمل ہے۔

ذمہ دار
ڈاکٹر جمہور
زاویہ علمیہ محمد علی روڈ اعلیٰ گڑھ
۷۸۶

محرم المقام دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ
مرسلہ کتابوں کا پیکٹ ۶/۲۹ عم کو اور بکریست نامہ مورخہ ۶/۲۹ عم ایک لہجہ ملا
یہ میں باغی ہندوستان اور امتیازِ حق کی دو جلدیں تھیں۔ آپ نے باغی ہندوستان کی
جلدیں خط میں لکھی ہیں۔ غالباً مسوا باغی ہندوستان کے بچاؤ امتیازِ حق کی تین جلدوں
سوی گئی۔

سرکاری ملازم شوکت علی صاحب (۱) ایک خط عرصہ بچا آجاتھا انہوں نے مزار علامہ کی
شانہ ہی کی تھی وہ خود مزار پر حاضر ہوتے ہیں۔ علامہ کے مزار کے ساتھ مولوی
بقاقت علی صاحب کی قبر بھی ہے۔
یہ مزار سمندر کے کنارے ساؤتھ پاسٹ میں ہے جو عرف عام میں نمک بھٹ
سمندر ہے۔ یہ لیبٹی Ross جزیرہ کے قریب ہے جہاں لا کر علامہ کو جاز سے
آمارا جاتا تھا۔

اب تک میں رائٹنگ کی طرف آپ کی توجہ مبذول نہیں کرائی تھی کیونکہ فرود تھی
اب ریٹائر ہونے کے بعد فرودت شمس ہوئی۔ کیا آپ توجہ کریں گے؟
میں نے گزشتہ سال رامپور رضا لائبریری میں علامہ کا وہ خط دیکھا تھا

دستی مہاراجے اپنی مضمون میں دیا تھا۔ اس پر نہ تو علامہ کے دستخط ہیں نہ ان کا رخ
میں رسم خط اچھی طرح پہچانتا ہوں۔ مولانا آزاد لائبریری میں خود نوشت
نسخ موجود ہیں۔

المبین کی اشاعت بڑی علمی خدمت ہے بلکہ اپنی اپنی مٹانے سے بچے خود مولانا
استاذ النظر کے ساتھ ہی تھی۔

انتیاز حق، راجہ مہاراجے کی تتبع و تلاش کا شاہکار ہے۔ تاریخ تناو لیان پر سئلہ
پہلے ہی منا کر دیا تھا۔ انتیاز حق نے یہ پہلو بھی منا کر دیا کہ وہ انگریزوں کے خلاف
نہیں بلکہ موافق و حامی تھے۔ ٹیڈ کے دست پر گویا کا قول تھا کہ جیوٹ اتنی یا
بو لو کہ سچ معلوم ہو۔

بلاشبہ باغی نندوستان کا جہد براہدیش

نقاش نقش ثانی بستر کشد اول کا لہذا حق ہے جزا کم اللہ

تاخیر جو ایک لڑکھنڈا تھا خواہ ہوں۔ سفر جمع کی چار ماہ کی غیر خافی نہ
کام بہت بڑا دیا پھر واپسی پر شدید بیماری نے ڈیڑھ ماہ سطل رکھا۔
رفقاء کی خدمت میں سلام شوق۔

مہربانی ہوگی اگر دونوں کارڈوں پر ٹکٹ لگا کر پوسٹ فرمادیں۔
دونوں حکومتوں نے ڈاک وصول اتنا بڑھا دیا ہے کہ خط لکھنے کے لئے کئی ماہ
سوچنا پڑتا ہے۔ والسلام

خیر اندیش

شاہد شریانی ۱۹/۵

58718

مصنفیہ تقویۃ الایمان

مولوی اسمعیل دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے،
 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے ۱۲ ربیع الثانی ۱۱۹۳ھ / ۱۷۷۹ء
 کو دہلی میں شاہ عبدالغنی کے گھر پیدا ہوئے۔ لے تعلیم اپنے والد اور شاہ عبدالعزیز
 محدث دہلوی سے حاصل کی۔ صراطِ مستقیم، تقویۃ الایمان، تنزیہ العینین، رسالہ
 اصول فقہ، رسالہ توحید، ایضاح الحق، منصبِ امامت، رسالہ بے نمازاں اور
 رسالہ یکر و زنی وغیرہ کتابیں لکھیں۔

مولوی اسمعیل دہلوی نے سید احمد بریلوی کے ہاتھ پر بیعت کی اور
 انہیں ساتھ لے کر "جہاد" کا منصوبہ بنایا، ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت تھی،
 پنجاب پر سکھ حکومت کر رہے تھے، ان میں سے کسی ایک سے ٹکڑے لے بغیر
 صوبہ سرحد کا رخ کیا اور سب سے پہلے یاغستان کے مسلمان حکمران یار محمد خاں
 سے "جہاد" کیا۔ پھر سکھوں کے سب سے بڑے مخالف سرحد کے
 جیلے مسلمان سچان پانڈہ خاں سے محاذ آرائی کی، اسے اپنی بیعت پر مجبور کیا۔

۱۔ مرزا حیرت دہلوی : حیاتِ طیبہ (مکتبۃ السلام، لاہور، ۱۹۵۸ء) ص ۳۲

۲۔ رحمن علی، مولانا : تذکرہ علماء ہند اردو ترجمہ (مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء) ص ۴۱۲

۳۔ عاشق اللہ میرٹھی : تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۲۷۰

اور جب اس نے بیعت سے انکار کر دیا تو اس پر کفر کا فتوے لگا کر اس پر چڑھ دوڑا، پابندہ خال نے (جو تمام عمر سکھوں سے جنگ کرتا رہا) مجبوری کی حالت میں سکھوں سے صلح کر لی اور دو بلٹن فوج لے کر مجاہدین کو شکست فاش دی اور اپنے علاقے سے نکال باہر کیا، چنانچہ مولوی اسمعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے ساتھیوں نے پختیارہ کا رخ کیا لہ

سرحدی مسلمان سکھوں کے ساتھ جہاد کے نام پر مجاہدین کا ساتھ دے رہے تھے۔ مولوی اسمعیل دہلوی اور ان کے ساتھیوں کے وہ بیانیہ عقائد، بات بات پر کفر کے فتوے اور مجاہدین کے ساتھ سچٹان خواتین کے جبری نکاح وغیر ذلک، وہ امور تھے جنہوں نے سرحد کے غیر مند سچٹانوں کو مشتعل کر دیا، چنانچہ پشاور میں مجاہدین کی خاصی بڑی جماعت کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ سر سید تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء میں انہی کے ہاتھوں بالا کوٹ میں مولوی اسمعیل دہلوی، سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا خاتمہ ہوا،

سر سید لکھتے ہیں :

” ۱۸۲۴ء میں وہابیوں نے پہاڑوں میں جا کر قیام کیا اور انہوں نے اس بات کا قصد کیا کہ سکھوں پر ہم لوگ جہاد کریں اور شہید ہوں لیکن چونکہ پہاڑی قومیں ان کے عقائد کے مخالف تھیں اس لئے وہ وہابی ان پہاڑیوں کو ہرگز اس بات پر راضی نہ کر سکے کہ وہ ان کے مسائل کو بھی اچھا سمجھتے مگر چونکہ وہ سکھوں کے جوڑو تھے

لہ مراد علی، سید : تاریخ تاولیاں، (مکتبہ قادریہ، لاہور) ص ۴۷ تا ۵۲

لکھ جیرت دہلوی، مرزا : حیات طیبہ، ص ۳۵۶

سے نہایت تنگ تھے اس سبب سے وہابیوں کے اس منصوبہ میں
 شریک ہو گئے کہ سکھوں پر حملہ کیا جاوے اور آخر کار وہابیوں اور
 پہاڑیوں نے متفق ہو کر سکھوں پر حملہ بھی کیا لیکن چونکہ یہ قوم مذہبی
 مخالفت میں نہایت سخت ہے اس سبب سے اس قوم نے اخیر
 میں وہابیوں سے دعا کر کے سکھوں سے اتفاق کر لیا اور مولوی
 محمد اسماعیل صاحب اور سید احمد صاحب کو شہید کیا۔

اسی لئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ

وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید ذبیح کا

وہ شہید لیلے نجد تھا وہ ذبیح تیغ جبار ہے

مولوی اسماعیل دہلوی کے "جہاد" کا مقصد متعین کرتے ہوئے مولوی
 حسین احمد مدنی لکھتے ہیں :-

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے
 انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو
 اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے، اس بنا پر آپ نے اپنے
 ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف
 انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے بدسی لوگوں کا اقتدار
 ختم کرنا ہے، اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی؟ اس سے آپ کو
 غرض نہیں ہے، جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان
 یا دونوں، وہ حکومت کریں گے۔" (نقش حیات ج ۲، ص ۱۳)

لے سرسید : مقالات سرسید، حصہ نہم، (مجلس ترقی ادب، لاہور) ص ۱۳۹، ۱۴۰

اس پر علامہ ارشد القادری نے یہ نوٹ لکھا :

” آپ ہی انصاف سے بتائیے کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس شکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لاڈینی حکومت) قائم کرنے کے لئے اٹھا تھا۔“ (ص ۱۰۰)

اس پر عام عثمانی ایڈیٹر ماسنامہ تجلی دیوبند نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے،
 لکھتے ہیں :-

” ہم کتنی ہی جانب داری سے کام لیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس رہیمارک میں لفظ تلخی آگئی ہے لیکن معنوی اور منطقی اعتبار سے بھی اس میں کوئی نقص ہے؟ کوئی افتراء ہے؟ کوئی زیادتی ہے؟

کوئی شک نہیں اگر استاد محترم حضرت مدنی کے ارشاد گرامی کو درست مان لیا جائے تو حضرت اسمعیل کی شہادت محض افسانہ بن جاتی ہے، مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لئے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں، اس نصب العین میں کافر و مومن سب یکساں ہیں، اس طرح کی کوشش کے دوران مارا جانا اس شہادت سے بھلا کیا تعلق رکھے گا جو اسلام کی ایک معزز ترین اور مخصوص اصطلاح ہے اور اس طرح کی کوششوں کے نتیجے میں قید و بند کی مصیبتیں اٹھانا اجراء آخرت کا موجب کیوں ہوگا؟“ (تبصرہ برہ لزلہ، ص ۱۸۷)

مولوی اسمعیل دہلوی کے مزاج میں ابتداء ہی سے آزاد خیالی اور لاابالی پن پایا جاتا تھا، تعلیم کے دوران بقول مرزا حیرت دہلوی یہ عالم تھا کہ :

” نہ آپ مطالعہ کرتے، نہ گھر میں جا کے سبق یاد کرتے تھے تو اکثر یہ ہو جاتا تھا کہ جب آپ دوسرے دن سبق پڑھنے کیلئے کتاب کھولتے تھے تو یہ مہجول جایا کرتے تھے کہ کل سبق کہاں تک پڑھا تھا۔“ لہ

اپنے آباء و اجداد جو علم و فضل اور تقویٰ و دیانت میں مسلم الثبوت تھے، کے مذہب کے خلاف رفع یدین کیا کرتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ایما پر حضرت شاہ عبدالقادر نے مولوی محمد یعقوب کے ذریعے پیغام دیا کہ رفع یدین چھوڑ دو، اس سے خواہ مخواہ فتنہ پیدا ہوگا، مولوی اسمعیل دہلوی نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنہ کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہوگا کہ جو شخص میری امت کے فساد کے وقت میری سنت پر عمل کرے گا اُسے سوشمید کا ثواب ملے گا۔

اس پر شاہ عبدالقادر نے فرمایا :-

” بابا ہم تو سمجھتے تھے کہ اسمعیل عالم ہو گیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا، یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ سنت کے مقابل خلاف سنت ہو اور مانحن فیہ (جس مسئلہ کے متعلق گفتگو ہے) میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے یونہی ارسال (رفع یدین

نہ کرنا، بھی سنت ہے۔“ لے

اس جواب پر مولوی اسماعیل دہلوی خاموش ہو گئے مگر رفع یدین ترک نہ کیا اور جب پشاور میں پٹھان علماء نے اعتراض کیا تو رفع یدین ترک کر دیا اور شہید کے ثواب سے دستبردار ہو گئے۔

آزاد روی اور دین سے بے قیدی یہاں تک بڑھی کہ جب محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصانیف مطالعہ سے گزریں تو دل و جان سے ان پر فریفتہ ہو گئے اور ان افکار و نظریات کو اردو میں ڈھال کر تقویۃ الایمان کے نام سے فتنہ عوام کے لئے پیش کر دیا، دونوں کی ہم آہنگی معلوم کرنے کے لئے سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کی تصنیف سیف الجبار کا مطالعہ مفید رہے گا۔

قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق راہِ راست وہ صحیح طریقہ ہے جس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور سلف صالحین چلتے رہے۔ مولوی اسماعیل دہلوی نے پوری کوشش کی کہ امت مسلمہ کا تعلق سلف صالحین اور بارگاہ رسالت سے منقطع کر دیا جائے اور جو مسلمان اس تعلق کا تحفظ کرنا چاہیں انہیں بدیدی سے کافر و مشرک قرار دے دیا جائے۔

آج اگر مسلمان اس ظلم و ستم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں تو اسے ”فرقہ واریت“ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو شخص اپنے اور عامۃ المسلمین کے ایمان کے تحفظ کی کوشش کرے وہ گردن زدنی قرار دیا جائے اور جو بیک جنبش قلم تمام امت مسلمہ کو کافر و مشرک قرار دے ڈالے،

۱۲۱، ۱۱۹، ص ۱۲۱ : حکایات اولیاء (ادراج ثلاثہ) مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، ص ۱۱۹، ۱۲۱

اللہ تعالیٰ، تمام انبیاء، ملائکہ اور اولیاء کی تنقیصِ شان کا ترکب ہو، اس پر کوئی قدغن نہ ہو، اس سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اندرِ غیرت ایمانی نام کی کوئی چیز باقی نہیں ہے۔

محبوبانِ الہی کی شان میں تقویۃ الامیان کی گستاخانہ عبارات پڑھنے سے پہلے دل پر ہاتھ رکھ کر صراطِ مستقیم کی ایک عبارت ملاحظہ کیجئے :

” صرف ہمت بسوئے شیخ و امثالِ آلِ از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورتِ گاؤ و خیر خود است “ لہ

(ترجمہ) شیخ اور اس جیسے بزرگ حضرات کی طرف توجہ لگا دینا اگرچہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنے گدھے اور گائے کی صورت میں غرق ہونے سے بدرجہا بدتر ہے۔“

معاذ اللہ! تم معاذ اللہ! کیا ایسے کلمات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی اذیت کا سبب نہ ہوں گے؟ کیا ایسے نازیبا کلمات استعمال کرنا غضبِ الہی کو دعوت دینے کے مترادف نہیں ہے؟ ارشادِ الہی ہے :

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ
اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا
مُّهِينًا۔

” بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت فرمائی اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

لہ اسمعیل دہلوی : صراطِ مستقیم (مکتبہ سلفیہ، لاہور) ، ص ۸۶

خدا و محبوبانِ خدا کی شان میں خوفناک عبارت

۱ : سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کہ لیجئے
یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے لے

اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی ہمیشہ غیب کا
علم نہیں ہوتا، البتہ اس کے اختیار میں ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے،
حالانکہ اللہ تعالیٰ کا علم اور دیگر صفات حقیقیہ قدیم ہیں، کبھی معدوم نہیں ہوتیں
اس عبارت میں واضح طور پر اللہ تعالیٰ کے علم کو حادث قرار دیا گیا
ہے جو کھلم کھلا گمراہی ہے۔ "اللہ صاحب" کا استعمال بھی قابلِ توجہ ہے
کیونکہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ یا اللہ جل مجدہ لعظیم کہتے ہیں۔

۲ : یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا، اللہ کی شان کے
آگے چارہ سے زیادہ ذلیل ہے لے

استغفر اللہ! ایک ہی جملے میں تمام انبیاء، اولیاء اور ملائکہ کی منہ بھر کر
توہین کی گئی ہے کیا توحید کا یہی تقاضا ہے؟

۳ : دوسری جگہ تو اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ کہتا ہے :
"اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے

روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں" لے

لے اسماعیل دہلوی : تقویۃ الایمان (مرکبائل پرنٹنگ دہلی) ص ۲۳

لے ایضاً : ص ۱۶

لے ایضاً : ص ۶۳

جس شخص کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا، اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر محبوبانِ الہی کی بارگاہ میں اس قدر دریدہ دہنی کی جرات نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الْعِزَّةُ وَرَسُوْلِهِمْ وَرَسُوْلِيْنَ

”اللہ ہی کے لئے عزت ہے اور اس کے رسول اور ایمانداروں کیلئے“

عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

”قرب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقامِ محمود پر فائز فرمائے“

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جنہیں مقامِ محمود پر فائز فرمانے کا وعدہ کرے اور جن کے طفیل دنیا و آخرت میں غلاموں کو بھی عزت عطا فرمائے اس ذاتِ کریم کے بارے میں خدا کی پناہ ”ذرهٴ ناچیز سے بھی کمتر“ اور ”چارہ سے زیادہ ذلیل“ ایسے الفاظ استعمال کرنا ایسی جسارت ہے جس کا نتیجہ ایمان کی بردباری کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ایک موقع پر کہا تھا :

لَسِنٌ سَرَّ جَعْنَا اِلَى الْمَدِيْنَةِ لِيُخْرِجَنَا

الْاَعْزُ مِنْهَا الْاَذَلَّ۔

”اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے

کو نکال دے گا۔“

تقویۃ الایمان میں اس سے بھی زیادہ شدت اختیار کی گئی ہے۔ اس نے ”اذل“ کا لفظ استعمال کیا جس کا معنی ہے بہت ذلیل، اور تقویۃ الایمان میں ”چارہ سے زیادہ ذلیل“ اور ”ذرهٴ ناچیز سے بھی کمتر“ کہا ہے، اس نے صرف نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے

بارے میں وہ ناپاک الفاظ کہہ تھے اور تقویۃ الایمان میں تمام انبیاء، ملائکہ، صحابہ اور اولیاء کرام کے بارے میں غلیظ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ۵
 وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقب شہید و ذبیح کا
 وہ شہید لیسے اور نجد تھا وہ ذبیح تیغ خیار ہے
 یہ ہے دیں کی تقویت اس کے گھر یہ ہے مستقیم صراطِ شریک
 جو شفیق کے دل میں گاو سخر، تونہ باں پہ چوڑھا چارہ ہے
 وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض وجود تو کسہ بہر
 ارے تجھ کو کھائے تپ سقر، ترے دل میں کس سے بخار ہے
 ۴ : " جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاف کرے گا خواہ دنیا میں
 خواہ قبر میں خواہ آخرت میں، سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں،
 نہ نبی کو، نہ ولی کو، نہ اپنا حال، نہ دوسرے کا۔" (ص ۳)

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام جانوں کے لئے رحمت ہیں وما
 اس سلنتک الا رحمة للعلمین، رب کائنات نے وعدہ فرمایا کہ
 اے حبیب! ہم تمہیں اتنا دیں گے کہ تم راضی ہو جاؤ گے ولسوف یعطیک
 سربک فترضنی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کے لئے ذریعہ مغفرت
 ہیں انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم
 من ذنبک وما تأخر "بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی
 تاکہ اللہ تمہارے سبب سے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخشے" حدیث

۵ احمد رضا بریلوی، امام : حدائق بخشش، حصہ دوم، (مطبوعہ کراچی) ص ۵۸

شریف میں ارشادِ ربانی ہے انا سنن ضیك فی امتك ولا نسورك
 ”ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور تمہیں تکلیف نہیں
 گے“ قیامت کے روز جب تمام انبیاء نفسی نفسی فرما رہے ہوں گے تمام
 انسانیت کی مشکل کشائی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی فرمائیں گے جس کے
 دل میں رٹی برابر ایمان ہوگا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے
 عذابِ جہنم سے نجات پائے گا۔ پہلی امتوں پر عام عذاب نازل ہوتا رہا لیکن یہ
 امت اپنے آقا کی برکت سے عام عذاب سے محفوظ رہی یہاں تک کہ کافر بھی
 عذاب سے پناہ میں رہے وما کان اللہ ليعذبہم و انت فیہم
 عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، اہل بدر کے جنتی ہونے کا اعلان فرمایا۔
 اس ذاتِ کریم، امام الانبیاء، محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں بھی معلوم نہ تھا کہ دنیا قبر اور آخرت میں میرے
 ساتھ کیا ہونے والا ہے، انتہائی شقاوت اور دین و ایمان سے بے بہرہ ہونے
 کی بٹن دلیل ہے۔

- ۵ : جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں لے
 کیا کوئی کھلم کھلا غیر مسلم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اس طریقہ سے لے گا اور اس بے باکی سے ان کے
 اختیارات کی یکسر نفی کی جرأت کرے گا؟
- ۶ : سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول
 کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا لے

لے اسمعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۷۷

لے ایضاً : ص ۶۶

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ۷

سورج اٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

۷ : جیسا ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار، سوان معنوں پر ہر پیغمبر
اپنی امت کا سردار ہے لے

۸ : کسی بزرگ کی تعریف میں زبان سنبھال کر بولو اور جو بشر کی سی تعریف
ہو سو ہی کرو سوان میں بھی اختصار ہی کرو لے

۹ : اولیاء و انبیاء و امام زادہ، پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے
ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور سمارے بھائی مگر انکو
اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری
کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں لے

گویا ان لوگوں کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت اتنی ہی ہے
کہ اگر انبیاء و اولیاء کی تعریف و تعظیم عام انسانوں، گاؤں کے چودھری اور بڑے
بھائی سے زیادہ کر دی تو خدا کی خدائی خطرے میں پڑ جائے گی۔

جب تقویۃ الایمان کی تصریح کے مطابق تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور
جسے اللہ تعالیٰ نے کوئی بڑائی عطا کی وہ بڑا بھائی اور دوسرا چھوٹا بھائی ہوا تو یہ بھی
کہہ دینا چاہئے تھا کہ فرعون، ہامان اور ابوہبل سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز

۷ اسمعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۷۲

۸ ایضاً : ص ۷۱ ، ۷۲

۹ ایضاً : ص ۹۸

اور ہمارے بھائی مسگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے بڑائی دی، وہ چھوٹے بھائی ہوئے اور ہم ان کے بڑے، ظاہر ہے اس طرح کہنے سے اپنی انا کو ٹھیس پہنچتی تھی جو کسی صورت گوارا نہیں، رسالت کی عظمت و تقدس مجروح ہوتی ہے تو ہوتی رہے۔

۱۰ : حضرت قیس بن سعد مقام حیرہ تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ وہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے تھے، انہوں نے واپس آکر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ حضور آپ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرو تو کیا اسے سجدہ کرو گے، عرض کیا نہیں، فرمایا پھر مجھے بھی سجدہ نہ کرو۔

یہ حدیث نقل کر کے اپنی طرف سے یہ اضافہ کیا :-

” یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں تو کب

سجدہ کے لائق ہوں “ ۱۱

حالانکہ حدیث شریف کے کسی جملہ کا یہ معنی نہیں اور نہ ہی حدیث سے یہ مطلب سمجھا آتا ہے، جو شخص قصداً غلط بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے، اس کے لئے صاف وعید ہے فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَ كَأْمِنِ النَّاسِ ۱۲ (وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے)۔

حدیث شریف میں ہے :

إِنَّ اللَّهَ حَدَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ

أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ ۱۳

۱۲ اسمعیل دہلوی : تقویۃ الایمان ، ص ۶۹

۱۳ سلیمان بن الأشعث، ابوداؤد، امام : سنن ابوداؤد (کراچی) ج ۲ ، ص ۱۵۸

۱۴ ابن قیم : جلاء الافہام (مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد) ص ۶۳

”بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمایا کہ انبیاء کے اجساد مبارکہ کو کھائے“

پھر کس قدر جرأت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا جائے کہ ”میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں“ اور ستم یہ کہ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان قرار دیا جائے۔

تقویۃ الایمان میں متعدد مقامات پر وہ آیات، انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کی گئی ہیں جو بتوں کے بارے میں وارد تھیں، اسی لئے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ فرماتے ہیں :

”الحاصل ما بین اصنام و ارواح کمل فرقیست بین و امتیاز لست باہر، پس آیات واردہ فی حق الاصنام را بر انبیاء و اولیاء صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین حمل نمودن کما فی تقویۃ الایمان تحریفی است قبیح و تخریبی است شنیع“ لہ

الحاصل بتوں اور کاملین کی ارواح میں فرق ظاہر و باہر ہے لہذا بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کو انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کرنا جیسا کہ تقویۃ الایمان میں ہے قبیح تحریف اور بدترین تحریف ہے۔

مذکورہ بالا عبارات میں تاویل و توجیہ سے بات بنانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، خود مولوی اسماعیل دہلوی نے کہا ہے :

”یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے کہ معما اور پہیلی بولنے کی درہت جگہ ہیں“ لہ

لہ مہر علی شاہ گولڑوی، حضرت پیر سید : اعلیٰ کلمۃ اللہ، ص ۱۷۱

لہ اسماعیل دہلوی : تقویۃ الایمان، ص ۶۴

مولوی حسین احمد مدنی نے لکھا ہے :

” حضرت مولانا گنگوہی ۔۔۔۔۔ فرماتے ہیں کہ جو الفاظ
موسم تحقیر حضور سرورہ کائنات علیہ السلام ہوں، اگرچہ کہنے والے نے
نیتِ حقارت نہ کی ہو مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے“

غرض یہ کہ جسے اپنا دین و ایمان عزیز ہو اسے ان لوگوں سے دور
اور الگ رہنا چاہیے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مقتدر بزرگ حضرت شاہ احمد ^{سعدی}
نقشبندی مجددی قدس سرہ کا ارشاد ملاحظہ ہو، بیان کرنے والے ہیں ان کے
فرزند گرامی حضرت شاہ محمد مظہر نقشبندی مجددی مہاجر مدنی قدس سرہ فرماتے ہیں:-
ولم يذكر احدًا بالسور الا الفارقة الضالة

الوهابية لتحذير الناس من قباحت افعالهم
واقوالهم

پھر اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

وكان قدس سرہ يقول ادنى ضرر صحبتهم
ان محبة النبي صلى الله عليه وسلم التي هي
من اعظم اسرار الايمان تنقص ساعة فساعة
حتى لا يبقى منها غير الاسم والاسم فكيف
يكون اعلاها فالحذر الحذر عن صحبتهم
ثم الحذر الحذر عن رؤيتهم اهـ فاحفظه (منذ)

۱۔ حسین احمد مدنی : الشہاب الثاقب ، ص ۵۷

۲۔ محمد مظہر مہاجر مدنی، حضرت مولانا شاہ : المناقب الاحمدیہ والمقامات السعدیہ (مطبوعہ قرآن ۱۸۹۶ء) ص ۱۷۶

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ کسی کی برائی نہیں کرتے تھے سوائے وہابیہ کے گمراہ فرقہ کے، تاکہ لوگوں کو ان کے افعال و اقوال کی قباحت سے ڈرائیں، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ وہابیوں کی صحبت کا معمولی نقصان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت جو ایمان کے بڑے ارکان میں سے ہے، لفظ بہ لفظ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ نام و نشان کے علاوہ کچھ بھی نہیں رہ جاتا، جب معمولی ضرر کا یہ حال ہے تو بڑے نقصان کا کیا عالم ہوگا؟ لہذا ان کی صحبت سے بچو، ضرور بچو بلکہ ان کی صورت تک دیکھنے سے ضرور اجتناب کرو۔

امت مسلمہ تقویۃ الایمانی شکیات اور تکیہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے زمانہ تک
متحدہ پاک و ہند میں دو ہی گروہ تھے، اہل سنت اور اہل تشیع، لیکن اسمعیل دہلوی
نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بے دھڑک امت مسلمہ
کو کافر و مشرک قرار دیا اور وہابیت کا ایسا فتنہ چھوڑا جو آج تک تفریق و انتشار
کا سبب بن رہا ہے۔

مولوی اسمعیل دہلوی کے عام سوانح نگار یہ ماننے سے گریزاں دکھائی دیتے
ہیں کہ انہوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی پیروی کی ہے لیکن نواب وحید الزمان
(غیر مقلد) بڑی صفائی سے اس کا اعتراف کر گئے ہیں، ہدیۃ المسدسی میں
لکھتے ہیں :-

” ہمارے بعض متاخرین بھائیوں نے مشرک کے بارے
میں بہت شدت اختیار کی ہے اور اسلام کا دائرہ تنگ کر دیا
ہے اور مکروہ یا حرام امور کو مشرک قرار دے دیا ہے۔“ (ترجمہ علی عباس)
پھر اس کے حاشیہ میں بنایا کہ وہ کون لوگ ہیں :-

” وہ شیخ عبدالوہاب ہیں جنہوں نے ان امور کو مشرک قرار دیا
جیسا کہ اہل مکہ کی طرف ارسال کردہ اس کے بیٹے محمد اور پوتے عبداللہ
کے مکتوب سے معلوم ہوتا ہے اور مولانا اسمعیل شہید نے تقویۃ الایمان

میں اکثر امور میں اس کی پیروی کی ہے۔" لہ
تقویۃ الایمانی شرک و کفر کے چند نمونے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور تلاش
کریں کہ دنیا میں کون سا خوش نصیب ہے جو ان کی زد میں نہیں آتا۔

● "اول سنا چاہئے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل
توحید نایاب لیکن اکثر لوگ شرک و توحید کے معنی نہیں سمجھتے اور ایمان
کا دعوے رکھتے ہیں حالانکہ شرک میں گرفتار ہیں" (ص ۵)
یعنی جب تقویۃ الایمان نامی کتاب لکھی گئی، اکثر لوگ (مسلمان) مشرک تھے
اور توحید نایاب تھی، اب ذرا اس شرک کی تفصیل بھی دیکھئے :-

● "مشکل کے وقت پیروں، پیغمبروں، اماموں، شہیدوں اور
فرشتوں کو پکارنا شرک، ان سے مرادیں مانگنا شرک، ان کی منتیں
ماننا شرک، حاجت براری کے لئے ان کی تذر و نیاز شرک، بلا کے
ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کی نسبت ان کی طرف کرنا شرک،
عبدالنبی، علی بخش، حسین بخش، پیر بخش، غلام محی الدین غلام الدین
نام رکھنا شرک" (مختصاً) (ص ۵)

صاحب تقویۃ الایمان کو مسلمانوں کی یہ وضاحت بھی مطمئن نہیں کرتی
کہ ہم ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں سمجھتے، ہم انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ
اور مخلوق سمجھتے ہیں، یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہیں، ان کے
ملنے سے خدا ملتا ہے، اس قسم کی وضاحت کو یہ کہہ کر کہ "اسی طرح کی خرافاتیں
بکتے ہیں" (ص ۶) رد کر دیتا ہے۔

ارشادِ الہی وَ یَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ
وَلَا یَنْفَعُهُمْ الْاٰیۃ نَقْل کر کے کہتا ہے :-

” یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی بھی سمجھ کر پوجے وہ بھی مشرک

ہوتا ہے“ (ص ۷)

حالانکہ یہ آیت صراحتاً ان لوگوں (مشرکوں اور کافروں) کے بارے میں ہے جو اللہ
تعالیٰ کے ماسوا کسی کی عبادت کرتے ہیں اور دنیا کا کوئی مسلمان کسی مخلوق کی عبادت
(پوجا) نہیں کرتا، صاف پتا چلتا ہے کہ دہلوی نے تمام مسلمانوں ہی کو پہلے کافر اور
مشرک قرار دے رکھا ہے، پھر قطعی آیات کافروں کے بارے میں وارد ہیں مسلمانوں
پر چسپاں کر دی ہیں ورنہ قرآن کریم کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ مقبولانِ بارگاہِ
الہی کو سفارشی ماننے والا کافر ہے۔

” جو کوئی کسی سے یہ معاملہ (پکارنا، منت ماننا، نذر و نیاز کرنا،

وکیل اور سفارشی ماننا) کرے، گو کہ اس کو اللہ کا بندہ و مخلوق ہی سمجھے،

سوالِ جہل اور وہ شرک میں برابر ہے“ (ص ۸)

” پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ

کے دینے سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا

ہے“ (ص ۱۰)

یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم و قدرت ماننا بھی مشرک ہے، اب خود ہی سوچئے کہ
اَسْتِیْنَاہُ مِنْ لَدُنَّا عَلِمًا اَوْ وَعَلَمَتِكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ
وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا، بزرگانِ دین کا غلاف پکڑ کر دعا مانگنا
مشرک اور گمراہی کو روشنی کرنا مشرک، مجاور بن کر خدمت کرنا مثلاً جھاڑو دینا مشرک، روشنی
کرنا مشرک، فرش بچھنا مشرک، پانی پلانا مشرک، وضو غسل کا لوگوں کے لئے سامان

درست کرنا شرک (ص ۱۱)

• ” پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے اور اس تعظیم کی برکت سے اللہ مشکلیں کھول دیتا ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“ (ص ۱۲)

• ” یہ کہنا کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا، شرک، کسی کو دانا کہنا شرک، کسی کو شہنشاہ کہنا شرک“ (ص ۱۲)

تقویۃ الایمان کے مطابق موحّد بن جائیے پھر چاہے فرعون یا مان بلکہ شیطان جتنے گناہ بھی کر لیجئے، سب معاف بلکہ گناہوں کے مطابق رحمت ملے گی چلو چھٹی ہوئی :-

• ” اس دنیا میں سب گنہگاروں نے گناہ کئے ہیں کہ فرعون بھی

اس دنیا میں تھا اور ہامان بھی اس میں بلکہ شیطان بھی اسی میں ہے

پھر یوں سمجھے کہ جتنے گناہ ان گنہگاروں سے ہوئے ہیں سو ایک

آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے

گناہ ہیں اللہ صاحب اتنی ہی اس پر بخشش کرے گا۔“ (ص ۲۲)

• ” یہ جو بعض لوگ اگلے بزرگوں کو دور دور سے پکارتے ہیں اور

اتنا ہی کہتے ہیں کہ یا حضرت تم اللہ کی جناب میں دعا کرو کہ وہ اپنی

قدرت سے ہماری حاجت روا کرے۔۔۔۔۔۔ یہ بات غلط ہے

اس واسطے کہ گو اس مانگنے کی راہ سے شرک ثابت نہیں ہوتا لیکن

پکارنے کی راہ سے ثابت ہو جاتا ہے۔“ (ص ۲۴)

گو یاد دور سے پکارتا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محتص ہے اور یہ اسی وقت ہوگا

جب اللہ تعالیٰ کو دور مانا جائے گا، مقبولانِ بارگاہِ الہی کو دور سے پکارا تو شرک
لازم آئے گا، معاذ اللہ!

حسنِ حصین میں حدیث ہے :-

وَاِنَّ اَسْرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعْيُنُوْنِيْ
يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعْيُنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعْيُنُوْنِيْ -

”اگر مدد طلب کرے تو کہے اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو“

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو میری مدد کرو“

نواب قطب الدین ظفر جلیل شرح حسنِ حصین میں لکھتے ہیں :-

”میرک شاہ نے بعض علماءِ ثقات سے نقل کیا ہے کہ یہ

حدیث حسن ہے اور محتاج ہیں طرف اس کے تمام مسافر اور مشائخ

سے روایت کی گئی ہے کہ یہ مجرب ہے اس مقدمہ میں“ لہ

تقویۃ الایمان کے مطابق اس حدیث پر نہ صرف پکارنے کے اعتبار سے

بلکہ مانگنے کے اعتبار سے بھی شرک کا حکم عائد ہوگا، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک -

”سواب بھی جو کوئی کسی مخلوق کا عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا

وکیل سمجھ کر اس کو ملنے سواب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ

اللہ کی برابری نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو ثابت نہ کرے“

(ص ۳۲)

مشرک گری کا شوق کس قدر شدید ہے کہ جو شخص کسی مخلوق کے لئے

جہان میں تصرف ثابت کرے یا کسی کو اپنا وکیل مانے اس پر شرک کا فتوے جاری

لہ قطب الدین، نواب : ظفر جلیل، مطبع عبدالغفور شاہجہان آبادی، ص ۲۰۲ (بحوالہ اطیب البیان)

کر دیا جائے گا اگرچہ وہ اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہ جانے، اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں فرماتا ہے: **فَالسُّدَّ بِرَاتِ اَمْرًا** "قسم ہے ان فرشتوں کی جو امورِ عالم کا انتظام کرنے والے ہیں" قرآن پاک کے مطابق بنی اسرائیل عرض کرتے ہیں: **يٰمُوسٰى اذْعُرْنَا سَبَلَكْ** "اے موسیٰ! (علیہ السلام) اپنے رب سے ہمارے لئے دعا کیجئے"

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے روز تمام مخلوق انبیاءِ کرام کی خدمت میں حاضر ہوگی اور سرورِ عالم محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کریں گے کہ بارگاہِ الہی میں ہماری شفاعت کیجئے اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیے جس میں ہم مبتلا ہیں، یہ وکالت نہیں تو اور کیا ہے؟ تقویۃ الایمان کے مطابق تو قرآن و حدیث پر بھی شرک کا الزام آئے گا اور جب قرآن و حدیث ہی اس الزام سے بری نہ ہوتے تو اور کسی کے لئے کہاں گنجائش ہوگی؟

صفحہ ۳۵ سے ۳۷ تک شفاعت کا کھلم کھلا انکار کیا ہے جس کی تفصیل آپ تحقیق الفتویٰ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔
سلف صالحین سے برگشتہ کرنے کے لئے لکھا ہے :-

"کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہی باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی پھر جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے" (ص ۱۲۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فَسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ**

” اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو“

اب سوال یہ ہے کہ اہل علم کے قول پر اعتماد کیا جائے گا یا نہیں؟ اگر اعتماد نہیں تو پوچھنے کا کیا فائدہ؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عبث کا حکم دیتا ہے؟ اور اگر ان کے قول پر اعتماد کیا جائے تو تقویۃ الایمان کے مطابق شرک ٹھہرے گا، اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تعمیل ہو تو کیونکر؟ یہ بات پیش نظر ہے کہ کوئی ایماندار عالم کتاب و سنت کے مقابل قول کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا وہ وہی حکم بپا کئے گا جو خدا و رسول کا ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ فاتحہ میں ہمیں دعائے مانگنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اے اللہ! ہمیں راہِ راست کی ہدایت عطا فرما، چونکہ ہر گمراہ اور غلط کار یہ کہتا ہے کہ جس راہ پر میں چل رہا ہوں وہی راہِ راست ہے، اس لئے صراطِ مستقیم کی نشانی یہ بیان فرمادی صراط الذین انعمت علیہم یعنی جو شخص انعام یافتہ حضرات (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کی راہ اختیار کرے گا وہ راہِ راست پر ہے اور جو ان کی راہ سے برگشتہ ہو غلط کار اور گمراہ ہے، مگر مولوی اسمعیل کو اصرار ہے کہ کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا شرک ہے۔

عہد بہ ہیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بہ کج

معاملہ سلف صالحین تک ہی نہیں رہ جاتا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو واجب الاطاعت ماننا بھی شرک قرار دیا ہے :

” یا خود پیغمبر ہی کو یوں سمجھے کہ شرع انہیں کا حکم ہے، ان کا جو جی چاہتا تھا اپنی طرف سے کہہ دیتے تھے اور وہی بات انکی امت پر لازم ہو جاتی تھی، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے بلکہ اصل حاکم اللہ ہے اور پیغمبر دینے والا ہے“ (ص ۴۷)

ارشادِ ربانی ہے **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ** اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر رسول کے حکم کی اطاعت لازم نہیں ہے تو **وَاطِيعُوا الرَّسُولَ** کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے؟

حضرت اقرع بن حابس نے پوچھا کیا حج ہر سال فرض ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا، جب انہوں نے دوسری اور تیسری بار یہی سوال کیا تو فرمایا **لَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ** اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا۔ مولوی اسمعیل دہلوی کا ترجمہ دیکھئے کہ جو شخص یہ سمجھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اپنے فرمان سے کوئی بات واجب ہو جاتی ہے تو دہلوی کے نزدیک شرک واجب ہو جاتا ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اشیاء جن کے بارے میں نص وارد نہیں ہوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا حکم فرمادیں تو واجب اور اگر منع فرمادیں تو ممنوع، **مَا أَسْأَلُكُمْ الرَّسُولُ فَاخْذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا**۔

علامہ شرف الدین بوسیری قدس سرہ فرماتے ہیں **مَعْنَى**
نَبِيِّنَا الْأَمِيرِ السَّاهِي فَلَاحِدٌ
أَبَى فِي قَوْلِ لَا مِينُ وَلَا نَعَمْ

”ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم دینے والے، منع فرمانیوالے ہیں، کوئی شخص نعم اور لا (ہاں اور نہیں) کہنے میں آپ سے سچا نہیں ہو سکتا“

امتِ مسلمہ کو جس بے دردی سے مشرک قرار دیا ہے وہ بڑا ہی خوفناک اندازہ ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک دیوانہ یا سویا ہوا آدمی جو وہاں تباہی مٹانے میں آتا ہے، کہے جاتا ہے، ملاحظہ ہو :-

” اور کسی کی قبر پر یا چلہ پر یا کسی کے مٹھان پر جانا اور دور سے

قصد کرنا اور سفر کی رنج و تکلیف اٹھا کر میڈے کچیلے ہو کر وہاں پہنچنا اور وہاں جا کر جانور چڑھانے اور منتیں پوری کرنی اور کسی قبر یا مکان کا طواف کرنا اور اس کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرنا، وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، گھانس نہ اکھاڑنا اور اسی قسم کے کام کرنے اور ان سے کچھ دین و دنیا کے فائدے کی توقع رکھنی، یہ سب شرک کی باتیں ہیں، ان سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے، کسی مخلوق کی یہ شان نہیں کہ اس سے یہ معاملہ کیجئے“ (ص ۴۵)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کی قبر بھی ہے جہاں دور سے قصد کر کے جانا چاہئے اور اس کا طواف کرنا چاہئے کیونکہ بقول تقویۃ الایمان یہ معاملہ خالق ہی سے کیا چاہئے۔

ان امور پر تفصیلاً گفتگو تو صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ کی تصنیف لطیف اطیب البیان میں کی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

” میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، خبردار! تم قبروں کی زیارت کیا کرو کہ یہ زیارت آخرت کی یاد دلاتی ہے اور دنیا سے بے رغبت کرتی ہے“

لیکن تقویۃ الایمان کے مطابق قبر پر جانا شرک ہے، خاص طور پر روضہ مبارکہ کی زیارت کے بارے میں متعدد حدیثیں وارد ہیں۔ ایک حدیث میں ہے مَنْ حَجَّ وَ لَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا، تقویۃ الایمان کی رو سے دور سے قصد کر کے جانا شرک ہے۔

طوافِ قبر کے متعلق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ارشاد ملاحظہ ہو :-
 ” بعدہ ہفت کرت طواف کند، دران تجمیر بخواند و آغاز از دست
 بکند بعدہ طرف پایاں رخسارہ ہند و بیاید نزدیک روئے میت
 بنشیند بگوید یارب، بست و یک بارہ“

(الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ)

تقویۃ الایمانی دین کے مطابق حضرت شاہ صاحب مشرک ٹھہرے
 کہ وہ طوافِ قبر کا حکم دے رہے ہیں کہ دائیں جانب سے شروع کرے،
 سات چکر لگائے، ان میں تجمیر کہے، میت کے پاؤں کی طرف رخسارہ رکھے
 پھر میت کے چہرے کے سامنے آکر ۲۱ مرتبہ یارب کہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :-

إِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ لَابَتِي الْمَدِينَةِ
 أَنْ يُقَطَعَ عِضَاهُمْ أَوْ يُقْتَلَ صَيْدُهَا۔

(مشکوٰۃ شریف، ص ۲۲۹)

” میں مدینہ طیبہ کے دونوں سنگستانوں کے درمیانی حصہ

کو حرام کرتا ہوں، اس کے درختوں کا کاٹنا اور اس کا شکار کرنا“

اسی کو تقویۃ الایمان میں شرک قرار دیا گیا ہے۔

تذکیر الاخوان، تقویۃ الایمان کا دوسرا حصہ عربی میں تھا، مولوی اسماعیل

دہلوی کا ارادہ تھا کہ اس کا اردو ترجمہ کیا جائے لیکن مہلت نہ ملی، اس کے مرید

محمد سلطان نے اردو ترجمہ کیا، اس میں جن امور کو بدعت اور گمراہی قرار دیا ہے

ان کی فہرست طویل ہے، چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

” پھران میں کوئی قادری، کوئی سہروردی، کوئی نقشبندی، کوئی چشتی

بنے، حکم یہی ہے کہ سب مل کر قرآن و حدیث پر عمل کرو اور سنت
کے طریقے کے موافق مسلمان رہو اور یہود و نصاریٰ کی طرح کئی
فرقے مت ہو جاؤ۔“ (ص ۷۹)

یعنی چشتی، نقشبندی، قادری اور سہروردی بننا، یہود و نصاریٰ
کی تفرقہ بازی کی طرح ہے۔

نئے نئے فرقوں اور بدعتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا :-
” ایک فرقے نے گوشہ نشینی اور ترک امر بالمعروف و نہی عن
المنکر اختیار کر کے شغل بربذخ (تصویر شیخ) اور نماز معکوس اور ختم
اور توشے اور طرح طرح کے درود و وظیفہ اور فالنامے اور گنڈے
تعوید اور اُتارے اور حاضر تہیں اور عرس اور قبروں پر مراقبہ اور
باجہ رگ سنا اور حال لانا ایجاد کیا اور مشائخ اور پیر کہلاتے، پھر
کسی نے آپ کو چشتی مقرر کیا اور کسی نے قادری اور کسی نے نقشبندی
کسی نے سہروردی، کسی نے رفاعی ٹھہرایا۔“ (ص ۸۱)

تقویۃ الایمان کے مطابق تمام سلاسل کے مشائخ اور مریدین بدعتی ٹھہرے۔
” شادی میں سہرا باندھنا، عید میں بغلگیر ہو کر ملنا، شبیرات میں
روشنی کرنا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی مردوں کی کرنا، نشانِ قدیم
رسول وغیرہ کی تعظیمیں کرنا، یہ سب ہندوؤں کی اور اپنے عالموں اور
مولویوں اور درویشوں کی نکالی ہوئی ایجادی بات کو خدا اور رسول
کے فرمودے کے برابر سمجھنا اور اس کی تحقیق نہ کرنا۔“ (مخلصاً، ص ۸۲)

لڑکے کا پیدا ہونے پر چھٹی کرنا، بسم اللہ کے واسطے چار برس اور
چار مہینے کی قید کرنا اور بسم اللہ کی شادی کی محفل کرنا، ربیع الاول میں لودی

محل ترتیب دینا اور جب وہاں ذکر حضرت کے پیدا ہونے کا آوے
 کھڑے ہو جانا، ربیع الثانی کو گیارہویں کرنا، شعبان میں حلو اچکانا، شوال
 میں عید کے روز سوٹیاں پکانا اور بعد نماز عیدین بغلگیر ہو کر ملنا یا مٹھا
 کرنا اور ذیقعدہ کے مہینے میں نکاح کرنا، کفنی پر کلمہ وغیرہ لکھنا اور
 قبر میں قل کے ڈھیلے رکھنا اور شجرہ رکھنا اور تیجہ دسواں چالیسواں
 اور چھ ماہی اور برسی عرس مردوں کے کرنا اور اسقاط مروجہ کرنا،
 حافظوں کو قبروں پر بٹھلانا، قبروں پر چادریں ڈالنا، مقبرے
 بنانا، قبروں پر تاریخ لکھنا، وہاں چراغ جلانا اور ورد ناد علی اور
 ختم بزرگوں کے نام کے اور مقلد کے حق میں تقصید ہی کافی جاننا

(ص ۸۶ تا ۸۸)

(ملخصاً)

غرض یہ کہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت عامۃ المسلمین کو
 مشرک اور بدعتی قرار دے کر ایک نئے فرقے کی بنیاد رکھی گئی ہے اور مشرک ساز
 کاجنوں اس حد تک پہنچا کہ جو نظر کے سامنے آیا اسے مشرک قرار دے دیا،
 یہ بھی مشرک وہ بھی مشرک، تم بھی مشرک اور میں بھی مشرک، تقویۃ الایمان
 کے مطابق مولوی اسمعیل دہلوی سمیت دنیا کے تمام افراد مشرک ہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے دہلوی صاحب نے ایک حدیث
 نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھونکا
 جو ہر اس شخص کو قبض کر لے گی جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا، وہی
 لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کچھ خیر نہ ہوگی تو وہ اپنے آباؤ کے دین کی طرف
 لوٹ جائیں گے۔

اس کے بعد مولوی اسمعیل دہلوی نے بے فائدہ ایک فائدہ کا اضافہ

کہتے ہوئے لکھا :-

” اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آخر زمانہ میں قدیم مشرک بھی راج ہوگا

سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا“ (ص ۵۰)

لیجئے وہ ہوا (دہلوی کی قسمت کے لئے) چل چکی اور دنیا میں کوئی ایسا

شخص باقی نہیں رہا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو، تو خود مولوی

اسمعیل دہلوی کا کیا حال ہوگا؟

حضرت علامہ قاضی عیاض قدس سرہ شفا شریف میں فرماتے ہیں :-

نَقَطَ بِتَكْفِيرِ كُلِّ قَائِلٍ قَوْلًا يَتَوَصَّلُ

بِإِلَى تَضَلِيلِ الْأُمَّةِ -

” جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے

کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے“ لہ

چونکہ تقویۃ الایمان میں عامۃ المسلمین کو مشرک اور بدعتی قرار دیا گیا تھا

اس لئے علماء اہل سنت نے سختی سے اس کا نوٹس لیا یہاں تک کہ شاہ عبدالغزیز

محدث دہلوی نے بھی اس سے برارت اور سزا دی کا اظہار فرمایا۔ مولانا محمد مخصوص اللہ،

مولانا محمد موسیٰ، حضرت شاہ احمد سعید مجددی، مفتی صدر الدین آزادہ، شاہ

فضل حق خیر آبادی، شاہ عبدالحمید بدایونی اور شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ ہم

ایسے اکابر معاصرین نے تقریر و تحریر کے ذریعے ردِ بلیغ کیا۔ کچھ لوگوں نے ان نظریات

کو اپنا کر حمایت کا راستہ اختیار کیا، پھر فریقین میں وہ معرکہ آرائی ہوئی کہ پورا ہند

میدانِ کارزار دکھائی دینے لگا۔

آج غیر مقلدین، دیوبندی، جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، تقویۃ الایمانی عقائد و نظریات پر کار بند ہیں اور اسی رشتے کی بنا پر پرنسپل یوں کی تمام تر مالی، علمی اور اخلاقی امداد ان جماعتوں کو حاصل ہے، صرف اہل سنت و جماعت (جن کا پاک و ہند میں امتیازی نشان بریلوی ہے) سلف صالحین کے مسلک پر عمل پیرا ہیں اور ان عقائد کے حامل ہیں جو تقویۃ الایمان سے پہلے تمام مسلمانان عالم کے عقائد تھے اور آج بھی مسلمانوں کی اکثریت انہی عقائد پر ہے، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی نجات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی محبت اور اتباع میں مضمر مانتے ہیں، فریقین کے درمیان اصولی (اعتقادی) اختلافات کی خلیج اتنی وسیع ہے جسے پائنا نہایت مشکل ہے، پہلا فرق تقویۃ الایمانی معتقدات سے دستبردار ہونے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوگا اور دوسرا فرق انبیار و اولیاء کی محبت و عقیدت اور سلف صالحین کی روش سے منحرف ہونا گوارا نہیں کرے گا اور یہ سب کچھ مولوی اسماعیل دہلوی کا کیا دھرا ہے جس نے دیدہ دانستہ اختلاف و انتشار کی تخم پیزی کی اور جواز یہ پیش کیا کہ خود لٹہ بھڑکے ٹھیک ہو جائیں گے، چنانچہ ایک مقام پر اعتراف کرتے ہوئے لکھا :-

" میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرکِ خفی تھے شرکِ جلی لکھ دیا گیا ہے، ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی۔۔۔۔۔

مگر توقع ہے کہ لٹہ بھڑکے خود ٹھیک ہو جائیں گے" لہ

کیا کوئی ذی ہوش یہ فارمولہ تسلیم کر لے گا کہ چونکہ لڑائی بھڑائی کے بعد خود
مصالحت ہو جائے گی اس لئے افتراق کا بیج بونیا چاہئے، یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی
شخص کو اس توقع پر نہ ہر دے دیا جائے کہ خود الٹ پلٹ ہونے کے بعد صحیح
ہو جائے گا، کاش کہ مولوی اسماعیل دہلوی یہ کتاب لکھ کر شیرازہ امت کو بکھیرنے
کا سبب نہ بنتا۔

مجاہد اسلام مولانا حسین علی بن سعید مدظلہ کو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت
کی برکتوں اور سعادتوں سے مالا مال فرمائے کہ انہوں نے مکتبہ الشیخ، استنبول،
ترکی سے اہل سنت و جماعت کی حمایت اور وہابیت کے رد میں بے اندازہ
لٹریچر شائع کر کے بین الاقوامی سطح پر مہفت تقسیم کیا ہے، ان کی کوششیں پیران گاہی
مشائخ عظام اور علماء دین کے لئے بہترین مثال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ہم سب
عزت و عافیت مسکب اہل سنت کی بقا سے وابستہ ہے اس لئے مسکب
اہل سنت و جماعت کا تحفظ اور اس کی اشاعت کا فریضہ ہم سب پر عائد ہوتا ہے۔

تحقیق الفتوے فی ابطال الطغویٰ

مولوی اسماعیل دہلوی نے ۱۵ محرم ۱۲۴۰ھ کو تقویۃ الایمان لکھی، کسی شخص نے اس کی ایک عبارت نقل کر کے شاہ فضل حق خیر آبادی کی خدمت میں پیش کی جس میں شفاعت کا انکار کیا گیا تھا۔ علامہ نے ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۵ء میں تحقیق الفتوے فی ابطال الطغویٰ (سرکشی کے ابطال میں فتوے کی تحقیق) لکھی اور جواب کا حق ادا کر دیا۔

تقویۃ الایمان (مطبوعہ مرکنٹائل پرنٹنگ دہلی) کے ص ۳۵ سے ۳۸ تک مسئلہ شفاعت پر گفتگو کی گئی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

شفاعت کی تین قسمیں ہیں :-

(۱) شفاعتِ وجاہت، مثلاً بادشاہ کے پاس کسی مقتدر وزیر نے ایک مجرم کی سفارش کی، بادشاہ اس خطرے کے پیش نظر اس کی سفارش مان لیتا ہے کہ نہ ماننے کی صورت میں وزیر ناراض ہو جائے گا اور نظام مملکت میں خلل پڑ جائے گا۔ اس اعتبار سے بارگاہِ الہی میں شفاعت نہیں ہو سکتی کیونکہ کسی بھی بزرگ شخصیت کو بارگاہِ الہی میں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

” اس شہنشاہ کی تویہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن

سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبریلی اور محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر ڈالے “ (ص ۳۵)

۲ : شفاعت بالمحبۃ : مثلاً بادشاہ کا محبوب سفارش کرے اور بادشاہ اس کی

سفارش اس لئے قبول کر لے کہ کہیں محبوب روٹھ نہ جائے اور اس کے روٹھنے سے مجھے رنج لاحق نہ ہو۔ یہ شفاعت بھی بارگاہِ الہی میں نہیں ہو سکتی۔

۳ : شفاعت بالاذن : مثلاً چور گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے پیش ہو تب ہے

وہ ہمیشہ کا چور نہیں ہے، اپنے کئے پر نادم ہے اور کسی امیر و وزیر کی پناہ

نہیں لیتا، بادشاہ اسے معاف کرنا چاہتا ہے لیکن آئین بادشاہت کا

خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکتا، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی

پاکر اس تقصیر وار کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اس امیر کی عزت بڑھانے

کو ظاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کر دیتا ہے

سو اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی و ولی کی

شفاعت کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے، سو اس کے معنی یہی ہیں (مختصاً)

چونکہ قرآن و حدیث سے انبیاء و اولیاء کی شفاعت ثابت ہے

اس لئے پہلی دو قسموں کا کھلم کھلا انکار کیا اور تیسری قسم کے انکار میں حیلہ بہانہ سے

کام لیا کیونکہ تقویۃ الایمان کے مطابق تیسری قسم میں محض بظاہر شفاعت ہے،

درحقیقت اللہ تعالیٰ خود مجرم کو معاف کرنا چاہے گا لیکن آئین بادشاہت کا خیال

کر کے بے سبب درگزر نہیں کر سکے گا اس لئے نبی اور ولی، اللہ تعالیٰ کا منشا

معلوم کر کے شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ برائے نام اس شفاعت کو قبول

کر کے از خود مجرم کو معاف کر دے گا۔

دیکھا آپ نے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کا عجز ثابت کیا کہ بے سبب

درگزر نہیں کر سکے گا اور کس عیاری سے انبیاء و اولیاء سے شفاعت کی اس قسم

کی بھی نفی کر دی۔

سائل نے یہ عبارت نقل کر کے علامہ فضل حق خیر آبادی سے درج ذیل امور دریافت کئے :-

(۱) یہ قول حق ہے باطل؟

(۲) یہ کلام حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام تنقیصِ شان ہے تو اس قائل کا شرعی طور پر کیا حکم ہے؟

حضرت علامہ نے جواب کو چار مقامات پر تقسیم کیا ہے :-
 پہلا مقام : شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام اور بالخصوص سید الشافعیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔

دوسرا مقام : قائل مذکور کے کلام کا ابطال۔

تیسرا مقام : یہ کلام حضور سید المقربین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

چوتھا مقام : علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرم کے ترکب کا حکم۔
 ہر مقام میں عقلی و نقلی دلائل تفصیل سے بیان کئے اور آخر میں سوال مذکور کے ہر جز کا جواب بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے :-

(۱) یہ کلام سراپا جھوٹ اور فریب ہے کیونکہ اس میں گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے کا انکار ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء و اولیاء اور ملائکہ کی شفاعت و جاہت اور شفاعتِ محبت کی نفی ہے اور یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور اجماع امت کے خلاف ہے جیسا کہ تفصیلاً پہلے مقام میں بیان ہوا۔

(۲) بے شک اس کا یہ کلام حضرت محبوب رب العالمین تمام انبیاء، ملائکہ

اور اولیاءِ کرام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے جیسا کہ تیسرے مقام میں بیان ہوا۔
 (۳) اس بے فائدہ کلام کا قائل شریعتِ مبارکہ کی رو سے بلاشبہ کافر و بدین
 ہے، ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔
 یہ فتوے بعد کے علماء کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوا اور اکابر علماء
 نے بطور حوالہ اس کی عبارتیں نقل کی ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ فرماتے ہیں :-
 ”مولوی فضل حق خیر آبادی نے (جزاہ اللہ خیراً) کہ علم و فضل
 میں مولوی اسمعیل وغیرہ کو ان سے کچھ نسبت نہیں، علوم عقلیہ و نقلیہ
 اپنے والد ماجد سے کہ یگانہ عصر تھے، حاصل کئے، مولوی اسمعیل
 کے رد و پروان کا رد و ابطال کیا اور تکفیر کی، نوبت تحریر کی آئی، مسئلہ
 شفاعت میں مولوی اسمعیل نے حرکت مذہبی کچھ جواب میں کی، آخر کو
 عاجز و ساکت ہو گئے اور تحقیق الفتوے فی رد اہل الطغویٰ کمال
 شرح و بسط سے مولوی فضل حق صاحب نے لکھا، لہ
 اس کے بعد تحقیق الفتوے کے آخر سے فتوے کا خلاصہ نقل
 کیا اور بعد میں فرمایا :-

”مہریں و دستخط اکثر علماء کی اس پر ثبت ہوئیں“ لہ

حضرت مولانا غلام قادر بھیروی (جنہوں نے اردو میں اسلام کی
 گیارہ کتابیں لکھیں اور بے شمار خلقِ خدا ان سے استفادہ ہوئی) نے بحر الحقیقت

لہ شاہ فضل رسول بدایونی : سیف الجبار (مکتبہ رضویہ، لاہور ۱۹۷۳ء) ص ۶ - ۸۵

لہ ایضاً : ص ۸۸

(مطبع محبوبی، دہلی ۱۰۶۶ھ ص ۱۲) کے حوالہ سے فتوے کا خلاصہ نقل کیا ہے اور خلاصہ نقل کرنے سے پہلے فرماتے ہیں :-

” یہ آج کی بات نہیں بلکہ ایسے مباحثے و مذاکرہ مصنف

تقویۃ الایمان سے دہلی میں علماء و فضلاء اہل سنت و جماعت نے کئے تھے اور اس وقت مصنف مذکور مغلوب ہو گیا تھا لیکن

اب ہوائے نفسانی کو کام فرما کر اپنی عادت سے باز نہ آیا، اس پر

کئی فتوے تکفیر کے باعث تصنیف کتاب مذکورہ کے تحت یہ

ہوئے ” لہ

فتوے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :-

” اور اکثر علماء شاہ جہان آباد کی مہر میں اس پر ثبت ہیں ” لہ

علامہ فضل حق خیر آبادی نے تقویۃ الایمان کی اس عبارت پر

” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ ”

گرفت فرماتے ہوئے مسئلہ اقتناع النظر پر بھی بحث کی تھی کہ اوصاف کاملہ میں

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر ممتنع بالذات ہے اور اس پر ایک دلیل

یہ دی کہ :-

” اگر ایجاد و تکوین کا تعلق اوصاف کاملہ میں نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر کے ساتھ صحیح ہو تو اللہ تعالیٰ کے

جھوٹ کا صحیح ہونا لازم آئے گا کیونکہ اوصاف کاملہ میں حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر اور آپ کا مساوی نبی ہی ہو گا اور حضور

لہ غلام قادر بھیروی، امام علامہ : اسلام کی آٹھویں کتاب (جے این سنت سنگھ لاہور ۱۹۳۹ء) ص ۵-۴

ص ۹

لہ ایضاً :

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد انے نبی کا وجود نص قرآنی و لکن
 ترسول اللہ و خاتم النبیین کے کذب کو مستلزم ہے
 اور جھوٹ چونکہ عیب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے محال
 بالذات ہے۔“

مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے عقیدہ امکانِ نظیر کی حمایت میں کہہ دیا کہ
 اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ہونا (معاذ اللہ) ممکن ہے، اس سے ایک اور بحث کا دروازہ
 کھل گیا۔ مولوی محمد بن عبدالقادر لودھیانوی (دیوبندی) نے ایک رسالہ تقدیس
 الرحمن عن الکذب والنقصان لکھا اور مسئلہ امکانِ کذب کا شدید رد کیا، چنانچہ
 لکھتے ہیں :-

” فریق اول کا یہ دعوے کہ خدا تعالیٰ کی کلام میں کذب ممکن ہے
 سخت بے جا ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ عدم اس کا برخلاف ممکن کے
 ضروری ہے، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے علمائے اسلام نے کذب کا
 امتناع ثابت کیا ہے، کتب تفسیر و عقائد و اصول میں یہ مسئلہ مشروحاً
 موجود ہے۔“ لہ

چند دلائل دینے کے بعد لکھتے ہیں :-

” اس مسئلے میں مولوی اسماعیل صاحب نے اعلیٰ درجے کی غیر مقلدی
 کا رتبہ حاصل کیا کیونکہ ادنیٰ درجے کی غیر مقلدی تو صرف یہی ہے کہ ہم
 امانِ دین کی تقلید نہیں کرتے، آیات و احادیث پر عمل بموجب فہم
 اپنے کے کرتے ہیں اور اعلیٰ درجے کی غیر مقلدی یہ ہے کہ قرآن حدیث

کی بھی تقلید نہ کی جاوے جیسا اپنے زعم میں آوے، گو آیاتِ قطعیہ اور جمہورِ عقلاء کے مخالف ہو، درست ہے جیسے مولوی اسماعیل صاحب نے کذب کا امکان کلامِ ربانی میں مخالفِ اولہ نقلیہ و عقلیہ کے جائز رکھ کر مع متبعین مورداً یہِ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ کے ہوئے: ۱۷

البتہ مولوی محمد لدھیانوی نے مسئلہ امتناعِ النظر میں شاہِ فضلِ حق خیر آبادی کی مخالفت کی ہے اور لکھا ہے :

”مولوی فضلِ حق صاحب اور متبعین ان کے مثل مولوی غلام دستگیر صاحب قسوری وغیرہ نظیر خاتم النبیین کو ممتنع بالذات قرار دینے میں سخت غلطی پر ہیں، دلائل عقلیہ و نقلیہ بالکل ان کے مخالف ہیں“ ۱۷

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ فضلِ حق خیر آبادی کی کوئی تصنیف مولوی محمد لدھیانوی کے سامنے نہیں تھی اس لئے علامہ کی کسی دلیل کو نقل کر کے اس کا جواب نہیں دیا۔ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ کے رد میں اعلیٰ حضرت امامِ اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے متعدد رسائل تحریر فرمائے ہیں جو سبحان السبوح میں چھپ چکے ہیں، آج تک بفضلہ تعالیٰ کسی کو ان کے جواب دینے کی ہمت نہیں ہوئی۔

۱۷ مولوی محمد : تقدیس الرحمن ، ص ۸ - ۷

۱۸ ایضاً : ، ص ۱۳

مولانا احمد حسن کانپوری نے رسالہ مبارکہ تنزیہ الرحمن عن شائبة
الکذب والنقصان لکھا اور اس میں مناظرہ بہاولپور کے دیوبندی استدلال
پر بھی کلام کیا ہے

مولوی محمود حسن دیوبندی نے اس کے جواب میں الجہد المقل
لکھی جس میں اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ کا امکان ثابت کرتے کرتے
تمام افعال قبیحہ قدرتِ باری تعالیٰ کے تحت داخل ہونے کا اعتراف کر گئے
ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں :-

” افعالِ قبیحہ کو مثل دیگر ممکناتِ ذاتیہ مقدورِ باری جملہ اہل حق
تسلیم فرماتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو اُون (اُن) کے صدور میں ہے
نفسِ مقدوریت میں اصلاً کوئی خرابی نظر نہیں آتی “
چند سطور کے بعد لکھتا ہے :-

” بالجملہ قبائح کے صدور کو ممکن بالذات کہنا بجا اور مذہبِ
اہل سنت ہے البتہ بوجہ امتناع بالغبیران کے تحقق و فعلیت
صدور کے کبھی نوبت نہیں آسکتی “

مولانا حکیم سید برکات احمد ٹونکی نے الصمصام القاضی لمرأس
المفتزی علی اللہ الکذب اور مولانا مفتی محمد عبدالشہد ٹونکی نے عجالة الراكب
فی امتناع کذب الواجب لکھ کر عقیدہ امکانِ کذب کا ردِ بلیغ فرمایا۔
حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ نے ۱۹ محرم ۱۳۳۱ھ

۱۷ محمود احمد قادری، مولانا شاہ : تذکرہ علمائے اہل سنت (مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ) ص ۲۸

۱۸ محمود حسن دیوبندی : الجہد المقل (مطبع بلالی، ساڈھورہ) ج ۱، ص ۲۱

۱۹۱۲ء کو انجمن نسوانیہ، لاہور کے پچیسویں سالانہ جلسہ میں تقریر فرمائی، مشہور
 محدث حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ بھی تشریف فرما تھے،
 حضرت نے اپنے خطبہ میں مسئلہ امتناع نظیر اس عمدگی سے بیان کیا کہ اہل علم
 غش غش کراٹھے، فرمایا :-

و اول ظهورات حین الرحمن علی
 العرش استوی، ثانی شیونات المبشر بہا
 ارسلناک الامم حمتہ للعلمین کما ان اخر
 اخر رحمتہ رینبغی ان یکون کما ان اخر
 رحمتہ، اذا ما یشفع عندہ الا باذنہ
 اول اذناتہ، فهو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 اول ما خلق اللہ نورہ کما ان اخر بخاتم
 النبیین ظهورہ و من ہنا امتنع مثله و
 نظیرہ، فان الاول لیس بثنان و کما ان الثانی
 لیس باول، فامتناع شریک الباری عز
 اسمہ من ذاتہ کما ان عدم امکان نظیرہ
 صلی اللہ علیہ وسلم من حیث بعض صفات
 ظاہران المقدورات غیر محیطہ بالمعلومات
 فاتضح الامر باوضح الدلالات بغير مدخل
 مسئلہ امکان الکذب و امتناع اللہم امرنا حقیقتہ
 الاشیاء کما ہی لہ

لہ فیض احمد، مولانا : مہر منیر ، ص ۲۶۲

” اس کا پہلا ظہور الرحمن علی العرش استنوی کے وقت تھا، اس کی دوسری شان وہ ہے جس کی بشارت و ما ارسلناک الا رحمة للعالمین میں دی گئی ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی آخری رحمت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نہیں سب سے پہلے شفاعت کی اجازت دی جائے گی، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا جیسے کہ خاتم النبیین ہونے کی حیثیت سے آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہے، اس بنا پر آپ کی مثل اور نظیر ممنوع ہے کیونکہ اول ثانی نہیں ہو سکتا جیسے کہ ثانی اول نہیں ہو سکتا، شریک الباری، ذات الہی کے اعتبار سے ممنوع ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظیر آپ کے بعض اوصاف کے اعتبار سے ممنوع ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ تمام معلومات، قدرت کے تحت داخل نہیں (واجب اور ممنوع، معلوم ہیں لیکن قدرت کے تحت داخل نہیں) مسئلہ امکان کذب اور انتزاع کذب کو دخل دے بغیر مسئلہ (انتزاع نظیر) نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا، اے اللہ! ہمیں اشیاء کی حقیقت واقف دیکھا۔“

سیف الجبار کے حوالہ سے اس سے قبل بیان ہو چکا ہے کہ علامہ فضل حق خیر آبادی کا مولوی اسمعیل دہلوی سے تحریری مناظرہ بھی ہونا رہا جس میں مولوی اسمعیل دہلوی عاجز و ساکت ہوئے، تحقیق المقتولے کے جواب مولوی اسمعیل دہلوی کے شاگرد مولوی حیدر علی ٹوٹکی نے ایک رسالہ لکھا جس کے رد میں حضرت علامہ نے انتزاع النظر ایسی شہرہ آفاق کتاب فارسی میں لکھی جس کا جواب آج تک کسی سے نہ بن سکا۔ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف

بہاری سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ کی کوشش سے انتقالِ نظیر
ایک دفعہ چھپی، کوئی صاحب ہمت اگر اس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کرے
تو یہ بڑی علمی و دینی خدمت ہوگی۔

تحقیقِ الفتویٰ، مسئلہ شفاعت پر بے نظیر کتاب ہے اس میں
اگر مباحث ہیں تو اہل محبت کے لئے فضائل و مناقب کا خاصا ذخیرہ بھی موجود
ہے، اس کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علامہ صرف منطق و حکمت
اور ادب عربی پر ہی کامل دسترس نہیں رکھتے تھے بلکہ علوم دینیہ تفسیر،
حدیث اور اصول فقہ میں بھی گہری نظر رکھتے تھے، بلاشبہ یہ کتاب باب
نظر اور اہل محبت کے لئے ارمانِ عظیم ہے۔ اصل کتاب چونکہ فارسی زبان
میں تھی اس لئے فارسی کے ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔
ہماری معلومات کے مطابق یہ کتاب اس سے پہلے نہیں چھپی
حیرت کی بات ہے کہ اتنی اہم کتاب ایک سو ساٹھ سال تک منظر عام پر
نہ آسکی جب کہ تقویۃ الایمان کے بیسیوں ایڈیشن چھپ گئے، دراصل
جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے زیادہ مصائب و آلام کا شکار علماء
اہل سنت ہوئے۔

انگریزوں کی نظر میں قابلِ عتاب اہل سنت ہی تھے، پھر جب پریس
پر ہندوؤں کا اثر و نفوذ بڑھا تو بھی ان کے قہر و غضب کا ہدف علماء اہل سنت
ہی تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ لٹریچر کی اشاعت کے میدان میں وہ کام نہ ہو سکا جو
ہونا چاہئے تھا اگرچہ تصنیف و تالیف کے میدان میں اہل سنت نے بڑا کام
کیا لیکن اس کی خاطر خواہ اشاعت نہ ہو سکی، گھٹن زدہ ماحول میں اشاعتی
ادارے بھی کچھ زیادہ قائم نہ ہو سکے، اسی سبب سے اہل سنت کا لٹریچر ضرورت

کے مطابق دستیاب نہ ہونا تھا، اب مجددِ نعلی پاکستان میں متعدد اشاعتی ادارے قائم ہو چکے ہیں اور ان کی طرف سے بڑی مقدار میں لٹریچر سامنے آ رہا ہے۔ یہ ادارے اگر منظم طریقے پر کام کریں تو ان کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

تحقیق الفتوے کا ایک مخطوطہ مولانا عبدالقادر شہید بانی جامعہ قادریہ فیصل آباد کے پاس تھا۔ برادرِ محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ آستانہ عالیہ حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد حسینی قادری قدس سرہ نے ۱۹۵۸ء میں ان سے لے کر نقل کیا۔

مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ نعلی کی معرفت معلوم ہوا کہ اس کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں موجود ہے، انہی کے توسط سے دونوں نسخوں کے مقابلہ کا موقع ملا، ۲۱ نومبر ۱۹۷۳ء کو راقم الحروف تقابل سے فارغ ہوا۔

گزشتہ سال ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء رمضان المبارک کی تعطیلات میں اس کا ترجمہ کرنے کا موقع ملا، اتنے مراحل کے بعد اب یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، پہلے اردو ترجمہ اور آخر میں اصل کتاب فارسی رکھی گئی ہے تاکہ عام قارئین کے لئے آسانی رہے۔ فارسی نسخہ کے حواشی میں دونوں نسخوں کا اختلاف دکھایا گیا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے نسخہ کے لئے (پ) اور ذاتی نسخہ کے لئے (ذ) علامت استعمال کی گئی ہے۔

ان دونوں نسخوں کے علاوہ ایک تیسرا قلمی نسخہ قاضی صدر الدین شری (ہری پور) کے کتب خانہ میں موجود ہے، مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمہ اللہ نے

نے راقم کو بتایا تھا کہ وہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ ایک نسخہ مولانا صاحبزادہ عبدالصبور صاحب (گکھڑ منڈی) کے پاس ہے، افسوس کہ راقم الحروف آخر الذکر نسخوں کی زیارت نہیں کر سکا۔

تحقیق الفتوے کی اہمیت کے لئے علامہ فضل حق خیر آبادی کا نام ضمانت کی حیثیت رکھتا ہے، کتاب کے آخر میں دہلی کے مشہور اکابر کی تصدیقی مہریں ثبت ہیں۔ اس سے کتاب کی ثقاہت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

یکم رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

چوڑ سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو خوش کر دیجئے کہ بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفاعت و جاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیق سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کہ وڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فرش تک اُلٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو مہن ارادے ہی سے ہر چیز ہو جاتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔

اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ بگاڑ سکے اور نہ کچھ سوار سکے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ نرادول میں سے یا بیگمات میں سے یا کوئی بادشاہ کا معشوق اس چوڑ کا سفارشی ہو کہ کھڑا ہو جاوے اور چوڑ کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے

لاچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں، یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس لہجے سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفیق سمجھے، وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو حبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح القدس اور روح الامین فرمادے مگر پھر مالک مالک ہے اور غلام، غلام، کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا کہ حجت ہرم خوشی سے بھکتا ویسا ہی اس کی بیعت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھیرا یا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا، اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سر و آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتنا اور رات دن اس کی منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھتے میرے حق میں کیا حکم فرمادے؟ اس کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس

آئین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وادہ کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو طاہر میں اس کی سفارش کا نام کر کے اس چورہ کی تقصیر معاف کر دیتا ہے، اس امیر نے اس چورہ کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چورہ کا تھانگی، جو چورہ کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا ہے تو آپ بھی چورہ جاتا ہے، اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں، یعنی یہ سفارش خود مالک کی پروا تھی سے ہوتی ہے، اللہ کی جناب میں ایسی قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی کی شفاعت کا قرآن و حدیث میں مذکور ہے اس کے معنی یہی ہیں۔

ہر بندے کو چاہئے کہ ہر دم اللہ ہی کو پکارے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے اور حمایتی بھی اور جہاں تک خیال دوڑتا ہے اللہ کے سوائے کہیں اپنا بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور الرحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ اپنی ہی رحمت سے بخش دیگا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا شفیع بنا دے گا۔

اس قائل کا یہ قول حق ہے یا باطل، کچھ بھی ہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند مقام کی توہین و تنقیص پر دلالت کرتا ہے یا نہیں؟ اگر اس جرم عظیم اور بہت بڑی جرأت پر دلالت کرتا ہے تو اس کا قائل دینی اعتبار سے کون ہے اور

تشریح اس کا کیا حکم ہے؟

چونکہ یہ مسئلہ مسائلِ دینیہ سے ہے اور حضورِ افضل الرسل سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان سے متعلق ہے اس لئے مخلص علماء سے امید ہے کہ حقیقتِ حال کے بیان کرنے اور سوال کے جواب میں کسی کی روئے رعایت نہیں کریں گے اور بلا خوفِ لومۃ لائم، کلمہ حق آشکارا فرمائیں گے اور بلا حیل و حجت صحیح جواب تحریر فرمائیں گے، اور تلبیس و التباس کے دفع کرنے میں ذرہ برابر تساہل نہیں فرمائیں گے تاکہ بدایت کے متلاشی قولِ مذکورہ کو حق و صواب نہ سمجھنے لگیں۔

جواب

وہ بات جو ان کے منہ سے نکلتی ہے بہت بڑی ہے، وہ صرف جھوٹی بات کہتے ہیں، یہ بے فائدہ کلام جو جھوٹے اقوال اور عجیب و غریب غلط باتوں پر مشتمل ہے، درستی اور سچائی کے ساتھ ذرہ برابر تعلق نہیں رکھتا، اس کا قائل، شفاعت کی قسمیں بیان کرنے ہوئے متقدم اور شنیعہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس نے متقدمین اور متاخرین کے نزدیک بالاتفاق اشرف الاشراف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع میں تنقیص سے اپنے ایمان کی آبرو و ضائع کی اور بے علموں کے تاریک دلوں میں فتنہ اور گمراہی کا بیج بویا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل چار مقام میں تحریر کی جائے گی۔

پہلا مقام، عام شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام میں ہوگا، اس میں حضورِ مرجعِ خلافت، قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ہوگا، ضمناً اس کلام کے فساد کے بعض کی طرف اشارہ ہوگا۔

دوسرا مقام اس بے فائدہ گفتگو کے رد میں جسے یہ قائل حضورِ سید الاولین

الآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں زبان پر لایا ہے۔
 تیسرا مقام، اس امر کے اثبات میں کہ یہ پُرسنلاست گفتگو اس ذاتِ کریم کی توہین و
 تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہِ الہی کے مقربین کے سردار ہیں۔
 چوتھا مقام، علماء شریعت کے نزدیک اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حکم میں۔

پہلا مقام

شفاعت کے اقسام | شفاعت، سفارش کو کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں :
 (۱) گناہوں کی بخشش کے لئے۔ (۲) مراتب کی بلندی
 کے لئے۔

ایک شخص دوسرے کے سامنے کسی کی سفارش کرتا ہے تو وہ اس لئے مقبول
 منظور ہوتی ہے کہ پہلے شخص کو دوسرے کے سامنے عزت و شرافت حاصل ہوتی ہے،
 عزت و شرافت کی چند وجہیں ہوتی ہیں :

شفاعت و جاہت | (۱) جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اس نے سفارش
 کرنے والے کو اپنی بارگاہ میں قرب عطا کیا ہے اور
 اپنے متعلقین میں اسے عزت و امتیاز بخشا ہے، ان عزتوں میں سے ایک یہ ہے کہ
 دیگر ماتحت افراد کے مراتب کی بلندی اور گناہگاروں کی معافی کے لئے اسے بات کرنی
 اجازت ہے، اس کی عرض قبول کی جاتی ہے اور اس کی سفارش مانی جاتی ہے، اگر اس
 معزز شخصیت کی عرض اور سفارش کو نہ مانا جائے تو اس کے رنجیدہ ہونے سے اس شخص
 کو (جس کی بارگاہ میں سفارش کی گئی ہے) کوئی رنج یا نقصان نہیں پہنچے گا لیکن اس کی
 عرض کو نہ ماننا اور اس کی بات کو اہمیت نہ دینا اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کے
 خلاف ہے جو اس شخص کو دی گئی ہے، یہ شفاعت و جاہت ہے۔ اس میں یہ

شرط نہیں ہے کہ جس کے پاس سفارش کی گئی ہے، اسے شفاعت کرنے والے کی ناخوشی سے خطرہ ہو اور سفارش قبول نہ کرنے کی صورت میں نقصان کا خوف ہو کیونکہ شفاعت کا معنی سفارش اور وجاہت کا معنی لحاظ اور عزت ہے، کسی لفظ سے ڈراؤ نہ فکر نہیں سمجھا جانا بایں ہمہ ہر شخص جانتا ہے کہ شفاعت اور سینہ زوری الگ الگ ہیں سفارش میں سینہ زوری نہیں ہوتی، اگر کوئی شخص کسی کی بات نقصان یا ضرر کے ڈر سے مانتا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے سفارش مان لی، یہ سفارش کا ماننا نہیں بلکہ اپنے نقصان اور ضرر کو دور کرنا ہے، اسے اطاعت کہا جاسکتا ہے کیونکہ نافرمانی کی صورت میں نقصان کا خوف ہوتا ہے، سفارش قبول کرنے میں کوئی خوف شامل نہیں ہوتا مثلاً ایک صاحب اقتدار بادشاہ اپنے ہمنشینوں میں سے کسی کو اتنا مقام و مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اسے حاجت مندوں کی حاجتیں پیش کرنے اور مجرموں کے لئے معافی چاہنے کی اجازت ہے، اسے دوسروں کی نسبت یہ خصوصیت حاصل ہے، وہ شخص بادشاہ سے کسی ایسے گناہ کے بخشنے کی درخواست کرتا ہے جسے بخش دینا بادشاہ سے بعید نہیں ہے، بادشاہ اس کے جاہ و منزلت کا لحظہ کرتے ہوئے وہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس مقرب کی سفارش قبول کر کے اس کی عزت افزائی کرتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اپنے کارخانہ سلطنت میں خلل کے خوف سے سفارش قبول کی ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے مقرب ترین خادم کے مقام کی رعایت اور اس کی دلدادگی کے لئے اس کی سفارش قبول کی ہے اور مجرموں کے گناہ معاف کر دئے ہیں اور اگر کوئی شخص برائے نام بادشاہ ہو اور امور مملکت کے بست و کشاد اور قوانین سلطنت کے نفاذ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، دوسرے لوگ حکومت کے تمام شعبوں پر مسلط ہوں، ملک کے بست و کشاد اور نظم و ضبط پر مکمل اختیار رکھتے ہوں، ان ارباب اقتدار میں سے کوئی شخص برائے نام بادشاہ سے کسی مجرم کی معافی کا مطالبہ کرتا ہے اور بادشاہ اس خوف سے کہ اگر اس کے کہنے پر عمل نہ کیا تو

اس سے ضرر پہنچنے کا یعنی ظاہری حکومت بھی جاتی رہے گی، اس کے کینے پر عمل کرتا ہے اور مجرم کا گناہ معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ نے اس کی شفاعت قبول کر لی ہے بلکہ بادشاہ فی الواقع ان لوگوں کا تابع اور پابند ہے اور ان کی بات ماننے پر مجبور ہے، اسے فرمانبرداری اور اطاعت تو کہا جاسکتا ہے، قبول شفاعت نہیں کہا جاسکتا۔ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ وجاہت و عزت، خوف اور اندیشہ کے بغیر قبول شفاعت کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ تو ہونی عقلی دلیل، اب سنئے نقلی دلیل۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں فرماتا ہے اور دنیا و آخرت کی وجاہت سے ان کی تعریف فرماتا ہے:

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

” دنیا اور آخرت میں وجاہت (عزت) والے اور مقربین میں سے ہیں “

مفسرین اُخروی و جاہت کو شفاعت پر محمول فرماتے ہیں۔ علامہ بیضاوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا السُّبُوَّةُ وَفِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ

” یعنی وجاہت دنیا میں نبوت ہے اور آخرت میں شفاعت “

جس کے پاس سفارش کی گئی ہے اسے سفارشی سے محبت ہو، محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی رضا جوئی اور

ہر طرح اس کے دل کو خوش کرنا منظور ہوتا ہے، دل شکنی اور رنج کے اسباب اس سے دور رکھے جاتے ہیں کیونکہ محبت، محبوب کی دل شکنی بلکہ دوست دوستوں کا دل دکھانے کے روادا نہیں ہوتے، اہل محبت محبوبوں کی دل آزاری گوارا نہیں کرتے، ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور ان کی سفارش قبول کرتے ہیں اور اکثر ان کی سفارش قبول کئے ہیں

یہ امر ملحوظ نہیں ہوتا کہ اگر ان کی سفارش قبول نہ کی گئی تو غیظ و غضب میں آکر ان کو رنجیدہ کر سکتے ہیں یا غصہ میں آکر ان کے دلوں کو صدمہ پہنچا سکتے ہیں کیونکہ دلداری محبت کا تقاضا ہے اور محبوب کی بات مان لینا اس صفت کو لازم ہے، یہ حال اس شخص سے پوچھا جاسکتا ہے جو محبت رکھتا ہو، یہ حقیقت عقلاً اور نقلاً ثابت ہے۔

عقلی ثبوت تو بیان ہو چکا، نقلی ثبوت ملاحظہ ہو، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم فرماتے ہیں :

كَمَا شَعَثَ أَغْبَرَ ذِي طَمِرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَكَ
لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَا بَرَّةَ -

” بہت سے گرد آلود بالوں والے خاکسار، جن کے پاس دو پرانی چادروں کے علاوہ کچھ نہ ہو اور جنہیں کوئی اہمیت نہ دی جاتی ہو ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حق میں قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کر دے گا“

یعنی اللہ تعالیٰ ان کی دلداری کرے گا اور جس بات کی انہوں نے قسم کھائی ہے اسے پورا کر دے گا اور ان کی خواہش رد نہیں فرمائے گا۔

غور کیجئے! یہ تمام تقاضائے محبت ہے ورنہ یہ خاکسار، اللہ تعالیٰ کو کونسا رنج یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟

ہاں بارگاہ ایزدی کے محبوبوں کی شان وہ ہے جو حدیث قدسی میں وارد

ہوتی ہے :

فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ
وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِئُ
بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا (وفی روایت) وَلِسَانَهُ

الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ -

”جب میں اس بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (اور ایک روایت میں ہے) اس کی زبان ہوتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے (یعنی ان کے اعضاء میری قدرت کے منظر اور میری رضا کے پابند ہوتے ہیں)

اس حدیث قدسی کی بنا پر محبوبانِ الہی کے قرب، عزت اور ان کی محبوبیت کے آثار پر ایمان لانا چاہئے۔ شفاعت کی مقبولیت کی دیگر وجوہ بھی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سفارش کرنے والے کو مستشفع الیہ (جس کے سامنے سفارش کی گئی) کے نزدیک عزت اور امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے چونکہ ان وجوہ کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے اس لئے اسی بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد سنیے !

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام مخلوق انسان ہوں یا فرشتے، نبی ہوں یا امتی، بادشاہ ہوں یا خدام، جہاں تک بندگی کا تعلق ہے یکساں نسبت رکھتی ہے کسی کو کسی لحاظ سے اس کے ملک و اقتدار میں شرکت یا اس کے ارادہ و اختیار میں مزاحمت یا اس کے حکم اور فعل میں تابِ مقابلہ نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے اس کے مطابق فیصلہ فرماتا ہے اور جس طرح اس کا ارادہ ہوتا ہے، کائنات میں تصرف فرماتا ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہمسر، نہ مددگار ہے نہ کارساز، اسے کسی وزیر کی امداد اور کسی مددگار کے تعاون کی حاجت نہیں ہے، کسی کی رضا اور خوشنودی سے اس کی مملکت میں رونق کا اضافہ نہیں ہوتا، نہ ہی کسی کی

ناراضگی سے اس کے کارخانہ حکمت میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

ہاں اس نے اپنی مخلوق کو مختلف مراتب اور مقامات دے کر پیدا کیا ہے، ان کے مراتب و درجات میں بہت فرق دکھا ہے، بعض کو برگزیدہ اور بارگاہِ قدس کا مقرب بنایا اور بعض کو مردود، ذلیل اور گمراہ کیا، دونوں قسموں میں مختلف مراتب اور متفرق درجات رکھے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے درجات کے مطابق مقام و مرتبہ عطا فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے مطابق عزت و کرامت عطا فرمائی، ان میں سے ہر ایک کو بارگاہِ الہی میں جتنی عزت اور خداوندی محبت ہے، اس کے مطابق ان کے وابستگان اور متوسلین کی دینی اور دنیاوی حاجتوں کے بارے میں ان کی سفارش قبول فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ کے مقربین کو ان کے مراتب کے مطابق اجازت عطا فرماتا ہے کہ اپنے متعلقین اور متوسلین کے لئے دنیا و آخرت میں مصیبت اور عذاب کے دفع کرنے اور منافع کے حصول کے لئے سفارش کریں، اس عزت افزائی کے ذریعے انہیں مخلوق میں ممتاز فرماتا ہے۔

اسی لئے اکثر لوگ ہر دو جہان کی حاجتوں میں ان سے شفاعت اور سفارش کے طلبگار ہوتے ہیں اور ان مقربین کی شفاعت کے فیض سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے، ان کی شفاعت اکثر مقبول ہوتی ہے اور قول و فعل سے ان کی ایذا رسانی اور بے ادبی کے درپے ہونے والے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو کر دین و دنیا کو برباد کر چکے اور کرتے ہیں اور کہیں گے، چونکہ بارگاہِ الہی مقربین کی عزت و وجاہت ان کی شفاعت اور ان کے سوال کی قبولیت کا سبب ہے اسی لئے دوسروں کی نسبت صالحین کی دعائیں زیادہ مقبول ہوتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ازراہِ عنایت یہ بات نہ مانے یا بد عقیدگی کی بنا پر اسے شک لاحق ہو تو اسے کتب صحیح میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اسے معلوم ہو کہ جن حضرات نے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دعا کی گزارش کی یا شفاعت کی درخواست کی وہ دنیا و آخرت میں خیرات و برکات سے مالا مال ہوئے اور جو لوگ درپے ایذا اور بے ادبی ہوئے وہ بلا کنوں میں گرفتار ہوئے اور جہنم کے نچلے طبقوں میں داخل ہوئے۔

جب شفاعت کا معنی سفارش ہے اور بارگاہِ الہی میں شفاعت کے منظور ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی کو اس کے کارخانہ تقدیر پر تسلط حاصل ہو، یا سفارش کرنے والے کی دل شکنی کے سبب اس کی مملکت میں خلل کا احتمال ہو یا اسے ضرر کے لاحق ہونے، منافع کے فوت ہونے یا رنج و ملال عارض ہونے کا اندیشہ ہو (حاشا و کلا یہ کسی کا عقیدہ نہیں ہے) بلکہ شفاعت کے مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل محبت و اطاعت کو بیش از بیش انعام و اکرام سے نوازا ہے اور ان کے درجات دوسری مخلوق سے بلند فرما کر انہیں اپنی بارگاہ کا مقرب بنایا ہے۔

اب شفاعت کے ثبوت اور بارگاہِ الہی میں مقبول ہونے کی

شفاعت اور دعا

دلیل سنیے :

بارگاہِ الہی میں ایک شخص کے دوسرے شخص کے لئے شفاعت کرنے اور دعا کہنے میں کوئی فرق نہیں، یہ دو لفظ ہیں جن کا معنی ایک ہے اور دعا دو حال سے خالی نہیں، یا تو کہا جائے کہ دعا لغو اور بے فائدہ فعل ہے، کارخانہ قضا و قدر کسی انسان کی دعا کسی نفع کے حصول یا کسی نقصان کے دور کرنے میں اثر نہیں رکھتی، دعا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، یا کہا جائے کہ دعا کرنے سے اللہ تعالیٰ مقصد پورا کر دیتا ہے، طالب عطا کر دے جاتے ہیں اور مصیبتیں دور کر دی جاتی ہیں، پہلی صورت باطل اور کتاب سنت کی نصوص کے مخالف ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ

”اے حبیب! ان کے لئے دعا کیجئے، بے شک تمہاری دعا ان کے اطمینان“

سکون کا سبب ہے۔“

اس کے علاوہ بے شمار آیات ہیں۔

حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

لَا يَرُدُّ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ

”قضا کو صرف دعا لوٹا سکتی ہے۔“

اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں وارد ہیں، علماء دین کی تصانیف، حسن حسین

وغیرہ جو ہر جگہ اہل علم کے پاس موجود ہیں، انہی دعاؤں کے جمع کرنے کے لئے رکھی گئی ہیں، دعا کی فضیلت، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہونے اور بارگاہِ الہی میں اس کی مقبولیت کا انکار صریح کفر ہے جس۔ نصوصِ قرآن و حدیث کا انکار لازم آتا ہے، ثابت ہوا کہ دعا حصولِ مقصد کا ذریعہ ہے اور یہ بارگاہِ الہی میں مقبول ہوتی ہے۔

اب غور فرمائیے کہ کیا انبیاء اور عوام الناس
انبیاء و اولیاء کی دعاؤں کی قبولیت

اور اشقیاء، نیچوں اور بدکاروں مقربان

حضرت باری تعالیٰ اور مردودِ بارگاہ، مومنین صالحین اور بد بخت کافروں کی دعائیں مقبولیت کی کمی اور زیادتی میں برابر ہیں یا انبیاء و اولیاء، ابراہیم اور مومنین صالحین کی دعائیں عوام، اشقیاء، اشرار و کفار کی دعاؤں سے زیادہ مقبول ہوتی ہیں اور اکثر طور پر حصولِ مراد کا ذریعہ ہوتی ہیں، پہلی شق باطل ہے، چند دلیل ملاحظہ ہوں :

(۱) عقلی کہ دعا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مقبول ہوتی ہے اور اس کی رحمت

نیچوں کے قریب اور بدکاروں سے بعید ہوتی ہے، انبیاء و اولیاء، ابراہیم و صالحین کو رحمتِ الہیہ کے قرب و بعد میں عوام الناس، اشقیاء، اشرار اور مفسدہ پردازوں کے برابر جانا کفر اور الحاد ہے۔

(۲) دلیلِ سمعی : احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ انبیاء و صالحین کی دعائیں

عامۃ الناس اور خطا کاروں کی نسبت زیادہ قبول ہوتی ہیں اور حصولِ مدعا کا اکثر سبب بنتی ہیں اس امر کی حقیقت کا انکار بھی کفر اور زندقہ کی طرف لے جائیگا اور درحقیقت نبوت و ولایت کے انکار تک پہنچا دے گا۔

لہذا دوسری شق منعیں ہو گئی اور واضح ہو گیا کہ دعا کی قبولیت، قرب اور نیکی کی علامت ہے، ہر شخص کو اجازت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنی ذات کے لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے دعا کر سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مومنوں کو اس کے لئے دعا سے منع نہ فرمایا ہو جیسے کہ مشرکین کے لئے دعا کرنے سے ممانعت فرمائی ہے،

ارشادِ ربانی ہے :

مَا كَانَ لِلشَّيْءِ وَالذَّيْنِ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا
لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْا اَوْلِيَٰ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ
اَنْهُمْ مِّنْ اَصْحَابِ الْجَحِيْمِ .

”نبی اور مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی

دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہوں جبکہ ظاہر ہو چکا کہ وہ جہنمی ہیں۔“

اسی لئے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممانعت سے پہلے

مشرکین اور آذر کے لئے مغفرت اور توفیقِ ایمان کی دعا کی :

فَلَمَّا تَبَيَّنَ اَنْهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّآ مِنْهُ وَاِنْ اٰبْرٰهِيْمَ
لَا وَاٰهٖ حَلِيْمٌ .

”جب حضرت ابراہیم پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے تو اس سے بیزاری

کا اظہار کیا، بے شک ابراہیم علیہ السلام نرم دل اور حلیم ہیں۔“

اسی رقتِ قلبی کی بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نہیں چاہتے تھے کہ حضرت لوط

علیہ السلام کی قوم پر عذاب آئے۔

ارشادِ یاری تعالیٰ ہے :

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَ جَاءَهُ
الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۗ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ
أَوَّاهٌ مُّنتَبِتٌ ۖ

”جب ابراہیم علیہ السلام سے اضطراب دور ہوا اور انہیں بشارت پہنچی
تو قوم لوط کے بارے میں ہم سے مجادلہ کرنے لگے، بے شک ابراہیم (علیہ
السلام) حلیم، نرم دل اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔“
اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجادلہ کو ناپسند نہیں فرمایا بلکہ
حکم اور رقتِ قلبی سے تعریف فرمائی جو مجادلہ کا باعث بنی تھی۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا :

يَا إِبْرَاهِيمُ ۖ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۖ اِنَّكَ قَدْ جَاءَ
اَمْرٌ رَبِّكَ ۗ وَاِنَّهُمْ لَتِيهَةٌ عَنَّا ۗ بَكَّ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۗ
”اے ابراہیم! اس سے اعراض کرو، تحقیق تیرے رب کا حکم آگیا
اور بے شک ان پر (مجادلہ یا دعا سے) نہ ٹلنے والا عذاب آنیوالا ہے۔“

اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قبولِ شفاعت کی دو شرطیں ہیں :

(۱) ایسے شخص کی سفارش کی گئی ہو جس کے لئے سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ
نے ممانعت نہ فرمائی ہو۔

(۲) سفارش کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا قرب حاصل ہو لہذا اگر مقرب
در بارِ الٰہی کسی ایسے شخص کی شفاعت کرے جس کی شفاعت سے ممانعت وارد نہ ہو تو
اس کی شفاعت مقبول ہوگی جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ
الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا -

” قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس صرف اس شخص کی شفاعت
فائدہ دے گی جسے اس نے اجازت دی ہوگی اور جس کا قول پسند ہوگا “
(یعنی بلند مقام اور پسندیدہ گفتگو والے کی شفاعت ہی فائدہ دیگی)
دوسرے مقام پر ارشاد ہے :

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ
صَوَابًا -

حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت کے دن رسولوں کے علاوہ کسی کو کلام کی
اجازت نہیں دی جائے گی اور جو شخص بارگاہِ الہی میں کوئی مرتبہ نہیں رکھتا اور اس کی
گفتگو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے اسے اس کے دربار میں بات کہنے
اور شفاعت کرنے کی طاقت نہیں ہوگی -

یا آئیہ کریمہ کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن شفاعت صرف ان گناہگاروں
کو فائدہ دے گی جن کی شفاعت کی اجازت اللہ تعالیٰ نے دی ہوگی اور ان کی گفتگو
یعنی شہادت کے دو کلمے (اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمدان
عبدا ورسولہ) اس سے پسند فرمائے ہیں -

امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں :

” یہ آیت اس امر پر بہت ہی مضبوط دلیل ہے کہ شفاعت فاسقوں کے
لئے مفید ہے “

دس) شفاعت بالاذن | شفاعت بالاذن کا معنی اس طرح سمجھنا چاہئے کہ مثلاً اگر
بادشاہ کے دربار میں ایسے مجرم کو بچھڑا کر پیش کیا جائے

کہ اس جیسے اکثر جرائم بادشاہ نے معاف کر دئے ہیں، کچھ مقرب جو بادشاہ کے سامنے بات کر سکتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ افراد میں عزت و مرتبہ کی زیادتی کے اعتبار سے ممتاز ہیں اس مجرم کی شفاعت کرنا چاہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے دربار میں شفاعت کے لئے لب کشائی کریں کیونکہ انہیں بادشاہ کے سامنے جرم کی معافی طلب کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور جرم ایسا نہیں ہے کہ بادشاہ نے عہد کیا ہو کہ اس جرم کے مرتکب کو ضرور سزا دے گا، ہو سکتا ہے کہ بادشاہ ان مقربین کے مقام اور مرتبہ کے پیش نظر جو اسی کا عطا کردہ ہے، سفارش قبول کر لے اور اس مجرم کو سزا نہ دے۔

ہاں ہر کس و ناکس جو بادشاہ کے سامنے بات کرنا تو کجا اونچا سانس تک نہیں لے سکتا، اس کی یہ مجال نہیں کہ مجرم کی طرف دیکھے، وہ خود کسی حیثیت کا مالک نہیں، اس کی بات کی کیا وقعت ہوگی شفاعت تو دور کی بات ہے۔

اگر جرم ایسا ہے کہ بادشاہ کی عادت ہے کہ اس کے بدلے ضرور سزا دیتا ہے تو کونسی ہمت نہیں پڑے گی کہ اس کی معافی کی درخواست کرے اور اس کی بخشش چاہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ بادشاہ نے عہد کر رکھا ہے کہ اس جرم پر ضرور سزا دی جائے گی لہذا کسی کی طاقت نہیں کہ سر اٹھا کر بادشاہ کو دیکھے اور اس مجرم کو چھڑا لے۔ شفاعت بالاذن کی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ خود بخود ازراہ مہربانی اس مجرم کا گناہ بخشنا چاہتا تھا، مقربین کی سفارش لغو اور بے فائدہ ہے کیونکہ بادشاہ نے خود رحم نہیں کیا بلکہ سفارشی کی سفارش بخشش کا سبب بنی ہے لہذا اگر مجرم کہے کہ بادشاہ نے از خود رحم فرما کر مجھے بخش دیا ہے اور شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے تو نعمت شفاعت کا ناشکر ہوگا۔

اس جگہ بُرے دل میں ایک شک گزرتا ہے کہ اگر شفاعت ایک شبہ کا ازالہ

بارگاہِ خداوندی میں مقبول ہو تو وہی صورتیں ہوں گی تقدیر

میں مجرم کی بخشش ثابت تھی یا نہیں اگر ثابت تھی تو شفاعت نے کیا کیا، تقدیر میں جو کچھ تھا وہ ہو کر رہے گا، کوئی شفاعت کرے یا نہ کرے اور اگر مجرم کی تقدیر میں نہیں تھی تو شفاعت کس طرح عقده کشائی کرے گی کیونکہ شفاعت، قضا کو تبدیل نہیں کر سکتی۔

یہ شبہ و ہم سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا، اگر یہ شبہ درست ہو تو اعمال شرعیہ کی تکلیف بلکہ تمام دینی، دنیاوی کوششیں باطل اور بے فائدہ ٹھہریں گی کیونکہ ایسی دو شقیں ہر جگہ جاری کی جاسکتی ہیں۔ اس شبہ کا حل یہ ہے کہ ہم پہلی شق اختیار کرتے ہیں کہ مجرم کی بخشش تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں مقرب جرم کی معافی چاہے گا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا جیسے کہ کامیابی اور ناکامی جو دیدہ تقدیر میں اس شرط کے ساتھ ثابت ہے کہ اگر فلاں شخص ایمان لائے گا، نیک عمل کرے گا، کامیاب ہوگا اور اگر برے کام کرے گا، ناکامی کا شکار ہوگا۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اسباب کے ساتھ پیدا کیا ہے اس چیز کا وجود ان اسباب سے وابستہ فرمایا ہے، اگرچہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہے تو اس چیز کو بغیر اسباب کے پیدا فرمادے۔ مثلاً اگر ایک آدمی دوسرے کو قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ نے مقتول کی موت قاتل کے فعل (قتل) کے سبب پیدا فرمائی ہے حالانکہ وہ قادر ہے کہ اگر چاہتا تو اس کی موت قتل کے سبب سے نہ ہوتی (بلکہ کسی اور طرح سے واقع ہو جاتی)

اب اگر کوئی شخص کہے کہ مقتول کی موت تقدیر میں ثابت تھی، قاتل کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا، قاتل سے قصاص کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟ اس کی یہ بات سماعت کے لائق نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں گناہ کی بخشش تقدیر میں ثابت تھی اور شفاعت کرنے والے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو اس کی

بات بھی قابل توجہ نہیں ہوگی۔

یہ گفتگو عام شفاعت کی حقیقت میں تھی۔

محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت |
انحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اولین و آخرین کے سردار، انبیاء و مرسلین سے افضل، بارگاہِ ایزدی میں سب سے زیادہ معزز اور بعد از خدائے قدوس تمام موجودات سے محبوب ترین ہستی ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام و مرتبہ اور عزت و فضیلت حاصل ہے کہ کسی مخلوق کو اس میں شرکت یا ہمسری حاصل نہیں ہے۔ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، آثارِ صحابہ و تابعین، ائمہ مجتہدین اور تمام علماء دین کے اقوال اس پر دال اور اس دعوے کی صداقت پر حجتِ قطعیہ اور برہانِ یقینی کا درجہ رکھتے ہیں، کسی مدعیِ اسلام کو اس کے خلاف مجالِ دم زدن نہیں ہے۔

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم |
پہلی آیت ملاحظہ ہو،
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

وَمَا أَسْأَلُكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

”اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے

رحمت بنا کر۔“

عالمین میں تمام اگلے اور پچھلے فرشتے، انسان اور ان کے مسوا داخل ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین سے پوچھا کہ تمہیں بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، میں اپنے انجام سے خائف رہتا تھا، اللہ تعالیٰ کے تعریف فرمانے پر :

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ

اے تفصیل کیلئے نبی امین، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ملاحظہ ہو۔

(مالکِ عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے)
 میں مطمئن ہو گیا ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود بھی تمام جہانوں کے لئے رحمت
 اور حضور کا وصال بھی رحمت تھا، چنانچہ فرماتے ہیں :

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ (الحدیث)

” میری ظاہری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میری وفات بھی

تمہارے لئے بہتر ہے۔“

دوسری حدیث میں ہے :

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَتَهُ بِأُمَّتٍ قَبَضَ بِنِيَّهَا قَبْلَهَا
 فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا۔

” جب اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحمت کا ارادہ فرماتا ہے ان کے

نبی کو ان سے پہلے قبض فرما لیتا ہے اور اس نبی کو جنت میں جانے کے

لئے امت کا پیشرو اور کارساز بنا دیتا ہے۔“

فَرَطٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو قافلے سے پہلے منزل پر جا کر، کھانے، پانی اور

چار پالیوں کے چارے کا انتظام کرتا ہے تاکہ جب قافلہ پہنچے تو تمام ضروریات انہیں

مہیا کر دے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مومنوں کے لئے بھی رحمت ہیں اور کافروں کے لئے بھی، کیونکہ اس زمانے کے کافر

ان عذابوں سے محفوظ ہیں جو پہلے کافروں پر نازل ہوتے رہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے :

مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

” اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب دے جبکہ اے حبیب!

تم ان میں موجود ہو۔“

دوسری آیت :

وَسَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

”اے حبیب! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا“

جب میرا ذکر ہوگا تمہارا ذکر بھی ہوگا، جیسے کہ کلمہ اور اذان میں ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا کیونکہ جو بھی خطبہ، تشہد اور نماز پڑھے گا اَشْهَدُ اَنْ

اَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھے گا۔

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے فرمایا :

”میرے پاس جبریل امین آئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے حبیب!

تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے جہان میں تمہارا ذکر کس طرح بلند کیا؟ حضور نے

فرمایا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے، حضرت جبریل نے کہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا، تمہارا ذکر بھی ہوگا“

حضرت عطا فرماتے ہیں : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے ایمان کی تکمیل اپنے

اور تمہارے ذکر سے فرمائی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے حبیب! میں نے

تمہیں اپنا ذکر بنا دیا ہے کیونکہ جو تمہارا ذکر کرے گا وہ میرا ذکر کرے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قَدْ اَنْزَلْنَا لَكَ ذِكْرًا رَّسُوْلًا

”تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف ذکر بھیجا جو رسول ہے“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

جو رسالت کے ساتھ تمہارا ذکر کرے گا وہ ر بوبیت کے ساتھ میرا ذکر کرے گا۔
 اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کی ایک
 مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طاعت کے ساتھ حضور کی طاعت اور اپنے نام
 کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کو متصل فرمایا ہے،
 ارشاد ہوتا ہے :

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

اور اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور
 عاطفہ (جو جمع اطراف کیلئے آتی ہے) سے یکجا فرمایا ہے اور یہ بات کسی دوسرے کے حق
 میں درست نہیں ہے۔

شرح شفا میں ہے :

رُبَّمَا يُقَالُ إِنَّ اسْمَهُ سُبْحَانَهُ مَعَ اسْمِ
 رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْسُومٌ عَلَى كُلِّ
 شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ بِحُكْمِ قَوْلِهِ تَعَالَى وَرَفَعْنَا لَكَ
 ذِكْرَكَ أَتَى جَعَلْنَا ذِكْرَنَا مَعَكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ
 مَّلَكٍ وَفَلَكَ وَبِنَارٍ وَسَمَاءٍ وَفَرَشٍ وَعَرْشٍ وَحَجْرٍ
 وَمَدْرٍ وَشَجَرٍ وَشَمْرٍ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَالْكَثْرُ الْكَثْرُ
 الْخَلْقِ لَا يَبْصُرُونَ تَصْوِيرَهُمْ وَنَظِيرُهُ قَوْلُهُ سُبْحَانَ
 وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَالْكَثْرُ
 لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ۔

”بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام حضور سید عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ ورفعلنا لک ذکرک کے مطابق
 ہر شے پر نقش ہے یعنی اے حبیب! فرشتہ ہو یا آسمان، عمارت ہو یا عرش و
 فرش، پتھر ہو یا کچی اینٹ، درخت ہو یا پھل وغیرہ، ہم نے ہر چیز پر اپنے ذکر
 کے ساتھ تمہارا ذکر نقش کر دیا ہے اگرچہ اکثر مخلوق اس کی تصویر نہیں دیکھ پاتی
 اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر شے اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ
 تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔“

تیسری آیت کریمہ :

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم
 مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ
 لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ
 وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ
 فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔

”اے حبیب! اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء
 سے وعدہ لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دے دوں پھر تمہارے
 پاس تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا رسول عظیم تشریف لے آئے
 تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا اور ان کی امداد کرنا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا
 تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا عہد لے لیا؟ انبیاء نے کہا ہاں ہم نے اقرار
 کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ
 ہوں۔“

اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ
 فضیلت و کرامت عطا فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کو شریکت نہیں کیا اور آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس فضیلت و شرافت میں تمام انبیاء و مرسلین سے ممتاز فرمایا ہے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے نبی بھی دنیا میں بھیجے، انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اور آپ کے اوصاف بتا دئے اور ان سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پالیں تو آپ پر ایمان لائیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور ان کے بعد جتنے نبی بھیجے ان سے وعدہ لیا کہ اگر ان کی حیات ظاہرہ میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو ان پر ایمان لانا، ان کی امداد کرنا اور اپنی قوم کو بھی یہ حکم دینا۔

چوتھی آیت مبارکہ :

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ
وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ
”اے حبیب! یاد کیجئے جو ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے

اور نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد) روتے ہوئے کہہ رہے تھے یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے والدین آپ پر قربان، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور سب سے پہلے آپ کا ذکر کیا اور فرمایا:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ

وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ۔

یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر نثار، جناب الہی میں آپ کی اتنی فضیلت ہے کہ

اہل دوزخ آرزو کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور حالت عذاب میں کہیں گے
اسے کاشش! ہم نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں تخیلین
میں تمام انبیاء سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔

پانچویں آیت طیبہ :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ
مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ -

”وہ رسولانِ گرامی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی، ان
میں سے بعض وہ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے (بلا واسطہ) کلام کیا اور
ان میں سے بعض کے (بے شمار) درجے بلند کئے۔“

مفسرین فرماتے ہیں کہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ سے آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرخ اور سفید یعنی تمام مخلوق
کی طرف مبعوث ہیں، کفار کا مالِ غنیمت آپ کے لئے حلال کیا گیا۔ آپ کے دست مبارک
پر بے شمار معجزے ظاہر ہوئے، انبیاءِ کرام کو جو بھی فضیلت و کرامت عطا کی گئی ویسی ہی
عزت و شرافت حضور کو دی گئی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک فضیلت یہ بھی
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کو ناموں سے خطاب فرمایا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کو نبوت و رسالت کے وصف سے یاد کیا اور فرمایا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ -

چھٹی آیت :

ظَلَمَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْفَىٰ

”اے ظاہر! یا اے راہنما! ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہیں اتارا

کہ تم مشقت اٹھاؤ۔“

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی بے پایاں مہربانی اور تکرمیم، حبیب پاک صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندگی میں آپ کی مشقت اور تکلیف روا نہیں رکھی۔

ساتویں آیت :

وَالصُّحْحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ، مَا وَدَّعَكَ

رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ، وَكَذَلِكَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ

الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔

”قسم ہے چاشت کی وقت کی اور قسم ہے رات کی جب پرسکون

ہو جائے، تمہارے رب نے نہ تمہیں چھوڑا اور نہ دشمن رکھا، بے شک

تمہارے لئے آخرت دنیا سے بہتر ہے، عنقریب تمہارا رب تمہیں

اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔“

ایک وقت بعض وجوہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے پہنچنے میں

دیر ہو گئی تو بے دین مشرکوں نے مشہور کر دیا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا ہے اور دشمن رکھا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم وحی کی تاخیر سے پریشان تھے حضرت جبریل امین، بشارت کی یہ وحی لائے جس میں

اللہ تعالیٰ نے قسم یاد فرما کر چھوڑ دینے اور دشمن رکھنے کی نفی فرمائی جس کی تشہیر ملعون مشرکین

کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ نے نہ آپ کو چھوڑا

ہے اور نہ دشمن رکھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے مراتب و مناصب میں دن بدن

ترقی ہے اور دنیا کی نسبت آخرت میں آپ کی عزت افزائی اور زیادہ ہوگی کیونکہ آپ دنیا میں وہ سب کچھ کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ سے چاہتا ہے، قیامت کے روز اس کی جزا یہ ہوگی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جو درخواست کریں گے، آپ کو عطا فرمائے گا حتیٰ کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا گویا اللہ تعالیٰ اس پر بشارت آیت میں قسم یاد فرما کر فرماتا ہے کہ اے حبیب! تمہارے رب نے تمہیں نہیں چھوڑا بلکہ تمہارے عزت و شرافت کے مراتب میں دن بدن اضافہ فرمائے گا، تمہاری رضامندی اور تمہیں خوش رکھنے کے لئے تمہارے کسی پیروکار اور متبع پر غضب نہیں فرمائے گا کیونکہ ان میں سے کسی پر غضب کرنا تمہیں پسند نہیں ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبعین اور محبین پر بھی (حضور کی نسبت کے سبب) غضب نہیں فرمائے گا چہ جائیکہ حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر غضب فرمائے۔

اس آیت کو میرے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی چاہتا ہے، ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بلاشبہ محب، محبوب کی خوشی اور رضا کا طالب ہوتا ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

بگفتا وصل بہ یا ہجرانہ دوست

بگفتا ہرچہ میل خاطر اوست

”کسی نے پوچھا محبوب کی ملاقات اچھی ہے یا جدائی؟ تو محبوب نے

کہا جو محبوب کو پسند ہو“

آٹھویں آیت :

لَعَنَّاكَ اِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ
 ” اے حبیب! تمہاری زندگی کی قسم تحقیق قریش یا قوم لوط اپنی گمراہی

میں سرگرداں رہتے ہیں۔“

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کلام میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدت حیات کی قسم یاد فرمائی اور اس کا معنی یہ ہے کہ اے حبیب تمہاری بقا کی قسم لے۔ بعض نے فرمایا تمہاری زندگی کی قسم، بعض نے فرمایا تمہاری حیات کی قسم! اس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم و تکریم ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی انسان پیدا نہیں فرمایا جو اس کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معزز ہو اور میں نے نہیں سنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم یاد فرمائی ہو۔

حضرت ابو الجوزار فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کی زندگی کی قسم یاد نہیں فرمائی کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارگاہ الہی میں تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے ہیں۔

نویں آیت :

لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ
 وَاٰلِدٍ وَّمَا وُلِدَ۔

” اے حبیب! مجھے قسم ہے اس شہر کی جس میں تم جلوہ افروز ہو اور قسم

۱۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ وہ خدا ہے مگر تجھ کو دیا کسی کو طے نہ کی کو ملا : کہ کلام مجید نے کھائی تہا تیر شہر و کلام بقا کی قسم

ہے جننے والے اور جننے ہوئے کی۔“

وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ اے حبیب! تم اس شہر میں جلوہ افروز ہو) میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کس قدر بزرگی اور عظمت کا اظہار ہے، ہر ذوق سلیم والا اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ مَا وَلَدْتُ سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

دسویں آیت :

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِتْمَانًا يَبَايِعُونَ اللَّهَ
يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔

”اے حبیب! بے شک جو لوگ تمہاری بیعت کرتے ہیں، سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“

انہی آیات میں سے سورہ بنی اسرائیل اور سورہ نجم کی وہ آیات ہیں جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج کا ذکر ہے، مسجد حرام (مکہ معظمہ) سے مسجد اقصیٰ تک وہاں سے آسمانوں تک اور وہاں سے قرب خاص تک آیات مبارکہ، احادیث طیبہ، صحابہ کرام اور ائمہ دین کے اقوال ذکر کئے جائیں تو گفتگو طویل ہو جائے گی محققین صحابہ اور ائمہ مجتہدین اس کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں عرش مجید (بلکہ اس سے بھی آگے) تک جسمانی معراج ہوئی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ذات مقدسہ کی تجلی کا دیدار سر کی آنکھوں سے ہوا یا دل کی آنکھوں سے، اور دَنَا فَنَدَلِي فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ کے مطابق کمال قرب تک پہنچے۔

مختصر یہ کہ قرآن پاک اول سے آخر تک حضور ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خلافت اور نیابت اللہ کو بیان کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمال اور بلندی مرتبہ پر دلیل صادق ہے، اس کے احاطہ کے لئے بڑی تفسیر درکار ہے اس جگہ جو کچھ بیان ہوا، اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ آیات مذکورہ اس مقصد کے لئے کافی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انبیاء و مرسلین کے سردار، اللہ تعالیٰ کے رباہ میں اولین و آخرین سے زیادہ معزز اور اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق سے زیادہ محبوب ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کا امام اور سردار بنایا اور تمام انبیاء و مرسلین سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اور امداد کا وعدہ لیا اور اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کا طالب ہے۔

احادیث طیبہ

اب چند احادیث نبویہ مدراظہ ہوں

پہلی حدیث :

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
 اللَّهَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قِسْمًا
 فَذَلِكَ قَوْلُهُ أَصْحَابُ الْيَمِينِ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ
 فَأَنَا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَنَا خَيْرُ أَصْحَابِ الْيَمِينِ
 ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ أَثْلَاثًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِنَّ أَثْلَاثًا
 فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ وَأَصْحَابُ

۱۔ اس عنوان پر تفصیلی مطالعہ کیئے دیجئے ”تعلیقین بان نبیائید المرسلین“ از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

الْمَشَاقِمَ وَالسُّبِقُونَ السُّبِقُونَ فَأَنَا مِنَ السُّبِقِينَ
وَأَنَا خَيْرُ السُّبِقِينَ ثُمَّ جَعَلَ الْأَثْلَ ثَقْبًا سَلَّ
فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهَا قَبِيلَةً وَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى
جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَى وَأَنَا أَتْقَى وَوَلَدِ أَدَمَ وَأَكْرَمَهُمْ
عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ الْقَبَائِلَ بُيُوتًا
فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى
إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ
الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے مخلوق یعنی جن اور انسان کی دو
قسمیں فرمائیں مجھے ان میں سے بہترین قسم میں سے بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ
کا فرمان ایک قسم اصحابِ مہین ہے اور دوسری قسم اصحابِ شمال، میں اصحابِ
مہین میں سے ہوں اور اصحابِ مہین میں سے بہتر ہوں، پھر ان دو قسموں
کی تین قسمیں بنائیں اور مجھے ان تین میں سے بہتر قسم میں بنایا، یہ ہے
اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ایک قسم خوش بخت ہے، دوسری بد بخت، تیسری
نیکی میں سبقت کرنے والے، میں سابقین میں سے ہوں اور سابقین میں
سے بہتر، پھر اللہ تعالیٰ نے ان تین قسموں کو قبیلے بنایا اور مجھ ان میں
سے بہترین قبیلے میں بنایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد، ہم نے تمہیں اصول
اور گروہ بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تحقیق تم میں اللہ تعالیٰ کے
نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے، بیشک اللہ تعالیٰ

جاننے والا خبر والا ہے، میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا، پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کو گھروں میں تقسیم فرمایا اور مجھے بہترین گھر میں پیدا فرمایا، یہ ہے اللہ تعالیٰ کا قول کہ اللہ تعالیٰ انہیں چاہتا مگر یہ کہ پلیدی دور کرے تم سے اے اہل بیت اور تمہیں پاک کرے پاک کرنا۔“

دوسری حدیث :

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

أَنَا أَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عِنْدَ رَبِّي وَلَا فَخْرَ
 ”میں اپنے رب کے نزدیک اولادِ آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں فخر نہیں کرتا۔“
 تیسری حدیث :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

أَنَا أَكْرَمُ آلَةِ قَالِبَيْنَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ
 ”میں پہلی اور پچھلی تمام مخلوق سے زیادہ عزت والا ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔“
 چوتھی حدیث :

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

آتَانِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ لِي قَلْبُكَ
مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمَّا سَأَرَ رَجُلًا أَفْضَلَ
مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَحْرًا بَنِي أَبِي أَفْضَلَ مِنْ
بَنِي هَاشِمٍ۔

”میرے پاس جبرائیل امین علیہ السلام آئے، انہوں نے مجھے کہا کہ
میں نے زمین کے مشرق و مغرب چھپان ڈالے لیکن میں نے حضور
سے زیادہ فضیلت والا کوئی شخص نہیں دیکھا اور کسی باپ کے بیٹے بنو ہاشم
سے زیادہ فضیلت والے نہیں دیکھے۔“

پانچویں حدیث :

ابن وہب راوی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :
” اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! مجھ سے مانگ! میں نے
عرض کیا اے پروردگار! میں تجھ سے کیا مانگوں؟ تو نے حضرت ابراہیم
کو خلیل بنایا، حضرت موسیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا، حضرت نوح کو برگزیدہ
فرمایا حضرت سلیمان کو وہ سلطنت دی کہ ان کے بعد کسی کے لائق نہیں
(علیہم السلام) اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! میں نے جو کچھ تمہیں دیا وہ
ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے تمہیں حوض کوثر دیا، تمہارا نام اپنے نام

سے امام اہل سنت شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں سے

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے

سبھی میں نے جہاں ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا

کے ساتھ رکھا کہ آسمانوں میں پکارا جاتا ہے، تمہارے لئے اور تمہاری امت کے لئے زمین کو پاک کرنے والی بنایا (اس سے تمیم کیا جاسکتا ہے) تمہارے طفیل تمہارے اگلوں اور پھیلوں کے گناہ معاف کر دئے، تم لوگوں میں اس حال میں چلتے ہو کہ تمہارے طفیل گناہ بخش دتے گئے ہیں، یہ اعزاز و اکرام تم سے پہلے کسی کو نہیں دیا، تمہاری امت کے دل مصحف بنا دئے کہ وہ قرآن پاک یاد کرتے ہیں، تمہارے لئے میں نے شفاعت محفوظ رکھی، تمہارے سوا کسی پیغمبر کے لئے شفاعت محفوظ نہیں رکھی۔“

چھٹی حدیث :

طویل حدیث میں ہے کہ فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہا :
 مَا أَكْرَمَكَ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ مَعَكَ وَمَلَائِكَتُهُ
 ” اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی کتنی عزت ہے، تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے اور اس کے فرشتے “

ساتویں حدیث :

شفاعت شریف میں ابو محمد مسیحی اور ابو اللیث سمرقندی وغیرہما سے منقول ہے :
 ” حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے بعد کہا اے اللہ! محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل میری لغزش معاف فرما، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا تم نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کہاں سے پہچانا؟ آدم علیہ السلام نے کہا میں نے جنت میں ہر جگہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا دیکھا، ایک روایت میں ہے
 مُحَمَّدٌ عَبْدِي وَرَسُولِي (محمد میرے بندے اور رسول ہیں)
 اس سے میں نے جانا کہ وہ تیرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے

ہیں، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی اور ان کی لغزش معاف فرمادی، اس کلام کے قائل کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے ارشاد فَتَلَكَّى اَدَمُ مِنْ تَمَاتِهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيَّ اَآدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ نے اپنے رب سے چند کلمات حاصل کئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی (کلی ہی مطلب ہے)۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار! جب تو مجھے پیدا کیا تو میں نے سر اٹھایا، دیکھا کہ عرش مجید پر لکھا ہوا تھا ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ پس میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک کسی کا مقام اس ذاتِ کریم سے بلند نہیں ہے جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ جمع کیا ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہاری اولاد میں سے آخری پیغمبر ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ فرماتا۔

بعض روایات میں ہے کہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد تھی۔ ایک روایت میں ہے ان کی کنیت ابو البشر تھی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت میں باپ ہونے کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماسوا کسی کی طرف نہ تھی لہٰذا شرح بن یونس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر گشت لگاتے ہیں اور اس گھر والوں کی کثرت سے زیارت کرتے ہیں جس میں احمد یا محمد نام والا کوئی شخص ہو، یہ فرشتوں کی طرف سے تعظیم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی۔

لے حضرت سیدی شیخ ابن القاضی قدس سرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانی کہتے ہیں کہ

اِنِّى وَاَنْ كُنْتُ اِبْنُ اَدَمَ صُوْرَةً فَلَى فِىْهِ مَعْنٰى شَاھِدٍ بَابُوْنِی

”میں اگرچہ ظاہر کے لحاظ سے آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں، میرے اندر ایک ایسا معنی ہے جو میرے باپ ہونے پر شاہد ہے۔“

قاضی ابن قانع، ابو حمراء سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
جب فرشتے مجھے آسمان پر لے گئے تو میں نے دیکھا عرش پر لکھا ہوا تھا لا الہ الا
اللہ محمد رسول اللہ۔

آٹھویں حدیث :

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے
پر لکھا ہوا ہے :

انی انا اللہ لا الہ الا انا، محمد رسول اللہ
لا اعدب من قالہا۔

”بے شک میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے
رسول ہیں، اس کلمہ کے کہنے والے کو میں عذاب نہیں دوں گا۔“

امام جعفر صادق اپنے والد ماجد محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں
کہ قیامت کے دن ایک ندا کرے گا کہ :

”جس کا نام محمد ہے اُسے اٹھنے اور جنت میں داخل ہو جائے، یہ نبی
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک کی تعظیم ہوگی۔“
نویں حدیث :

مشکوٰۃ شریف میں ہے، حضرت امام جعفر صادق اپنے والد ماجد سے
راوی ہیں :

ان رجلا من قریش دخل علی ابیہ علی بن الحسین
فقال الا احدثک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم قال بلی حدثنا عن ابی القاسم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

” ایک قریشی، حضرت محمد باقر کے والد علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت علی بن حسین نے فرمایا کیا میں تمہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان نہ کروں؟ اس شخص نے کہا ہاں مجھے حضرت ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کیجئے“

قَالَ لَمَّا مَرِحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَاَهُ جِبْرِئِيلُ-

” علی بن حسین نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ ناساز ہوئی تو آپ کی خدمت میں جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے“
فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ تَكْرِيمًا
لَكَ وَتَشْرِيفًا لَكَ خَاصَّةً لَكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ
أَعْلَمُ بِهِ مِنْكَ يَقُولُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَجِدُنِي
يَا جِبْرِئِيلُ مَغْسُومًا وَأَجِدُنِي يَا جِبْرِئِيلُ مَكْرُوبًا-
” جبرئیل امین نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی تکریم و تشریف
کے لئے آپ کے پاس بھیجا ہے اور یہ آپ کی خصوصیت ہے، اس چیز
کے بارے میں پوچھتا ہے جسے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے، فرماتا ہے
اے حبیب! تم اپنا مزاج کیسا پاتے ہو؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا اے جبرئیل! میں اپنے آپ کو نمکین اور تکلیف میں پاتا ہوں“

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِي فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ

الثَّانِي صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا سَرَدَ أَوَّلَ يَوْمٍ

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ

وَرَدَّ عَلَيَّ كَمَا سَأَلْتُ عَلَيْهِ -

”پھر حضرت جبریل علیہ السلام دوسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی بات عرض کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہی پہلے دن والا جواب دیا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام تیسرے روز حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہی کچھ کہا جو پہلے روز کہا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں وہی جواب دیا“

وَجَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ يُقَالُ لَهُ إِسْمَاعِيلُ عَلَى مِائَةِ
أَلْفِ مَلِكٍ كُلُّ مَلِكٍ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلِكٍ فَاسْتَأْذَنَ
عَلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرَائِيلُ هَذَا مَلَكُ
الْمَوْتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَأْذَنَ عَلَى آدَمِ
قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلَى آدَمِ بَعْدَكَ فَقَالَ ائْذِنْ
لَهُ فَأْذِنَ لَهُ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ -

”اور حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ آیا جسے اسمعیل کہتے ہیں وہ ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم ہے ان میں سے ہر ایک لاکھ فرشتوں پر حاکم مقرر ہے، انہوں نے بارگاہ رسالت میں حاضری کی اجازت طلب کی، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس فرشتے کے بارے میں پوچھا جسے اسمعیل کہتے ہیں (اتنے میں ملک الموت حاضر ہوئے) حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا یہ ملک الموت ہیں آپ سے اجازت چاہتے ہیں، انہوں نے آپ سے پہلے کسی انسان سے اجازت نہیں لی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت لیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دے دو، حضرت جبریل نے انہیں اجازت

دی تو انہوں نے (حاضر ہو کر) سلام عرض کیا،

ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ
فَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَقْبِضَ رُوحَكَ قَبَضْتُ وَإِنْ
أَمَرْتَنِي أَنْ أَشْرُكَ شَرَكْتُهُ فَقَالَ وَتَفْعَلُ يَا مَلَكَ
أَمَوْتِ قَالَ نَعَمْ بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأُمِرْتُ أَنْ
أَطِيعَكَ.

” پھر ملک الموت نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے
آپ کی طرف بھیجا ہے، اگر آپ فرمائیں تو آپ کی روح قبض کر لوں اور
اگر آپ فرمائیں تو قبض نہ کروں؛ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو
میرے کہنے پر عمل کرے گا؟ انہوں نے کہا ہاں، مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے
مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کی اطاعت کروں۔“

قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرِئِيلُ يَا مُحَمَّدُ
إِنَّ اللَّهَ قَدِ اشْتَقَ إِلَيَّ لِقَائَكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَكَ أَمَوْتِ إِمُضِ لِمَا أُمِرْتَ
بِهِ فَقَبِضْ رُوحَهُ.

” راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جبریل
علیہ السلام کی طرف دیکھا، انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ
کی ملاقات کا شتاق ہے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے ملک الموت! تجھے جو حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کر چنانچہ انہوں نے
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی۔“

اس حدیث سے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت، جلالت اور محبوبیت معلوم کی جاسکتی ہے، حضرت جبریل امین کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے حاضر ہونا، حضرت ملک الموت کا زیارت اور روح قبض کرنے کے لئے حاضری کی اجازت طلب کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا پابند ہونا اور حضرت جبریل امین کا یہ عرض کرنا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا شائق ہے، ایسے امور میں جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بارگاہ الہی میں مقام و منصب معلوم کیا جاسکتا ہے۔

دسویں حدیث :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کا ذکر کیا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گفتگو بیان کی ہے، فرماتے ہیں :

إِنَّمَا حَسَدًا أَتَيْتُنِي عَلَى سَائِرٍ

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کی تعریف کی“

فَقَالَ كُلُّكُمْ أَتَيْتُنِي عَلَى سَائِرٍ وَأَنَا أَتَيْتُنِي عَلَى سَائِرٍ

”حضور نے فرمایا تم میں ہر ایک نے اپنے رب کی تعریف کی، اب میں

اپنے رب کی تعریف کرتا ہوں“

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيَّ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ

وَكَافَّةً لِلنَّاسِ أَجْمَعِينَ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے تمام جہانوں کے

لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام انسانوں کے لئے خوشخبری اور ڈر سنانیوالا

بنا کر بھیجا۔“

وَأَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فَيَدَّبِّيَانِ لِكُلِّ شَيْءٍ

” اور مجھ پر قرآن پاک اتارا جس میں ہر شے کا بیان ہے “

وَجَعَلَ أُمَّتِي أُمَّةً وَسَطًا

” اور میری امت کو بہترین امت بنایا “

وَجَعَلَ أُمَّتِي هُمًّا لَّا وَّلُونَ وَهُمْ الْأَخِرُونَ

” اور میری امت کو (جنت میں داخل ہونے میں) پہلی امت اور

وجود کے اعتبار سے آخری امت بنایا “

وَشَرَحَّ لِي صَدْرِي وَوَضَعَ عَنِّي وَزْرِي

” اور میرے دل کو علوم و حکم کیلئے کھول دیا اور میرے لئے تبلیغ و

رسالت کا بوجھ آسان فرما دیا “

وَمَا فَعَزَّ ذِكْرِي وَجَعَلَنِي فَاتِحًا وَخَاتِمًا

” اور میرا ذکر بلند فرمایا، مجھے تمام اولین و آخرین میں فاتح (اول)

اور تمام انبیاء و مرسلین کا خاتم بنایا “

فَقَالَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهَذَا فَضَّلَكُمْ

مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

” حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے نبی! اے نبی! اسی لئے محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے ہیں “

گیارہویں حدیث :

یہ بھی احادیث میں وارد ہے :

فَقَالَ لَهُ رَبُّ تَعَالَى قَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِيبًا

فَهُوَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مُحَمَّدٌ حَبِيبُ الرَّحْمَنِ -

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہیں محبوب بنا لیا، توراہ میں لکھا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں“
 وَأَنْرَسَلْنَاكَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَجَعَلْتُ
 أُمَّتَكَ هُمْ آيَةً وَلُؤُنَ وَالْأَخِرُونَ۔

”ہم نے تمہیں تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور تمہاری امت کو سعادت میں پہلی اور وجود میں آخری امت بنایا“
 وَجَعَلْتُ أُمَّتَكَ لَا يَجُوزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتَّى
 يَشْهَدُوا وَأَنْتَ عَبْدِي وَسَوْوَلِي۔

”اور آپ کی امت پر لازم کیا کہ ان کے لئے کوئی خطبہ جائز نہیں جب تک یہ گواہی نہ دیں کہ آپ میرے عبد خاص اور رسول ہیں“
 وَجَعَلْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَآخِرَهُمْ بَعَثًا
 ”اور میں نے تمہیں خلقت میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب سے آخر بنایا“

وَاعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ
 الْعَظِيمَ۔

”اور میں نے تمہیں سب سے ثانی (سورہ فاتحہ جس کی سات آیتیں ہیں یا سات طوال سورتیں) دی اور قرآن عظیم“

وَاعْطَيْتُكَ خَوَاتِمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ كَنْزِ تَحْتِ عَرْشِي
 لَمَّا عَظَّمَهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا۔

”اور میں نے تمہیں اس خزانے سے جو عرش کے نیچے ہے سورہ بقرہ کی آخری آیتیں دیں، آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں اور میں نے تمام نبیوں

سے اول اور آخر بنایا۔“

بارہوی حدیث :

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَبِيَدِي
لِوَالِدِ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ
أَدَمُ فَمَنْ دُونَهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَالِدِي وَأَنَا أَوْلُ مَنْ
تَشْتَقُّ عَنْهُ إِلَّا رَضُ وَلَا فَخْرَ۔

”قیامت کے روز میں اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میرے
ہاتھ میں لوار الحمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا، اس دن آدم علیہ السلام اور ان کے
ماسوا تمام نبی میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور میں ہی وہ پہلا
شخص ہوں گا جو زمین سے نکلوں گا اور میں فخر نہیں کرتا۔“

بیرہوی حدیث : أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَكُونَ إِبْرَاهِيمُ وَعِيسَى فِي كُرْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّهُمَا فِي أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

”کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ قیامت کے دن حضرت ابراہیم اور
حضرت عیسیٰ تم میں ہوں گے اور یہ دونوں حضرات قیامت کے دن
میری امت میں ہوں گے۔“

مختصر یہ کہ اس سلسلے میں آیات و احادیث اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کے
احاطے کے لئے کئی دفتروں کی ضرورت ہے، اگر کوئی شخص ان کو جمع کرنے کا ارادہ
کرے اور تمام زندگی اس مبارک مصروفیت میں صرف کر دے تو اللہ تعالیٰ کے
عطیات اور بے شمار مناقب جو اللہ تعالیٰ نے سیدِ ممکنات، سرورِ کائنات اور خلاصہ
مخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں، میں سے ہزاروں حصہ اور بے حد
حساب میں سے معمولی مقدار بھی جمع نہیں کر پائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو اعزاز و اکرام اور فضائل جملیہ و مناصب جلیدہ عطا فرمائے ہیں، ان میں سے بعض آپ نے ملاحظہ کر لئے، اب گوشِ دل اور کامل توجہ سے سنئے کہ جب معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ کبریا میں وہ وجاہت، عزت، مرتبہ محبوبیت اور مقام مقبولیت حاصل ہے کہ اس میں اولین و آخرین اور انبیاء و مرسلین میں سے کسی کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریکت اور ہمہسری حاصل نہیں ہے اور اس سے پہلے یہ بھی معلوم ہو چکا کہ وجاہت، عزت اور رتبہ محبوبیت، شفاعت اور سفارش کی مقبولیت کا سبب ہے تو اب جان لینا چاہئے کہ شفاعت کبرئۃ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاص منصب ہے حضور کی شفاعت بلاشبہ مقبول و مستجاب ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن شفاعت کرنے والوں کے سردار، سب سے اول اور سب سے افضل ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات تمام جہانوں کے لئے رحمت، جنوں انسانوں اور فرشتوں کے لئے بلجاؤ و ماویٰ ہے، مشرکین مکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجودِ فاضل الجود کی برکت سے مکہ مکرمہ میں عذابِ الہی سے محفوظ رہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

”اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ کفارِ مکہ کو عذاب دے جبکہ اے حبیب!

تم ان میں موجود ہو“

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو عذاب میں مبتلا فرما دیا، مومنوں کو ان پر غالب و مسلط فرما دیا، مسلمانوں کی تلواریں ان کے لئے حاکم بنا دیں اور ان کی زمینیں، علاقے اور مال مسلمانوں کو بطور غنیمت عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ

”ان کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لے گئے ہیں جن کی ذات مبارکہ ان کے لئے باعث امن تھی)“

شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | جرائم کی معافی اور درجات کی بلندی کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

شفاعت کا مقبول ہونا کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

چند آیات مبارکہ ملاحظہ ہوں :

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنُوبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

ظاہر ہے کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے مغفرت کا چاہنا ان کے لئے شفاعت ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ ان کے لئے شفاعت کیجئے، اب دوسری صورتیں ہیں یہ شفاعت مقبول ہو یا نامقبول، دوسری صورت باطل ہے کیونکہ اس وقت لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا امر عبث اور بے فائدہ ہو بلکہ ناپسندیدہ مزاح یا وعدہ کی خلاف ورزی ہو، اللہ کی پناہ ایسی بات سے، تو پہلی صورت متعین ہو گئی اور وہی مقصود ہے (کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت مقبول ہے)

۲ : وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ

فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا
اللَّهَ تَوَّابًا تَرَحُّمًا

”اگر وہ منافق جس وقت (نفاق سے) اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (معذرت کے لئے) تمہارے پاس آجائیں، پھر (نفاق سے) توبہ کرتے ہوئے

اور اخلاص اختیار کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کریں اور رسول ان کے لئے (کبیرہ گناہوں کی) مغفرت طلب کریں تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا، رحم فرمانے والا پائیں گے۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا منافقین کی توبہ قبول کرنا اور ان پر رحم فرمانا اس بات پر معلق ہے کہ یہ اپنے نفاق کی مغفرت چاہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے لئے ان کے کبیرہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں، اور اگر معاذ اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کو کسی قسم کا دخل نہ ہو تو وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ كَأَنَّهُ فَاذَنَةٌ لَهُمْ -

تفسیر مبارک میں ہے :

”ایک اعرابی نے حاضر ہو کر اپنے آپ کو روضہ مقدسہ پر گرا دیا اور روضہ منورہ کی خاک مبارک کو اپنے سر پر ڈال کر عرض پر داندہ ہوا کہ اے رسول خدا! میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، میں توبہ واستغفار لایا ہوں آپ میری مغفرت کی دعا کریں، روضہ مبارک سے آواز آئی تیرا گناہ بخش دیا گیا۔“

ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری اور وفات کے بعد شفاعت کا مفید ہونا برابر ہے اور بہر صورت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہ الہی میں وجاہت حاصل ہے اور اس کمال الجلال اور جمیل الجمال ہستی کی محبوبیت ظاہری حیات اور وصال کے بعد بارگاہ ایزدی میں یکساں طور پر قبولیت شفاعت کا سبب ہے۔

۳- وَ لِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْآوَّلِي وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ

رَبُّكَ فَتَرْضَى -

”تحقیق آخرت تمہارے لئے دنیا سے بہتر ہے (یعنی آخرت میں آپ کا

مقام اور بلند ہو جائے گا اور قیامت کے دن آپ تمام مخلوق کے محبوب و
 ماویٰ ہوں گے) اور تحقیق تمہارا پروردگار نہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے
 اس آیت سے دو طرح استدلال کیا جاسکتا ہے :

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دنیا میں مومن مردوں اور
 عورتوں کی مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کہ جو کسی سے کوئی چیز طلب کرتا
 ہے اس پر راضی نہیں ہوگا کہ اس کی درخواست رد کر دی جائے وہ اسی صورت میں خوش
 ہوگا کہ اس کی درخواست قبول کر لی جائے، اللہ تعالیٰ نے پختہ وعدہ فرمایا ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے لہذا یہ مومن
 مردوں اور عورتوں کے لئے کی جانے والی شفاعت کے قبول کرنے کا پختہ وعدہ
 ہے۔

(۲) احادیث کثیرہ وارد ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی اسی میں
 تھی کہ امت کے گنہگار بخشے جائیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ اپنی امت
 کے گنہگاروں کی چارہ سازی میں مصروف رہے تاکہ وہ آگ کے عذاب سے نجات
 پائیں، پس یہ مؤکد وعدہ جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے بارے میں
 وارد ہوا ہے، یہ اس امر کا وعدہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت اور محبوبیت
 کے سبب امت کے مجرموں کو رہا کر دیا جائے گا، احادیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت
 نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

إِذَا لَأَ أَرْضِي وَوَاحِدًا مِّنْ أُمَّتِي فِي السَّاءِ
 ”تب تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک
 امتی بھی آگ میں رہے گا“

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اپنے ہر امتی کی شفاعت فرمائیں گے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

أَهْلُ الْقُرْآنِ يَقُولُونَ أَرْجَىٰ آيَةِ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ
يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَآمَنَّا
أَهْلُ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ أَرْجَىٰ آيَةِ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَلَسَوْفَ
يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ إِنَّهَا الشَّفَاعَةُ لِيُعْطِيَهَا
فِي أَهْلِ لَدَائِلِ إِلَّا اللَّهُ حَتَّىٰ يَقُولَ رَبِّ حَبِيبٌ -

” اہل قرآن (عامۃ المسلمین) کہتے ہیں کہ وہ آیت جس سے بہت امید بندھتی

ہے یہ ہے : يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ

(اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والو! اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو)

لیکن اہل بیت کرام فرماتے ہیں کہ بہت زیادہ امید دلانے والی آیت یہ

ہے : وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ، بے شک یہ

عظیہ شفاعت ہے جو اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کے بارے

میں دے گا یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں گے کہ میں رضی

ہو گیا ہوں “

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

مِ رَاضِي جَدِّي أَنِّي لَا يَدْخُلُ النَّاسَ أَحَدٌ

” میرے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی یہ ہے کہ کوئی توحید

کا پرستار آگ میں داخل نہ ہو “

مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم شریف کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عمرو

بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَى قَوْلَ اللَّهِ
 تَعَالَى رَبِّ انْتَهَى أَضْلَلَنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ
 تَبِعَنِي فَيَأْتَهُ مِنِّي وَقَالَ عَيْسَىٰ إِنَّ تَعَدَّ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ
 عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبِكِي
 فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا جِبْرِيئِيلُ إِذْهَبْ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ
 وَرَبِّكَ أَغْدُ فَاسْأَلْهُ مَا يُبْكِيهِ فَآتَاهُ جِبْرِيئِيلُ
 فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِجِبْرِيئِيلَ إِذْهَبْ
 إِلَىٰ مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسْوُكَ

”تحقیق نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی“ اے

پروردگار! بے شک بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے پس جو
 میری پیروی کرے گا وہ مجھ سے ہے“ (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا
 ہے) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ
 تیرے بندے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ نے دست مبارک اٹھائے اور کہا
 اے اللہ! میری امت، میری امت (کو بخش دے) اور رو دے اللہ تعالیٰ
 نے حضرت جبریل کو فرمایا اے جبریل! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس
 جا حالانکہ تیرا رب بہتر جانتا ہے اور پوچھو کہ انہیں کونسی چیز لاتی ہے، حضرت
 جبریل بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور رونے کا سبب پوچھا، حضور نے وہ
 کلمات بتائے (جو دعائیں کہے تھے) اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو فرمایا میرے
 حبیب کی خدمت میں جاؤ اور کہو ہم تمہیں تمہاری امت کے بارے میں خوش
 کر دیں گے اور تمہیں ناخوش نہیں کریں گے۔

اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اپنی امت پر شفقت و رحمت اور اللہ تعالیٰ کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے رحمت و محبت اور رضا جوئی اور امت کے حق میں حضور کی شفاعت کا قبول کرنا یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں، معلوم کیا جاسکتا ہے۔

(۴) عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

”قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر فائز فرمائے“

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ قیامت کے دن لوگ جہنم کی صورت میں پھریں گے، ہر امتی اپنے پیغمبر کے پاس جائے گا اور کہے گا، ہمارے شفاعت کیجئے، حتیٰ کہ آخر میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں شفاعت کی درخواست کریں گے، پس وہی دن ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، صحابہ کرام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (مقام محمود) شفاعت (عامہ) ہے۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

”قیامت کے دن لوگ جمع کئے جائیں گے، میں اور میری امت بلندی پر ہوں گے، مجھے میرا رب سبز حلقہ پہنائے گا، پھر میں وہ کچھ عرض کروں گا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا، یہی مقام محمود ہوگا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

”مقام محمود، عرش مجید کی دائیں جانب وہ مقام ہے جہاں میں کھڑا ہوگا

۱۱۵ احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں: حلیل و محی مسیح و صغی سبھی سے کہیں نبی۔ یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تھا کہ

وہاں اور کوئی کھڑا نہ ہوگا، اس مقام پر پہلے اور پچھلے رشک کریں گے۔
 ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : مقام محمود وہ
 ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کرونگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں :

يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ حَيْثُ
 يَسْمَعُهُمُ الدَّاعِيَ وَيَنْفِذُهُمُ الْبَصْرُ حُفَاةً عُرَاةً
 كَمَا خُلِقُوا سَكُوتًا لَا تَتَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ۔

” اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو ایسی ہموار زمین میں جمع فرمائے گا کہ پکارنے
 والے کی آواز اور نظر ان سب تک پہنچے گی، تمام کے پاؤں اور جسم پیدائش
 کے دن کی طرح برہنہ ہوں گے، سب خاموش ہوں گے اور کوئی اللہ تعالیٰ
 کی اجازت کے بغیر بات نہیں کر سکے گا۔“

فِي نَادِيٍّ مُحَمَّدًا فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ
 وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ وَالْمُهْتَدِي
 مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ وَ لَكَ الْحَمْدُ
 وَإِلَيْكَ لَا مَلْجَأَ مِنْكَ إِلَّا إِلَيْكَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ
 سُبْحَانَكَ رَبَّ الْبَيْتِ فَذَلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ
 الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔

” پس اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پکارے گا تو حضور صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے میں تیری اطاعت کے لئے حاضر ہوں
 اور نیک بختی تیری ہی طرف سے ہے، ہر اچھائی تجھی سے ہے اور برائی
 تیری طرف منسوب نہیں ہے (یا یہ معنی ہے کہ برائی تیری طرف اور نہیں جاتی)

ہدایت پانے والا وہ ہے جسے توبہ ہدایت دے اور تیرا بندہ تیری بارگاہ
میں اطاعت کے لئے حاضر ہے، حمد تیرے لئے ہے اور تیری طرف
رجوع کرنے والی ہے، تیری بارگاہ کے سوا کوئی جگہ پناہ نہیں تو بابرکت
اور بلند ہے، اسے رب کعبہ! تیرے لئے پاکیزگی ہے، تو یہ مقام محمود
ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ
الْجَنَّةَ فَتَبَيَّنَ الْخَيْرُ مِنْ مَرَّةٍ مِّنَ الْجَنَّةِ وَالْخَيْرُ
مِنْ مَرَّةٍ مِّنَ النَّارِ فِي النَّارِ فَيَقُولُ مَنْ مَرَّةٍ النَّارِ لِمَنْ مَرَّةٍ
الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ إِيمَانُكُمْ فَيَدْعُونَ رَبَّهُمْ وَ
يَضِجُّونَ فَيَسْمَعُهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ فَيَسْأَلُونَ أَدَمَ
وغيره بَعْدَهُ فِي الشَّفَاعَةِ لَهُمْ فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتَّى
يَأْتُوا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُ لَهُمْ فَذَلِكَ السَّقَامُ
مُحَمَّدٌ -

" جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک
آخری گروہ جنت سے رہ جائے گا اور ایک جہنمی گروہ جہنم سے رہ جائے گا،
جہنمی گروہ جنتی گروہ کو کہے گا کہ تمہیں تمہارے ایمان نے نفع نہ دیا، یہ جنتی گروہ
اللہ تعالیٰ سے دعا کرے گا اور وہ آہ و ناری کرے گا جسے اہل جنت سن
لیں گے، یہ لوگ پہلے آدم علیہ السلام سے پھر دوسرے انبیاء علیہم السلام عرض
کریں گے کہ ہماری شفاعت کیجئے، تمام انبیاء کرام عذر کر دیں گے، پھر یہ لوگ
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لہ شفاء شریف، ج ۱ ص ۱۳۶

ان کی شفاعت کریں گے، تو یہ ہے مقام محمودؑ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید فقیر کو فرمایا تم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں سنا جس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فائز فرمائے گا، یزید نے کہا ہاں، حضرت جابر نے فرمایا وہ مقام محمد ہے جس کا نام مقام محمود رکھا گیا ہے۔ اس مقام کی بدولت اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو دوزخ سے نجات عطا فرمائے گا، پھر حضرت جابر نے وہ حدیث بیان کی جس میں اس امت کے دوزخیوں کو دوزخ سے نکالنے کی شفاعت کا ذکر ہے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ہے۔ حضرت شیبان فرماتے ہیں مقام محمود، قیامت کے دن امت کی شفاعت ہے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں :

كَانَ أَهْلُ الْعِلْيَرُونَ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ
شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

”اہل علم، مقام محمود، قیامت کے دن کی شفاعت کو قرار دیتے تھے“

اب احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں :

۱- حدیث صحیح ہے :

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ بِإِيدِ عَوْبِهَاوَ اِخْتِبَاءُ
دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

۱۱۹ حضرت حسن رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں :-

فقط اتنا سبب ہے انقاد بزمِ شہر کا

کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

”ہر نبی کے لئے ایک (یقینی) مقبول دعا ہے جو مانگ سکتے ہیں، میں نے

اپنی دعا چھپا رکھی ہے تاکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کروں،“

اہل علم فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر نبی کے لئے ایک ایسی دعا

ہوتی ہے جو ضرور قبول ہوتی ہے اور دعا کرتے ہی اس کا قبول ہونا یقینی ہوتا ہے ورنہ ہر پیغمبر

کی بے شمار دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقبول دعائیں

تو حد و حساب سے باہر ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

شفاعت اور دعا اپنی امت کے لئے یقیناً مقبول ہوگی۔

۲- حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَقُولُ لَا شَفَعَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كَثْرَتَا فِي الْأَمْرِ مِنْ

مِنْ حَجَرٍ وَشَجَرٍ-

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ تحقیق میں قیامت

کے دن، زمین کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ انسانوں کی شفاعت

کروں گا۔“

۳- حدیث کی صحیح کتابوں میں ہے :

قَالَ عَلِيٌّ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ

وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَهْتَمُونَ أَوْ قَالَ فَيُلْهِمُونَ

فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا-

”آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اولین و آخرین

کو قیامت کے دن جمع فرمائے گا پس تمام عملگین ہو جائیں گے یا فرمایا درودی

کو شک ہے، انہیں الہام کیا جائیگا کہ شفاعت طلب کرنے کے لئے جائیں

تو وہ کہیں گے کتنا اچھا ہوتا کہ ہم دربارِ الہی میں کسی کو شفیع بناتے۔

بعض روایات میں آتا ہے :

مَا جَاحَ النَّاسُ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ

”بعض لوگ بعض سے ٹکرائیں گے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے :

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ
مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ أَلَا تَنْظُرُونَ
مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ۔

”آفتاب قریب ہو جائے گا اور لوگوں کو اتنا غم لاحق ہو گا جس کی طاقت
نہیں رکھیں گے اسے برداشت نہیں کر پائیں گے تو آپس میں کہیں گے
کیا تم ایسی ہستی کو نہیں ڈھونڈنے جو تمہاری شفاعت کرے :

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبُو الْبَشَرِ
خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَدَيْهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَ
أَسْكَنَكَ جَنَّتَهُ وَأَسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتَهُ وَعَلَّمَكَ
أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ إِشْفَعْنَا لِنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّىٰ يُرِيحَنَا
مِنْ مَمَكَانِنَا أَلَا تَرَىٰ مَا نَعْنُ فِيهِ۔

”پس حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں
گے، آپ ابو البشر آدم ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے سب سے قدرت سے
پیدا کیا اور آپ کے جسد مبارک میں اپنی (مخلوق) روح پھونکی، آپ کو
اپنی جنت میں جگہ دی، اپنے فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا اور آپ کو
ہر شے کے نام سکھائے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے

تاکہ ہمیں اس مشکل جگہ سے نجات عطا فرمائے، کیا آپ اس مشکل کو ملاحظہ نہیں فرماتے جس میں ہم مبتلا ہیں؟

فَيَقُولُ إِنَّ رَأْيِي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ
قَبْلَهُ مِثْلَهُ، وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ، وَنَهَانِي
عَنِ الشَّجَرَةِ فَعَصَيْتُ نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا إِلَى
غَيْرِي إِذْ هَبُّوا إِلَى نُوحٍ -

” حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے، بے شک آج اللہ تعالیٰ کا ایسا غضب ظہور پذیر ہوا ہے کہ اس سے پہلے اس نے ایسا غضب نہیں فرمایا اور نہ ہی آئندہ فرمائے گا، مجھے اللہ تعالیٰ نے پورے سے منع فرمایا تھا، مجھ سے لغزش ہوئی جاؤ کسی اور کے پاس، نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔“

فَيَأْتُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَوَّلَ الرُّسُلِ
إِلَى أَهْلِ الْأَرْضِ وَرَضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا شَكُورًا
أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ إِلَّا تَرَى مَا بَلَّغْنَا إِلَّا لَتَشْفَعُ
لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ؟

” پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ اہل زمین کی طرف بھیجے جانے والے پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام ”عبد شکور“ (شکر گزار بندہ) رکھا، کیا آپ ہماری مصیبت ملاحظہ نہیں فرماتے؟ کیا آپ ہمیں پہنچنے والی اذیت نہیں دیکھتے؟ کیا آپ اپنے رب سے ہماری شفاعت نہیں کریں گے؟“

فَيَقُولُ إِنَّ رَأْيِي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ

قَبْلَهُ وَلَا يَعْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ نَفْسِي نَفْسِي -

” حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے تحقیق میرے رب نے آن ایسا غضب کیا ہے کہ نہ اس سے پہلے ظاہر فرمایا اور نہ آیتہ ظاہر فرمائے گا اور فرمائیں گے نفسی نفسی (آج تو مجھے اپنا خیال ہے :-)

حضرت انس کی روایت میں ہے :

وَيَذُكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالُهُ رَبَّهُ
بِغَيْرِ عِلْمٍ -

” حضرت نوح علیہ السلام اپنی اس لغزش کا ذکر کریں گے کہ انہوں نے
لا علمی میں اپنے بیٹے کی نجات کا سوال کیا تھا :-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے :

وَقَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي

” حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے، میرے لئے ایک دعا تھی
جو میں نے اپنی قوم کے لئے کر دی تھی :-

إِذْ هَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي إِذْ هَبُوا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ فَإِنَّهُ
خَلِيلُ اللَّهِ -

” کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ کہ

وہ اللہ کے خلیل ہیں۔

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ نَبِيُّ اللَّهِ
وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ
إِلَّا تَرَىٰ إِلَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ -

” پھر تمام لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں
گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور اہل زمین میں سے اس کے خلیل ہیں،

اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ ہماری تکلیف ملاحظہ نہیں فرماتے۔“

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا فَذَكَرَ
مِثْلَهُ وَيَذُكُرُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذَبَهُنَّ نَفْسِي نَفْسِي
وَالَكِنِّ عَلَيْكُمْ مِثْلِي فَإِنَّهُ كَلِمَةُ اللَّهِ -

”حضرت ابراہیم علیہ السلام وہی کچھ فرمائیں گے جو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا اور اپنی وہ تین باتیں ذکر کریں گے جو بظاہر جھوٹ تھیں (درحقیقت جھوٹ نہ تھیں) نفسی نفسی، ہاں تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں۔“

فَإِنَّهُ عَبْدُ اللَّهِ التَّوْرَةَ وَكَلِمَةً وَ
قَرَّبَهُ نَجِيًّا -

”بے شک وہ عبد مکرم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے توراہ دی، ان سے کلام کیا اور انہیں حالت مناجات میں قرب عطا کیا۔“
قَالَ فَيَأْتُونَ مُوسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَيَذُكُرُ
خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ وَقَتْلَهُ النَّفْسَ وَالْكِنِّ عَلَيْكُمْ
بِعِيسَى فَإِنَّهُ رُوحُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ -

”پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے میں شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں اور اپنی لغزش اور قبضی کے قتل کرنے کا ذکر کریں گے، تم پر لازم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔“

فَيَأْتُونَ عِيسَى فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَالْكِنِّ عَلَيْكُمْ

بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدًا غَضْرًا
اللَّهُ لَمَّا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَأَخَّرَ -

” پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ فرمائیں گے، میں
شفاعت (کبریٰ) کے لئے نہیں ہوں، تم پر لازم ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسے عبد مکرم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
ان کے اگلے اور پچھلے ذنوب معاف فرما دئے ہیں“

فَيَا تُوبِي فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ
عَلَى سَائِي فَيُؤْذِنُنِي فَيَا ذَا سَمَا أَيْثُهُ وَقَعْتُ سَاجِدًا -

” پھر میرے پاس آئیں گے تو میں کہوں گا کہ میں خاص شفاعت (کبریٰ)
کے لئے ہوں، میں دربار الہی میں جاؤں گا اور اجازت طلب کروں گا
مجھے اجازت دے دی جائے گی، جب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھوں گا تو
سجدے میں چلا جاؤں گا“

ایک روایت میں ہے:

فَاتِي تَحْتِ الْعَرْشِ فَاخِرُ سَاجِدًا
” میں عرش کے نیچے آؤں گا اور سجدہ ریز ہو جاؤں گا“

ایک روایت میں ہے:

فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُكَ بِمَحَامِدِ
لَا أَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ يُلْهِمَنِيهَا اللَّهُ -

” میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑا ہو جاؤں گا اور اس کی ایسی تعریفیں
کروں گا جو اس کے الہام کے بغیر نہیں ہو سکتیں“
ایک روایت میں ہے:

فَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ بِسَحَابٍ مَدٍّ وَحُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيَّ
شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَيَّ أَحَدٌ قَبْلِي -

”اللہ تعالیٰ مجھ پر ایسی تعریفیں اور اپنی بہترین ثناء منکشف فرمائے گا کہ
مجھ سے پہلے کسی پر منکشف نہیں کی۔“

فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَى
وَاشْفَعْ تُشْفَعُ -

”حکم دیا جائے گا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سر اٹھاؤ،
مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا، شفاعت کرو و تمہاری شفاعت قبول
کی جائے گی۔“

فَأَرْفَعُ رَأْسِي فَأَقُولُ يَا رَبِّ اُمَّتِي اُمَّتِي

”میں سر اٹھاؤں گا اور عرض کروں گا اے رب! میری امت میری

امت!“ (بخش دے)

فَيَقُولُ ادْخُلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَا حِسَابَ عَلَيْهِ
مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنَ ابْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ
النَّاسِ فَيَمَّا سَوَى ذَلِكَ مِنَ الْاَبْوَابِ -

”اللہ تعالیٰ فرمائے گا اپنے ان امتیوں کو جنت کے دروازوں سے

سے داخل کرو جن پر حساب نہیں۔ بے اور وہ دوسرے دروازوں میں

باقی لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔“

ایک اور روایت میں ہے :

فَيُقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَ قُلْ تَسْمَعُ
لَكَ وَ اَشْفَعْ تُشْفَعُ وَ سَلْ تُعْطَى فَاَقُولُ يَا رَبِّ

اُمَّتِي اُمَّتِي -

”مجھے کہا جائے گا اے حبیب! اپنا سراٹھائیے اور کہئے، تمہاری سنی
جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے (جو مانگو گے) دیا جائے گا
تو میں کہوں گا، اے میرے رب، میری امت، میری امت“

فَيَقَالُ اِنْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ
مِنْ بُرَّةٍ اَوْ شَعِيرٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَاَخْرِجْهُ فَاَنْطَلِقْ
فَاَفْعَلْ -

”پس فرمایا جائے گا جیسے اور جس شخص کے دل میں گندم یا جو کے
دلنے کے برابر ایمان ہو اسے نکال لائیے چنانچہ میں جا کر انہیں نکال
لاؤں گا“

ثُمَّ اَسْرَجِعُ اِلَى سَابِقِي فَاَحْمَدُكَ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ
وَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَقَالَ فِيهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ
مِّنْ خَرْدَلٍ فَاَفْعَلْ -

”پھر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جاؤں گا اور اس کی وہی تعریفیں
کروں گا جن کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے، اور حدیث شریف میں
فرمایا (اللہ تعالیٰ فرمائے گا) رانی کے دانہ کی مثل یعنی جس کے دل میں رانی برابر
بھی ایمان ہو اسے آگ سے نکال لائیے تو میں انہیں نکال لاؤں گا“

ثُمَّ اَسْرَجِعُ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيهِ
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ اَذْنَى اَذْنَى مِنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ فَاَفْعَلْ -

”پھر واپس جاؤں گا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

وہی کچھ ذکر فرمایا جو اس سے پہلے گزر چکا، اس دفعہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں رانی کے دانہ سے بہت ہی کم ایمان ہے اسے بھی آگ سے باہر لے آئیے، میں انہیں بھی نکال لاؤں گا،

ثُمَّ أَرْجِعْ وَذَكَرْ فِي الْمَرَّةِ السَّابِعَةِ فَيُقَالُ
لِي أَسْرَفَ سِرَّ أَسْكَ وَفُلٌ تَسْمَعُ وَاشْفَعُ تَشْفَعُ
وَسَلَّ تَعْطَى فَأَقُولُ يَا رَبِّ انْذَنْ لِي فِي مَنْ
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

”پھر میں واپس جاؤں گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پوچھتی مرتبہ کہا جائے گا اپنا سراٹھائیے اور کہئے، تمہاری سنی جائے گی، شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی اور مانگئے تمہیں دیا جائیگا تو میں کہوں گا اے میرے رب! مجھے کلمہ پڑھنے والوں کے حق میں اجازت عطا فرما، (تاکہ انہیں بھی دوزخ سے نکال لاؤں)“

قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ إِلَيْكَ وَلَكِنْ وَعِزَّتِي
وَكَبْرِيَاءِي وَعَظْمَتِي وَجِبْرِيَاءِي لَا أُخْرِجَنَّ مِنْ
التَّارِسَنِّ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

”اے خدا! ہوگا اے حبیب! یہ تمہارے سپرد نہیں لیکن مجھے اپنی عزت و کبریائی اور عظمت و جبروت (قہر) کی قسم! میں کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کو آگ سے ضرور نکالوں گا۔“

حضرت قتادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں:

قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّلَاثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَيَقُولُ
يَا رَبِّ مَا بَقِيَ فِي التَّارِسِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَيْ

وَجَبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ-

” راوی کہتا ہے میں نہیں جانتا کہ تیسری دفعہ یا چوتھی دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے اے میرے پروردگار! آگ میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں جنہیں قرآن پاک نے قید کر دیا ہے یعنی اس پر لازم ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے۔“

اس حدیث سے، جو کتب صحاح میں مختلف طریقوں سے مروی ہے،

چند مطالب ثابت ہوتے ہیں :

(۱) تمام اولین و آخرین، میدانِ محشر میں حیران اور پریشان ہو کر سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی وسیلہ اور شفیع تلاش کریں اور ان میں سے کوئی بھی پناہ حاصل کرنے اور وسیلہ ڈھونڈنے سے سرتابی نہیں کر سکے گا اور تمام لوگ پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر سولانِ عظام کے پاس دوڑتے ہوئے جائیں گے لیکن رسولوں کے سرتاج، اولین و آخرین کے سردار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی کو شفاعت کی اجازت نہیں ملے گی۔

پس گنہگارِ ناہنجار، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے ناامیدوار (مولوی اسماعیل دہلوی) جو ازراہ ہرزہ سرائی اور یا وہ گوئی کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے کہ کسی سے التجا اور وسیلہ طلبی کئے بغیر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے نہ ہونے ہوتے ہوئے رحمتِ الہیہ کا مستحق بن جائے گا، اس کا خیال خام اور سودائے نامتمام ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمانِ فیض ترجمان :

فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ عَلَى سَابِغِ

۱ میں کہوں گا کہ میں شفاعت کے لئے رہوں، میں جاؤں گا اور

اپنے رب سے اجازت لوں گا)

سے ظاہر رہتا ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

سَلِّ تَعْطَىٰ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ

سے پہلے ہی شفاعت کی اجازت تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت کی قبولیت کا یقین تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت اور قبولیت شفاعت کے یقین کے بغیر یہ کلمہ (أَنَا لَهَا) کوئی معنی نہیں رکھتا پس شفاعت کی اجازت وہی ہے جو قرآن پاک میں ہے :

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

اور قبولیت شفاعت کا یقین اس بشارت سے حاصل ہے :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

اور اس لحاظ سے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت وہ دعا مقبول ہے جو آپ نے اپنی امت کے لئے چھپا رکھی تھی (یہ کہا جاسکتا ہے کہ شفاعت آپ کو حاصل تھی۔

(۳) حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بارگاہِ ایزدی میں انتہائی وجاہت اور کامل محبوبیت حاصل ہے کیونکہ اس وقت تمام اولوالعزم رسول اپنی جگہ (خشیت الہی ہے) کانپ رہے ہوں گے اور اپنے معاملے میں حیران ہوں گے ایسے وقت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی عزت و وجاہت اور محبوبیت و مقبولیت کے سبب شفاعت طلب کرنے والوں کا سوال پورا کرنے کے لئے قدم اٹھائیں گے اور ان کی شفاعت کی ذمہ داری انجام دیں گے۔

(۴) ایسے لوگوں کے لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت، نجات کا سبب نہیں بنے گی جو توحید کے اقراری اور رسالت کے منکر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ توحید و رسالت کے ماننے والوں کی بخشش حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے وسیلے کے بغیر نہیں فرمائے گا۔

(۵) اللہ تعالیٰ کے دربار میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انتہائی عزت اس حدیث سے مستنبط ہوتی ہے کہ بارگاہِ الہی میں قبولیت اور اجابت، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کا استقبال کرے گی جیونکہ دعا سے پہلے ارشاد ہوگا :

سَلِّ تَعْطَىٰ وَ اَشْفَعُ تَشْفَعُ
(مانگئے، تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت کیجئے، قبول کی جائیگی)

(۶) اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے حال پر کمال شفقت و رحمت کا پتہ چلتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے دن، فکر امت کے علاوہ کوئی امر پیش نظر نہیں ہوگا چنانچہ دوسرے رسولان گرامی کو اپنی فکر ہوگی، وہ نفسی نفسی کہیں گے اور حضور رحمت مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امت کی فکر ہوگی اور آپ امتی امتی کہیں گے۔

(۷) کبیرہ گناہوں کے مرتکب مومن، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے کیونکہ وہ یقیناً ذرہ کی مقدار ایمان رکھتے ہیں لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت انہیں بھی شامل ہوگی، رہا معتزلہ کا یہ گمان کہ شفاعت کبیرہ گناہوں

لے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں سے

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

لے امام اہل سنت فرماتے ہیں سے اجابت نے بڑھ کر گلے سے لگایا بڑھی ناز سے جب دعا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

کے بھٹوانے میں دخل نہیں رکھتی تو یہ اس سرپاڑ سوانی گروہ کی جہالت اور نادانی ہے۔

۴- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنهُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوضَعُ لِلْأَنْبِيَاءِ مَنَابِرٌ يَجْلِسُونَ عَلَيْهَا
وَ يَبْقَى مِنْ بَرِيءٍ لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ فَآتَمَّا بَيْنَ يَدَيْ
رَبِّي مُنْتَصِبًا-

” حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے راوی ہیں کہ انبیاء کرام کے لئے منبر رکھے جائیں گے جن پر وہ بیٹھ جائیں
گے، میرا منبر خالی رہے گا، میں اس پر نہیں بیٹھوں گا، میں اللہ تعالیٰ
کے دربار میں کھڑا رہوں گا۔“

فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا تُرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ
بِأُمَّتِكَ فَأَقُولُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ فَيُدْعِي لَهُمْ
فِي حَسَبُونَ فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ
وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي -

” اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے حبیب! تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت
سے کیسا معاملہ کروں؟ میں عرض کروں گا اے پروردگار! ان کا حساب
جلدی فرما، پس انہیں بلایا جائے گا اور ان کا حساب لیا جائے گا، ان میں
سے بعض وہ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں
گے اور بعض میری شفاعت سے۔“

وَلَا أَرَاكَ أَشْفَعُ حَتَّى أُعْطَى صِكًّا كَأَنَّ رِحَابًا
قَدْ أُمِدَّ بِهِ إِلَى النَّارِ حَتَّى أَنْ خَا نِرَانَ النَّارِ يَقُولُ
يَا مُحَمَّدُ مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِي أُمَّتِكَ

مِنْ نَقْمَتِي -

” اور میں شفاعت کرتا رہوں گا حتیٰ کہ مجھے ایسے لوگوں کے ناموں کے دفتر دیدئے جائیں جنکے لئے جہنم کا حکم ہو چکا ہوگا اور مجھے جہنم کا دار و ندہ کہے گا یا رسول اللہ! آپ نے تو اپنی امت میں خدا کے غضب کی کچھ سزا بھی نہیں رہنے دی۔“

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وجاہت و محبت کے سبب آپ کی امت کے ساتھ آپ کی رضا کے موافق معاملہ فرمائے گا، آپ کی درخواست کے مطابق ان کے حساب و کتاب میں جلدی فرمائے گا، جو لوگ بے گناہ ہوں گے جن کی نیکیاں زیادہ ہوں گی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب جنت میں چلے جائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت ان کے لئے عذاب سے نجات دینے میں نہ ہوگی بلکہ حساب کی جلدی میں ہوگی اور جو گنہگار ہوں گے اور اپنے بے اعمال کے سبب گرفتار ہوں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور آپ کی شفاعت ان کی نجات کا سبب ہوگی یہاں تک کہ جن کے جہنم میں جانے کا حکم ہو چکا ہوگا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے فیض سے رہائی پا جائیں گے اور دوزخ کا دار و ندہ آپ سے عرض کرے گا کہ آپ نے اپنا کوئی امتی اللہ تعالیٰ کے غضب کے لئے نہیں چھوڑا۔

۵- مَارُوِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْمَكْبَأَتِ مِنْ أُمَّتِي -

” میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبار کے

مترتب ہوں گے۔“

۶- عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَانِي

اِنَّ مِنْ عِنْدِ رَبِّيْ فَخَيْرَ نِيَّ بَيْنَ اَنْ يَّسُدَّ خَلَّ
يُضْفُ اُمَّتِيَّ الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ فَاخْتَرْتُ
الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا.

”میرے رب کی طرف سے آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے
مجھے اختیار کیا ہے کہ میری نصف امت جنت میں چلی جائے، اور شفاعت
میں، پس میں نے شفاعت اختیار کی اور وہ شفاعت اس شخص کے لئے
ہوگی جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا“
مختصر یہ کہ اس سلسلے میں بے شمار آیات و احادیث وارد ہیں اور جتنی
ہم نے ذکر کر دیں وہی کافی ہیں۔

اب جبکہ عام شفاعت کی حقیقت معلوم ہو گئی اور سید الاولین والآخرین صلی اللہ

تقویۃ الایمان کی عبارت پر گفتگو

تعالیٰ علیہ وسلم کی خاص شفاعت کا حال واضح ہو گیا، قائل کے بے فائدہ کلام میں غور
کرنا چاہئے جس کے پس یا جھوٹ ہونے کے بارے میں مستفتی نے سوال کیا ہے۔ جاننا
چاہئے کہ وہ کلام اول سے آخر تک ناقص اور نامکمل ہے بلکہ پختہ سودا اور خیال
غام ہے۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں :

(۱) اس قائل نے امیدوار ہونے کو بھول قرار دیا ہے۔ ہم بے طاقت گنہگاروں
شفاعت کے امیدواروں کو غلط فہمی (اور جہالت) سے منسوب کر کے خود غلطی
میں واقع ہوا ہے اور دوسروں کو غلطی میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کیونکہ ثابت
ہو چکا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت اہل کبار کے لئے یقینی ہے
لہذا امیدواروں کو غلط سمجھنے اور بھولنے والا کہتا بہت بڑی خود فراموشی غلط فہمی

اور بددینی ہے، خدا کرے جو شفاعت سے ناامید ہونا امید رہے۔

(۲) اس قائل نے سفارش کی تین قسمیں بیان کی ہیں، ان تینوں قسموں میں سفارش کا معنی درست نہیں ہے کیونکہ پہلی اور دوسری صورت میں حکم چلانا اور فرمان جاری کرنا پایا جاتا ہے (سفارش نہیں ہے) تیسری صورت میں بادشاہ نے مجرم پر خود رحم کھایا ہے وہ اپنے امین کا لحاظ رکھتے ہوئے خود رحم کا اظہار نہیں کر سکتا، مجبوراً یہ بہانہ تراشا کہ کسی کو اس کا سفارشی ظاہر کر کے معافی کا اعلان کرتا ہے، یہ سب مکرو فریب ہے،

اور یہ قائل یا تو جاہل ہے جو اپنے آپ کو عالم ظاہر کرنا چاہتا ہے اسے سفارش کا معنی ہی معلوم نہیں، یا عالم ہے جو جہالت کا مظاہرہ کر رہا ہے کہ سفارش کا معنی الٹ دکھاتا ہے۔

(۳) اس شخص نے پہلی قسم کا نام شفاعت و جاہت رکھا ہے، ظاہر ہے کہ اس نے و جاہت کا معنی نہیں سمجھا یا سفارش کا معنی نہیں جانا کیونکہ صورت مذکورہ میں جرم اس لئے معاف کیا گیا ہے کہ شفاعت قبول نہ کرنے کی صورت میں ضرر کا خوف ہے اور یہ معنی نہ لفظ شفاعت سے سمجھا جاتا ہے نہ و جاہت سے، نہ معلوم یہ معنی اس تخریب کے لکھنے والے کے دل میں کہاں سے آگیا اور لفظ مذکور (شفاعت و جاہت) لحاظ اور پاسداری کے معنی سے نکل کر خود ساختہ معنی (سینہ زوری) میں کس طرح استعمال ہوا اور عقائد کے مذکورہ رسالہ (تقویۃ الایمان) میں کس طرح مذکور ہوا اور چند بازاری قسم کے لوگوں میں کیسے مشہور ہوا۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انبیاء و مرسلین کی تعریف و جاہت سے فرمائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا:

وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمایا :

وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

مفسرین نے آخرت میں وجاہت کی تفسیر شفاعت سے کی ہے، اس سے قائل مذکور کی تفسیر قرآن سے واقفیت معلوم کی جاسکتی ہے۔

سوال اس قائل نے اصطلاح بنائی ہے کہ پہلی صورت کو شفاعت بالوجاہت کہا جائے گا، اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں ہے اور اس میں کوئی خشک نہیں کہ یہ کہنا کہ پہلی صورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پائی جاسکتی ہے شرک اور جہالت ہے۔

جواب جو الفاظ قرآن و حدیث میں استعمال ہوئے ہیں، ان میں اصطلاح بنانا اور انہیں معانی فاسدہ کے مقابل مقرر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی اصطلاح کا اختیار کرنا لوگوں کو گمراہی اور جہالت میں ڈالنے کے مترادف ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول نہیں ہیں اور یہ بات ایسی کتاب میں لکھ دے جو عوام الناس کو عقائد سکھانے کے لئے لکھی ہے، جب کوئی اس پر مواخذہ کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نبوت و رسالت کی نفی کفر اور نصوص کا انکار ہے، تو کہہ دے کہ نبوت و رسالت کا معنی غلبہ اور تسلط ہے اور بلاشبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات پر غلبہ اور تسلط ثابت کرنا شرک اور کفر ہے، کیا ایسے بے دین کو ایسی اصطلاح میں معذور قرار دیا جائے گا اور عذر میں یہ کہا جاسکے گا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں ہے؟ ہرگز نہیں، وہ شخص محض اس اصطلاح کے بنانے سے کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک وجیہ نہیں ہیں اور جب اس پر کوئی شخص گرفت کرے کہ ان حضرات سے وجاہت کی نفی کفر صریح

ہے تو کہتا ہے کہ میں نے اصطلاح بنائی ہے کہ وجاہت میں تسلط اور ضرر پہنچا سکنے کی قدرت معتبر ہے اور یہ معنی ان انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ کی نسبت سے یقیناً منتفی ہے وہ بے دین محض اس اصطلاح کے قائم کرنے سے دائرہ ایمان سے یقینی طور پر خارج ہو جائے گا اور یہ کہنا کہ اصطلاح پر کوئی پابندی نہیں، اس کے لئے وجہ معذرت نہیں بن سکتا۔

بائیں ہمہ یہ قائل اپنی اصطلاح کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ اس صورت کو شفاعت و جاہت کہتے ہیں لہذا وہ شفاعت مذکورہ کے علاوہ جھوٹ اور افتراء میں بھی مبتلا ہوا ہے، ہم گمراہی اور گمراہ گری سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

۴۔ قائل مذکور کا یہ قول :

اوس شہنشاہ کی یہ شان ہے (الی آخرہ)

ماقبل سے تعلق نہیں رکھتا کیونکہ اس کلام کا معنی جیسے کہ مقام ثانی میں مذکور ہو گا یہ ہے ہزار ہا انبیاء، اولیاء، جنوں، فرشتوں اور حضرت جبریل امین اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہزار ہا مثالوں کے ساتھ ایجاد کا تعلق صحیح ہے، کارخانہ مکہ الہی میں کسی کے دخل کے نہ ہونے سے اس معنی کا کوئی واضح تعلق نہیں ہے مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ ایک بادشاہ کے کارخانہ حکومت میں کسی امیر یا وزیر کو دخل اور بڑا تسلط ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے بادشاہ کو رونق اور سلطنت کی حفاظت کیلئے ماننا پڑتا ہے، اس کلام کی نفی میں نہیں کہا جاسکتا کہ بادشاہ اگر چاہے تو دوسروں کو اس امیر کے مرتبے تک پہنچا دے اور رعایا کو اس عالی مرتبت امیر کے برابر کر دے کیونکہ اس سے کارخانہ حکومت میں اس امیر کی مداخلت کی نفی نہیں ہوتی بلکہ کہنا یوں چاہئے تھا کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت میں کسی قسیم کی مداخلت حاصل نہیں ہے،

حتیٰ کہ اس کی رنجیدگی اور ناخوشی سے کارخانہ الہی میں بے رونقی کا امکان ہوتا خواہ وہ شخص ممکن الوجود ہو یا ناممکن اور خواہ اس شخص کی بہت سی مثالیں ہو یا وہ بے نظیر ہو، پس یہ کلام فی نفسہ باطل ہونے کے باوجود (جیسا کہ مقام ثانی میں آئے گا) ماقبل سے بھی بے تعلق ہے اور اگر تکلف سے تعلق دکھایا بھی جائے تو اس کلام میں قباحت اور بڑھ جائے گی جیسا کہ عنقریب مقام ثالث میں آئے گا۔

۵۔ اس کا یہ قول

اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الی آخرہ)

ماقبل سے متعلق نہیں ہے، مقام کے مناسب یہ تھا کہ کہتا ہر شخص کو رونق اور عزت اللہ تعالیٰ نے ہی دی ہے، اس کے کارخانہ قدرت کو کوئی شخص کیسے رونق دے سکتا ہے؟ اس کا یہ فقرہ :

” اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل

اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب

کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور جبال ہی سے ہو جائیں تو

اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں (تقویۃ الایمان)

بلا تکلف کلام کے سیاق و سباق کے مطابق نہیں، ہاں اس عبارت کے ہر فقرہ سے ایک غرض قائل کے دل میں پوشیدہ ہے جسے مقام ثالث میں واضح کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ،

۶۔ اس نے دوسری قسم کو شفاعتِ محبت کہا ہے، کہتا ہے اس کو شفاعتِ محبت

کہتے ہیں، یہ معنی اور یہ تفسیر بھی اس کی خود ساختہ ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا کہ

مستشفع الیہ (جس سے سفارش کی گئی) کی شفیع سے محبت، قبولیتِ شفاعت کا

سبب ہے، شفاعت کا قبول کرنا آثارِ محبت سے ہے اور محبوب کی رضا خواہی

اس صفت (محبت) کا مقتضا ہے، مجبوری، اضطرار اور دل آزاری کا اندیشہ، شفاعتِ محبت

محبت میں داخل نہیں ہے اور جب مجبوری اور اضطرار تک معاملہ پہنچ جائے تو شفاعت کا معنی باطل ہو جائے گا اور اس جگہ حکمرانی اور فرمان جاری کرنے کا معنی درست ہوگا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

کی تفسیر اور اس کے علاوہ گزرا چکا کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے سبب آپ کی رضا کا طالب ہے اور بلاشبہ محبت کی شان محبوب کی رضا جوئی ہے اور کوئی محبوب اس پر راضی نہیں ہوگا کہ اس کی شفاعت اس کے محب کی بارگاہ میں مردود ہو اور اس کا وسیلہ بچنے والا محب کے دربار سے ناکام ٹوٹا دیا جائے۔

۷۔ یہ قائل جو بارگاہ الہی میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء کی شفاعت محبت کی نفی کرتا ہے، دو حال سے خالی نہیں، یا تو اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور انبیاء و اولیاء سے محبت ہی نہیں، شفاعت محبت کیسے مستحق ہوگی، یہ کفر صریح ہے اور نصوص قطعاً و احادیث صحیحہ کا انکار ہے، یا محبت کو قبول شفاعت کا سبب نہیں مانتا، یہ عقیدہ بھی نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ کے انکار تک لے جائیگا جیسا کہ

وَالصُّحُفِ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ

اور دوسری آیات کی تفسیر اور احادیث میں مذکور ہوا، اور اگر کہے کہ اصطلاح بنائی گئی ہے کہ اضطرار، مجبوری اور اندیشہ و لاناہاری، شفاعت محبت کے مفہوم میں ماخوذ ہے تو اس کا جواب تیسری وجہ میں گزر گیا ہے۔

۸۔ اس کا قول :

”مالک اپنے بندوں کو (الی آخرہ)

گزشتہ کلام سے موافقت اور مناسبت نہیں رکھتا کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام مقرب فرشتے اور انسان اس کے بندے ہیں اور راہ بندگی سے باہر ایک قدم بھی نہیں چل سکتے، اس سے لازم نہیں آتا کہ کوئی فرشتہ اور کوئی نبی اللہ تعالیٰ کے دربار میں محبوب نہ ہو اور کسی کی شفاعت محبوبیت کے سبب مقبول و منظور نہ ہو، البتہ اس عبارت میں قائل کی ایک غرض پوشیدہ ہے جس پر مقام ثانی میں تنبیہ کی جائیگی۔

۹۔ اس قائل نے تیسری صورت کا نام شفاعت بالاذن رکھا ہے حالانکہ جیسا پہلے معلوم ہو چکا ہے، شفاعت بالاذن کا معنی یہ ہے کہ جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے، شفاعت کرنے والے کو مستشفع الیہ کے سامنے اس کی شفاعت پیش کرنے کی اجازت ہو، اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ مستشفع الیہ کو شفاعت سے پہلے اس مجرم پر رحم آیا ہو لیکن وہ اپنے قانون کی حفاظت کے پیش نظر اس مجرم کا گناہ معاف نہ کر سکتا ہو، اگر اسے شفاعت سے پہلے رحم آیا ہو تو شفاعت رحم اور معافی کا سبب نہیں ہوگی بلکہ اس صورت میں شفاعت لغو اور بیکار ہوگی اور اگر شفاعت فائدہ مند ہے تو مستشفع الیہ کے لئے ہوگی نہ کہ اس شخص کے لئے جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے کیونکہ صورت مذکورہ میں مستشفع الیہ کو شفاعت کے ذریعے اپنے قانون کی حفاظت کا موقع ملا ہے اور مجرم پر رحم کھانے کا بہانہ سامنے لاسکا ہے ورنہ اس بیچارے کو اپنے قانون کی حفاظت کرتے ہوئے مجرم کو معاف کرنے کی کوئی صورت نہ ملتی، رہا مجرم جس کے لئے شفاعت کی گئی ہے اسے تو بخشنے والے کا رحم اور اپنے جرم کی سزا سے نجات درکار ہے اور وہ شفاعت سے پہلے ہی حاصل ہے لہذا شفیع کا اس کے حال پر کونسا احسان ہے اور شفاعت کو اس کی نجات میں کیا دخل؟

قابلِ مذکور اس جگہ انصاف کرتے ہوئے خود کہہ گیا ہے کہ اس صورت میں درحقیقت شفاعت متحقق نہیں ہے بلکہ بادشاہ لوگوں کے دلوں میں بظاہر اس امیر کی عزت افزائی بٹھانے کے لئے اس امیر کی نام ہناد شفاعت کی بنا پر مجرم کا جرم معاف کر دیتا ہے، دراصل یہ شفاعت ہے ہی نہیں کیونکہ اسے مجرم کے حق میں رحم کھانے اور بخش دینے میں کوئی دخل ہی نہیں ہے۔

مثلاً اگر کوئی خدمتگار نافرمانی کا مرتکب ہو کر گرفتار ہو جائے اور مخدوم بظاہر بیزار ہے اور دلی طور پر اس بدکردار کو معاف کرنے کے بہانے کا متلاشی ہے اس بنا پر کسی شخص کو کہہ دیتا ہے کہ مجھ سے فلاں خدمتگار کے جرم کی معافی کا مطالبہ کرو اور اس کے رویے سے درگزر کا مجھ سے تقاضا کرو کیونکہ میں اسے معاف کرنا چاہتا ہوں مگر اس خیال سے کہ دوسرے خدمتگاروں کی نظر میں نافرمانی معمولی دکھائی نہ دے اور ان کے دل میں میرے فرمان کی تعظیم و تکریم کم نہ ہو جائے، میں بغیر کسی بہانے کے اسے بر ملا معاف نہیں کر سکتا اور اپنی بخشش کا اظہار نہیں کر سکتا، وہ شخص مخدوم کی مرضی پا کر خدمتگار کی معافی اور مغفرت کی درخواست پیش کر دیتا ہے اور مخدوم جو بہانے کی تلاش میں تھا اس کی درخواست کو غنیمت جانتے ہوئے اس خدمتگار کو معاف کر دیتا ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہ واقعی شفاعت ہے کیونکہ مخدوم نے جو خادم پر رحم کیا اور اسے معاف کر دیا اس میں شفاعت کا کوئی دخل نہیں ہے، اگر اس شفاعت نے فائدہ دیا ہے تو مخدوم کو دیا ہے کہ اس شفاعت کے طفیل اسے معاف کرنے کا بہانہ مل گیا، اس شفاعت نے خادم کو کوئی فائدہ نہیں دیا کیونکہ اس کی نجات کا سبب مخدوم کا وہ رحم ہے جو شفاعت سے پہلے ہی موجود تھا، ایسا شفیع، خادم پر اس وقت تک ہی احسان جتلا سکتا ہے جب تک

حقیقتِ حال اس پر منکشف نہ ہو اور اگر خادم کو حقیقت کا پتہ چل جائے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ تم مجھ پر کیا احسان جتلا رہے ہو؟ تم نے کیا کیا؟ میرے آقا کو مجھ پر رحم آیا اور اس نے معاف کر دیا، اسی طرح لوگوں کے دلوں میں مخدوم کے دربار میں اس شفیع کی عزت افزائی کا احساس اس وقت تک رہے گا جب تک وہ یہ سمجھتے رہیں گے کہ مخدوم نے اس کی شفاعت کے سبب فلاں خادم کو معاف کر دیا ہے اور اگر انہیں پتہ چل جائے کہ مخدوم نے از خود معاف کیا ہے، شفاعت صرف بہانہ تھی تو شفاعت کرنے والے کی عزت ان کے دلوں میں کیا بڑھے گی؟ پس ظاہر ہو گیا کہ صورتِ مذکورہ بظاہر شفاعت ہے درحقیقت شفاعت نہیں ہے، یہ مطلب بھی اس قائل کا خود ساختہ ہے۔

در اصل شفاعت بالاذن، شفاعتِ محبت کے مقابل نہیں ہے بلکہ دونوں شفاعتِ محبت اور شفاعتِ وجاہت، شفاعت بالاذن کی قسمیں ہیں کیونکہ کوئی مقرب مالک کے سامنے کسی کے گناہوں کے بخشنے یا مرتب کے بلند کرنے کے لئے اس طرح شفاعت کرتا ہے کہ اس مقرب کو مالک کی بارگاہ میں ایسے شخص کے بارے میں بات کہنے کی اجازت حاصل ہے جیسے کہ حضرات انبیاء و اولیاء کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمانداروں کے بارے میں درخواست پیش کرنے کی اجازت ہوگی اگرچہ وہ ایماندار کسانوں کے مترتب ہی کیوں نہ ہوں جیسے کہ اس سے پہلے آیات و احادیث سے ثابت و واضح ہو چکا ہے۔

اس (شفاعت بالاذن) کی دو قسمیں ہیں :

- (۱) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی وجاہت ہے۔
- (۲) وہ شفاعت جس کی قبولیت کا سبب شفیع کی محبت ہے۔

یہ مسئلہ (شفاعت کی دونوں قسموں کا مقبول ہونا) اس سے پہلے کتاب و

سنت سے ثابت ہو چکا ہے۔

۱۔ قائل مذکور کا یہ قول

”مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کرنا اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں

مٹھرایا“ (الی آخرہ)

اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اگر گنہگار ایک سے زیادہ مرتبہ جرم نہیں کرتا اور اپنے کئے پر پشیمان ہے تو اس کے حق میں شفاعت بالاذن ہو سکتی ہے حالانکہ اگر اس نے متعدد بار جرم کیا ہے اور اپنے جرم پر پشیمان اور شرمندہ نہیں ہے چوری اس کا پیشہ ہے اور یہ جرم ہمیشہ کرتا ہے تو بھی آیات و احادیث کی رو سے اس کے لئے شفاعت ہو سکتی ہے کیونکہ بار بار گناہ کرنے سے شرک اور کفر لازم نہیں آتا حتیٰ کہ وہ شفاعت سے محروم ہو جائے، گناہ کبیرہ کا مرتکب ایسا گنہگار ہے جس نے توبہ نہ کی ہو اور وہ نادوم اور پشیمان نہ ہو، شفاعت کا مستحق ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي

”میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر کے

مرتکب ہوں گے“

نیز فرمایا :

أَتْرَوْنَهَا لِلْمُتَّقِينَ وَ لِكَمَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ

الْخَطَّائِينَ۔

”کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میری شفاعت پر ہمیزگاروں کے لئے (ہی)

ہوگی (نہیں بلکہ) تھقین میری شفاعت گنہگاروں اور بہت بڑے گنہگاروں

کے لئے ہوگی۔“

اور اگر گنہگار اپنے کئے پر پشیمان اور شرمندہ ہے اور اس نے دوبارہ گناہ نہیں کیا تو وہ خود تائب ہے کیونکہ توبہ کا معنی، گناہ پر نادم ہونا ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ عزم بھی ہو کہ یہ گناہ دوبارہ نہیں کرے اور بعض علماء کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے، گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں، پس وہ گنہگار (جس نے توبہ کر لی ہے) نجات یافتہ ہے۔ اسے شفاعت سے کیا تعلق اور اسے شفاعت کی کیا ضرورت؟

۱۱- اس کا یہ قول :

” اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر اور وزیر کی پناہ نہیں ڈھونڈتا“

جہلاں کو فریب دینے والی کیسی عجیب بات ہے، یہ قائل ابلہ فریب انداز بیان سے توسل اور طلبِ شفاعت (جو تمام اہل ایمان کے نزدیک نص صریح سے ثابت ہے) کی نفی کرنا چاہتا ہے، اس مکر و فریب کی وضاحت سنئے! اگر اس قائل کا یہ مقصود ہے کہ مجرم کسی امیر وزیر کی پناہ اس لئے نہیں ڈھونڈتا کہ اس امیر و وزیر کو بادشاہ کا مقابل اور ہمسر سمجھتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ اگر بادشاہ مجھے قطعی طور پر سزا دینا چاہتا ہے تو کوئی امیر اور وزیر اس کی مزاحمت اور مدافعت کر سکتا ہے تو اس معنی کے اعتبار سے پناہ لینے کی نفی درست ہے لیکن اس سے قائل کا یہ مقصد ثابت نہیں ہوتا کہ وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہو جائے،

اور اس کا یہ قول :

” اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں

کیا حکم فرماوے“

درست نہیں رہتا کیونکہ اس قول کا مطلب وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کی نفی ہے، اس کا یہ کہنا کہ :

”کسی کی پناہ نہیں ڈھونڈنا“

باطل اور نص کے مخالف ہے کیونکہ اس سے پہلے احادیث شفاعت میں بیان ہو چکا ہے کہ مومن بلکہ تمام اولین اور آخرین، میدانِ محشر میں حیران و پریشان ہو کر شفاعت کرنے والے اور وسیلہ کو تلاش کریں گے، پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پھر دیگر رسولانِ عظام کے پاس مخلوق کے لئے شفاعت طلب کرنے اور گناہوں کی مغفرت چاہنے جائیں گے، آخر میں حضور سیدالابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور التجا کریں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے، اس قائل کے دل میں ایک اور غرض پوشیدہ ہے اور اس کلام میں اس کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جو لوگ توسل اور شفاعت طلب کرنے کے قائل ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ شفاعت کرنے والوں اور وسیلوں کا بخشش میں داخل ہے وہ شفاعت کے مستحق نہیں ہیں، پس جاہلوں کو فریب دینے والے ایسے کلمات سے بازاری قسم کے عوام کو اپنے جال میں لانا چاہتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰات والسلام اور اولیاء کی شفاعت اور وسیلے کی نفی کو عوام کی نظروں میں خوبصورت بنا کر پیش کرنا چاہتا ہے۔

۱۲۔ اس کا یہ قول،

مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کہ (الی آخرہ)

ایسے مقام میں کتنی سخت بات کہہ گیا ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس کی شان اس سے بلند و برتر ہے کہ وہ مجرم پر رحم فرمانے کے باوجود قانون کا پاس

کرتے ہوئے اسے معاف نہ کر سکے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ
لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ۔

”اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں، وہ جو کچھ کرتا

ہے اس سے باز پرس نہیں ہو سکتی (البتہ) ان سے پوچھا جائیگا“

آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ اس عقیدہ کی تلقین کرتی ہیں کہ:

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

”اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخش دے گا“

اور اس کی بخشش بے پایاں کو بیان کرتی ہیں، دیکھنا چاہئے کہ یہ علامہ زماں کس بے باکی

سے اندھوں کی طرح چلتا ہے، نہ خود غور کرتا ہے نہ اس کے معتقدین اس انداز سے

آگاہ ہوتے ہیں۔

۱۳۔ اس کا یہ کہنا

”اوس امیر نے اوس چور کی (الیٰ آخرہ)

ایسا کلام ہے جو جاہلوں کو فریب دینے کے لئے بنا سنوارا کہ پیش کیا گیا ہے

بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک بلند مرتبہ امیر، بادشاہ کے دربار میں عزت و منزلت

رکھتا ہے، اس کی عزت، محبوبیت اور بلندی مرتبت کے سبب اسے دربار شاہی میں

بخشش طلب کرنے کے لئے گفتگو کی اجازت ہوتی ہے، اس کی بات کا وزن ہوتا

ہے اور اس کی درخواست مقبول ہوتی ہے، وہ ازراہ تہنم یا اس لئے کہ مجرم

نے اسے وسیلہ بنایا ہے یا اسکی بے کسی اور بے چارگی پر نظر کرتے ہوئے

ایسے مجرم کی شفاعت کرتا ہے کہ بادشاہ نے اس کی سزا کا حتمی فیصلہ نہیں کیا،

اس امیر کی شفاعت مقبول و منظور ہوتی ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امیر

جرموں کا حمایتی ہے اور بادشاہ کے فرمان سے سرکش ہے۔ اس کی مزاحمت کرتا ہے اور اس کا مد مقابل ہے اور یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ عالی قدر امیر اس گنہگار کی سفارش کی بنا پر بدکردار چوروں کا ساتھی قرار دیا جائے۔

ہاں اگر ایسا ہو کہ کوئی شخص چوری کو جرم نہ سمجھے، چور کو مجرم نہ جانے، چور کی رہائی کے لئے شور و شر برپا کرے اور بادشاہ کی نافرمانی کی ٹھان لئے وہ خود مجرم، گنہگار اور بدکردار چوروں کا شریک کار ہے، اسے شفیع نہیں کہا جاسکتا، سوائے اس قائل کی اصطلاح کے جو عقائد دین کے باب میں نئی اصطلاحیں اختراع کرتا ہے اور ایسی اختراع پر ہزار آفرین کا منتظر ہے۔

۱۴۔ اس کا یہ کہنا :

”سوائے اللہ کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے“ (الی آخرہ)

یقیناً باطل ہے اور اصول یعنی قرآن پاک، احادیث سید المرسلین، اجماع امت اور عقل سلیم کے خلاف ہے۔

قرآن پاک کی آیات :

(۱) یَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت اس شخص کے لئے فائدہ مند ہوگی جس کے لئے اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دے گا اور جس کی گفتگو یعنی کلمہ شہادت پسند فرمائی ہے، اس قائل کے قول و اعتقاد سے ثابت ہوتا ہے کہ شفاعت کو کسی کی نجات میں دخل نہیں ہے بلکہ اس کے نزدیک شفاعت اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے کے بعد ہوگی اور اللہ تعالیٰ شفاعت کے دخل کے بغیر محض اپنی رحمت سے تمام گناہ بخش دیتا ہے، پس اس قائل کی دانست میں شفاعت بے فائدہ اور بے کار ہے اور کسی کی

شفاعت بھی فائدہ مند اور نافع نہیں ہے، شفاعت صرف اس صورت میں متصور ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے رحم فرمائے اور بخش دینے کے بعد ہو۔

(۲) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ

اس آیت سے بھی قائل مذکورہ کی مرضی کے خلاف اس شخص کی شفاعت ثابت ہوتی ہے جسے بارگاہِ الہی میں عرضِ مدعا کا مقام حاصل ہے اور اس شخص کے حق میں کہ اس کی مغفرت طلب کرنے سے ممانعت وارد نہیں ہے،

(۳) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللَّهُ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا
مَرَّحِيمًا۔

اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بخشش طلب کرنے پر مرتب اور معلق فرمایا ہے اور اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بخشش طلب کرنا اور شفاعت کرنا، اللہ تعالیٰ کے رحم فرمانے کے سبب نہ ہوتا تو اس تعلیق کا کوئی مطلب نہ ہوتا، ایسی بات سے خدا کی پناہ!

(۴) سَلَامٌ عَلَيْكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامٌ مَشْهُودٌ مِنْ أَجْلِ كَرَامَةِ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"ان کی سلامتی صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و کرامت کے

سبب واقع ہوئی کہ آپ تمام جہان والوں کے لئے رحمت ہیں"

احادیث مبارکہ

(۱) فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَّاسَرَكَ وَتَعَالَى مَا تُرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ بِأَمْتِكَ؟

اس حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتے ہوئے فرمائے گا تم کیا چاہتے ہو کہ تمہاری امت سے (وہ معاملہ) کر لیں پس جو کچھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت میں عرض کریں، گئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت گنہگاروں کی نجات اور قیدوں کی رہائی کا سبب ہوگی۔

(۲) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي الَّذِي
وَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي۔

یہ حدیث نص صریح ہے اس پر کہ بعض محض رحمت الہی سے اور بعض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے، کون مدعی اسلام ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ صادق ہستی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام کی تکذیب کر سکتا ہے،

(۳) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث شفاعت میں فرماتے ہیں :

فَيَقُولُونَ أَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ إِلَى

اخرا الحدیث)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ میدان محشر میں وسیلہ اور شفیع تلاش کئے بغیر چارہ نہ ہوگا اور حضور سید الشافعیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لئے بغیر گزارہ نہ ہوگا۔ اس قائل نے جو ذرائع اور وسائل کی نفی کی ہے، نص صریح اور حدیث صحیحہ کا انکار کیا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اور اس کے معتقدین اپنی دانست میں حدیث شریف کے ان الفاظ

يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ

(اللہ تعالیٰ تمام اولین اور آخرین کو جمع فرمائے گا)

میں داخل نہ ہوں، نعوذ باللہ من ذلک!

(۴) نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لِيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَةِ عُمَانَ سَبْعُونَ أَلْفًا كَلِمًا
اسْتَوْجَبُوا النَّارَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ -

”تحقیق عثمان غنی کی شفاعت کے سبب سے ستر ہزار ایسے افراد
بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے جو سب کے سب دوزخ کے
مستحق ہو چکے ہوں گے۔“

اس کے علاوہ بہت سے آثار اور بے شمار حدیثیں وارد ہیں کہ ان میں
سے بعض اس سے پہلے مذکور ہوئیں جو (قابلِ مذکورہ کی) گفتگو کے ابطال کے لئے
کافی اور کمزور ایمان والوں کی سمجھ کی بیماریوں کے لئے شافی ہیں۔

اجماع مسلمین

تمام اہل اسلام قائل ہیں کہ شفاعت لغو اور بیکار نہیں ہے، اختلاف یہ
ہے کہ اہل سنت و جماعت اور دیگر فرق اسلامیہ معتزلہ اور ان کے قدم بہ قدم
چلنے والوں کے علاوہ شفاعت کو گناہوں کی سزا سے نجات کے لئے کبھی سبب مانتے
ہیں، معتزلہ اور ان کے متبعین شفاعت کو بلند درجہ نجات کا سبب مانتے ہیں، گناہوں
کی معافی کا سبب ہونے سے انکار کرتے ہیں اور یہ قائل تمام اہل اسلام کے برخلاف
شفاعت کو بیکار اور بے دخل مانتا ہے، ظاہری طور پر کہتا ہے کہ شفاعت اللہ تعالیٰ
کے رحم فرمانے اور معافی دینے کے بعد ہوگی (ورنہ) اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دراصل
شفاعت متحقق ہی نہیں ہے جیسا کہ اس سے پہلے مذکور ہو چکا۔

اس تمام گفتگو کے باوجود (ایک اور قابلِ توجہ ہے) اس سے پہلے گزر چکا کہ
ایک شخص کا دوسرے کے لئے شفاعت کرنا اور دوسرے کے لئے دعا کرنا درحقیقت ایک

ہی ہے لہذا شفاعت کو بے دخل اور بیکار جاننا ایک شخص کی دوسرے کیلئے دعا کو بے دخل اور بیکار جاننا ہے، یہ بھی کتاب سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

عقل سلیم کا فیصلہ

اس سے پہلے گزر چکا کہ شفاعت وہی ہے جس کا کچھ اثر بھی ہو (اگر شفاعت کا کچھ بھی اثر نہ ہو تو وہ شفاعت ہی نہ ہوگی) اور وہ جو اس قائل کا گمان ہے، غلط بیانی، حیلہ سازی اور مکر و فریب ہے، پس جاہلوں کے اس گمراہ کنندہ کے گمراہ اور گمراہ کن حال پر اس ہدایت دہندہ آیت کا مضمون صادق آتا ہے :

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ
الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
خُرُوسًا۔

” اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنائے، انسانوں اور جنوں کے شیطان کہ دھوکہ دینے کے لئے ان میں سے بعض، بعض کے دلوں میں ایسی باتیں ڈالتے ہیں جو بظاہر حسین ہوں۔“

اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث صادقہ میں بیان فرمایا ہے، پردہ سخیب سے عرصہ ظہور پر جلوہ گرہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قوت و طاقت سے ہمیشہ شیطان اور اس کے مکر سے بچائے اور اس کے جالوں اور جکڑ بند سے نجات عطا فرمائے، اپنے عزت والے، بیان فرمانیوالے حبیب اور شفیع المذنبین کریم و امین رسول اور ان کی روشن چہرے والی بابرکت آل اور ان کے سابقین اولین اور اصحاب ہمیں صحابہ کے طفیل، آمین یا رب العالمین۔

مقام ثانی

حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قائل
بے فائدہ کلام کا بطلان بیان کرنے میں

وہ بے فائدہ کلام یہ ہے :

” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے

چاہے نو کروڑوں نبی دوی و جن و فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
برابر پیدا کر ڈالے۔“

امکانِ نظیر کا مطلب | یہ کلام نا تمام جھوٹ، خلافتِ واقع اور بے نور لاف و گزاف
ہے۔

پہلے یہ جانتا چاہئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس
قائل کی مراد وہ افراد نہیں ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ صرف حقیقتِ انسانیہ
میں شریک ہوں کیونکہ ہر زمانے میں سینکڑوں انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور مشیت
شاملہ سے موجود ہوتے ہیں۔ آج بھی ہزاروں انسان روئے زمین پر موجود ہیں، یہ کہنا کہ
” اس کی شان یہ ہے کہ جب چاہے سینکڑوں انسان ایک آن میں ایک کلمہ کن سے
پیدا کر دے،“ نہ تو محتاجِ بیان ہے اور نہ ہی سیاق و سباق سے مناسبت رکھتا ہے
بلکہ اس قائل کی مراد وہ فرد ہے جو اس ذاتِ اقدس کے ساتھ ماہیت اور ان تمام اوصافِ
کاملہ میں شریک ہو جو اس ذاتِ قدسی صفات، سرورِ کائنات، مفرحِ ممکنات صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم میں موجود ہیں۔

اولیٰ مرتبہ اب سنئے! اس قائل کا کلام دو وہیوں سے کاذب اور باطل ہے، اردو دان حضرات پر مخفی نہیں کہ ایک شخص کتاب ہے "فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر کے" دوسرا شخص کتاب ہے "فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر ڈالے" ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ پہلے کلام کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی قدرت کا تعلق فلاں کام سے ہو سکتا ہے اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص کی صفت تکوین (کسی فعل کا کرنا) کا تعلق اس کام سے ہو سکتا ہے کیونکہ "کر ڈالنے" کا مطلب فعل کا واقع کرنا اور وجود میں لانا ہے نہ کہ اس فعل پر قادر ہونا اور کر سکتا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہے کہ :

"فلاں شخص چاہتا تو فلاں کام کر ڈالتا"

اور دوسرا شخص کہے کہ :

"فلاں شخص چاہے تو فلاں کام کر کے یا چاہے تو کر ڈالے"

ان میں بھی بہت فرق ہے، پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر فلاں شخص ابتداءً چاہتا تو فلاں کام کر سکتا تھا یا وقوع میں لا سکتا تھا لیکن اب کسی مانع کے سبب نہیں کر سکتا اور دوسرے قول کا مطلب یہ ہے کہ فلاں شخص اگر چاہے تو فلاں کام اس وقت کر سکتا ہے یا وقوع میں لا سکتا ہے مثلاً ایک امی (ماتوا) کہے کہ :

"چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جبر کتاب کا لکھ ڈالوں"

اردو زبان سمجھنے والا اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ اسی وقت صفت تکوین کا تعلق کتابت سے صحیح ہے اور اس کا دار و مدار کتابت کی قوت قریبہ پر ہے اور امی میں کتابت کی قوت قریبہ بالفعل نہیں ہے اور اگر امی کہے کہ :

” چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ سکوں “

اردو جاننے والا اس کی تکذیب نہیں کر سکتا کیونکہ اگر وہ امی چاہے تو کتابت سیکھے اور کتاب کی ایک جز ایک ساعت میں لکھ دے اور اس کا دار و مدار کتابت کے امکان پر ہے اگر یہ قوت بعیدہ سے ہی ہو، اور اگر امی کے لئے کتابت کے سیکھنے سے کوئی دائمی مانع موجود ہو اور وہ کہے کہ :

” چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں یا لکھ سکوں “

تو زبان دان اس کی تکذیب کرے گا کیونکہ کتابت کے سیکھنے سے دائمی مانع کے ہوتے ہوئے، کتابت کو بالفعل واقع میں لانا اس امی کے اختیار میں نہیں ہے اور اگر وہ ہی امی کہے کہ :

” چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا “

تو زبان سے واقف اس کی تکذیب نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے کلام کا معنی یہ ہے کہ اگر ابتداً دائمی مانع کے پیدا ہونے سے پہلے چاہتا تو کتابت سیکھ لیتا اور کتاب لکھتا یا لکھ سکتا تھا، یہ معنی صحیح ہے، دائمی مانع کا موجود ہونا اس کلام کی صحت سے مانع نہیں ہے۔

واضح ہو کہ یہ مثالیں ان کلمات کے معانی اور مدلولات کی تقسیم کے لئے ہیں، کسی کو یہ گمان نہ گزرے کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تکوین کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نظیروں اور مثالوں سے بلند ہے کیونکہ مقصد نظیر پیش کرنا نہیں بلکہ مقصد ان کلمات کے مدلولات کا بیان کرنا ہے،

مختصر یہ کہ اگر کلام کا مطلب یہ ہے کہ ابتداً قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو ابتداءً میں اس کام کا امکان ضروری ہے اور اگر کلام کا یہ مطلب ہو کہ اس وقت قدرت یا تکوین کا تعلق کسی کام سے صحیح ہے تو اس وقت اس کا امکان

مزدوری ہے اور امکان سے مراد امکان وقوعی نفس الامری (یعنی اس کام کا وقوع واقعی ممکن ہے) کیونکہ عرف عام میں یہی معنی فوری طور پر ذہن میں جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "فلاں فقیر بادشاہ کو قید میں بھیج سکتا ہے" تو عرف عام میں اس کا معنی یہی ہوگا کہ فقیر کے بادشاہ کو قید میں بھیجنے کا وقوع ممکن ہے اسی لئے عرف میں اس قائل کو بیہودہ گو اور ہرزہ سرا کہا جائے گا۔

اگر قائل یہ تاویل کرے کہ میرا مقصد نفس ذات کے لحاظ سے امکان ذاتی ہے اور حقیقت انسانی کے اعتبار سے ممکن ہے کہ فقیر کو بادشاہ پر تسلط حاصل ہو جائے تو کوئی شخص اس تاویل کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ عرف میں امکان ذاتی ہرگز متباد نہیں ہے اور کسی کی سمجھ میں نہیں آتا، معنی متبادر خود اپنا کام کرتا ہے، تاویل اس کی تلافی نہیں کر سکتی۔

انتزاع نظیر پر دلیل | اس تمہید کے بعد سنئے! کہ اس قائل کے کلام کا مطلب یہ ہے کہ حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام کمالات میں برابر کر و دل اشخاص سے تکوین کا تعلق صحیح ہے جو شخص اردو زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھتا ہے، اس عبارت سے اس معنی کے متباد رہنے میں شک نہیں کرے گا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات سے تمام اوصاف و کمالات میں برابری رکھنے والے ایک شخص سے بھی تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا باطل ہے کیونکہ ایسا ایک شخص بھی موجود ہوا تو نص قرآنی کا کذب لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے اور حسب محال بالذات لازم ہوا اس تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہوتا، (منطقی انداز میں) اس قیاس (اقرانی حملی) کی ترتیب یوں ہوگی :

۱۔ اس مسئلے کی تفصیل ملاحظہ ہو: سبحان سبحان عن عیب کذب مقبوح، ۱۱، از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

(i) کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات کو مستلزم ہے۔

(ii) اور جو محال بالذات کو مستلزم ہو اس سے نکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے یا بصورت قیاس استثنائی (اصالی) کہا جائے۔

اگر کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے نکوین کا تعلق صحیح ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا کذب بھی صحیح ہوتا " لیکن تالی (اللہ تعالیٰ کا کذب) باطل ہے لہذا مقدم کمالات میں حضور کے برابر سے نکوین کے تعلق کا صحیح ہونا بھی باطل ہوگا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا کذب الہی کو مستلزم ہے اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نبی کے سوا اور کوئی شخص نہیں ہو سکتا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد (نئے) نبی کے موجود ہونے سے نص قرآنی کا کذب لازم آتا ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم جمیع انبیاء ہونا نص قرآنی سے ثابت ہے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ سِرِّ جَالِكَرًّا وَلَكِن
رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

لہذا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا نکوین کے تحت داخل ہونا صحیح ہو تو اس نص صریح کا کذب صحیح ہو جائے گا العباد باللہ تعالیٰ من ذلک۔
رہا یہ امر کہ اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے تو اس کا بیان یہ ہے کہ

۱۵ محمد قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں لکھا ہے کہ اگر بالفرض زمانہ نبوی میں یا اس کے بعد کوئی نبی آجائے تو

آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا (مفہوماً) یہ ختم نبوت کے عقیدہ قطعاً کی کھلی مخالفت ہے ۱۲

کذب صفت نقض اور عیب ہے اور اللہ تعالیٰ کا صفات نقض و عیب سے متصف ہونا محال بالذات ہے۔

امکان کذب کی دلیل اور اس کا رد | اور وہ جو اس قائل نے بعض رسائل میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب اور اس کا اس

نقض سے متصف ہونا محال بالذات نہیں ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملانگہ اور انبیا پر القاء کرنا قدرت الہیہ سے خارج نہیں ہے، ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زائد ہو اس لئے کہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اسے مخاطبین پر پیش کرنا، اکثر انسانوں کی قدرت میں ہے، ہاں کذب مذکور چونکہ حکمت کے منافی ہے اس لئے ممتنع بالغیر ہے اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالیٰ کے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں اور اس کے ساتھ اس کی تعریف کرتے ہیں برخلاف پتھر اور گونگے کے کہ کوئی شخص عدم کذب سے ان کی تعریف نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ جو شخص کلام کاذب پر قدرت رکھتا ہے لیکن مصلحت اور تقاضائے حکمت کی بنا پر جھوٹ بولنے کا ارتکاب نہیں کرتا وہ جھوٹ نہ بولنے اور کمال صدق سے متصف ہونے کے سبب تحقیق تعریف ہے، برخلاف اس شخص کے جس کی زبان ماؤف ہے اور وہ جھوٹ بولنے کی طاقت نہیں رکھتا، یا اس کی قوت متفکرہ میں فساد ہے کہ وہ واقع کے خلاف قضیہ تیار نہیں کر سکتا، یا جس وقت وہ سچ کہنا چاہتا ہے، کہہ دیتا ہے اور جب جھوٹ بولنا چاہتا ہے، اس کی آواز رک جاتی ہے یا اس کی زبان ماؤف ہو جاتی ہے یا کوئی شخص اس کا منہ بند کر دیتا ہے یا اس کا گلا دبا دیتا ہے، یا اس شخص نے بہت سے سچے قضایا (اقوال) یاد کر رکھے ہیں اور وہ دوسرے

قضایا تیار ہی نہیں کر سکتا اس لئے اس سے کلامِ کاذب صادر نہیں ہوتا، یہ اشخاص مذکورہ عقلا کے نزدیک مستحقِ تائید نہیں ہیں۔

حاصل یہ کہ جھوٹ سے بچتے ہوئے اور اس کی آلودگی سے دامن بچاتے ہوئے، جھوٹ نہ بولنا صفاتِ مدح سے ہے اور اس لئے جھوٹ نہ بولنا کہ اس کی طاقت ہی نہیں، کسی طرح بھی صفاتِ مدح میں سے نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں، یہ کیا عقیدہ ہے جو اس قائل کی زبان سے صادر ہو رہا ہے اور کیا گمراہانہ کلام ہے جو اس کے قلم کی نوک سے بے باکانہ ٹپک رہا ہے۔

یہ قائل مانتا ہے کہ جھوٹ نقص اور عیب ہے، اس کے باوجود کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے متصف ہونا ممکن ہے لہذا یہ صریح اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ناقص اور عیب دار ہونا ممکن ہے، اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے جو یہ بیان کہتے ہیں، اب یہ شکایت ختم ہو جاتی ہے کہ اس نے بدینتی کی بنا پر حضور سید کائنات اور دیگر حضرات انبیاء و ملائکہ و اولیاء کے بارے میں تنقیص اور توہین آمیز کلمات کہے ہیں کیونکہ اس کا عقیدہ خالق کائنات کے بارے میں یہ ہے، کہ اس کا جھوٹ اور نقص و عیب سے متصف ہونا ممکن ہے (مخلوقات کے بارے میں کیا کچھ نہ کہے گا!

اس کا یہ استدلال کہ :

”ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا ملائکہ و

انبیاء پر القار کرنا، قدرتِ الہیہ سے خارج نہیں ہے“

باعثِ تعجب ہے کیونکہ ایسا قضیہ بنانا جو واقع کے مطابق نہ ہو اور اس کا مخاطب پر القار کرنا مطلقاً جھوٹ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اکثر مقامات پر مخلوق سے حکایت کہتے ہوئے قضایا کاذبہ ذکر فرمائے ہیں، قائل کے کذب کا معنی یہ ہے کہ وہ مخالف واقع قضیہ

سے خبر دے اور یہ صفت عیب اور نقص ہے اور یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کا عیب اور نقص سے موصوف ہونا ممکن ہے، اہل ایمان کی شان سے بعید ہے، ایسا کلام زبان پر لانا اور اس کا سنا مسلمانوں کی سماعت پر بہت گراں ہے، یہ صحیح ہے کہ یہ باتیں اس شخص کو کہی جاسکتی ہیں جس کا ایمان سے کچھ تعلق نہ ہو۔
اس کا یہ کہنا کہ :

”ورنہ لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی قدرتِ الہیہ سے زیادہ ہو“

تعجب بالائے تعجب کا سبب ہے اور دیکھنے والوں کی نگاہوں میں قائل کی دقیقہ رسی اور زبردگی کی قوت کو ظاہر کرتا ہے، سبحان اللہ و تعالیٰ عما یصفون، ظاہر ہے کہ بدترین فواحش اور شیخ قبائح، جن سے اللہ تعالیٰ کا متصف ہونا عقلی، نقلی طور پر بدیہی اور شرعی طور پر ممنوع ذاتی اور محال عقلی ہے، قدرتِ انسانیہ کے تحت داخل اور قدرتِ الہیہ کے تحت داخل نہیں ہیں، اس قائل کے زعم پر لازم آئے گا کہ قدرتِ انسانی، قدرتِ ربانی سے زائد ہو
العیاذ باللہ!

اس شبہ کا حل یہ ہے کہ عیوب و نقائص سے اتصاف اور قبائح و فواحش کے از نکاب کی قدرت خود عیب اور نقص ہے، اللہ تعالیٰ تمام نقائص، عیوب، قبائح اور فواحش سے پاک ہے، جو قدرتِ اللہ تعالیٰ کے اوصاف کاملہ میں سے ہے، وہ تمام ممکنات کے ایجاد کی قدرت ہے، گویا مطلق قدرت دو قسم ہے، ایک قدرت کاملہ جو اللہ تعالیٰ

طے ستم یہ ہے کہ مولوی محمد حسن دیوبندی نے صراحتاً اقرار کیا ہے کہ تمام افعال قبیحہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، کھلے سے صدور قبائح اور قدرتِ علی القبائح میں زمین آسمان کا فرق ہے، امر اول کو عند اہل السنۃ بہ نسبت ذاتِ خالق الکائنات محال کہا جاتا ہے تو امر دوم مسلمات میں سے ہے، سب جانتے ہیں کہ ذاتِ تعالیٰ شانہ سے افعال قبیحہ کے صدور کی نوبت نہیں آسکتی لیکن افعال قبیحہ کو مثل دیگر ممکنات ذاتیہ مقدور باری حمد اہل حق تسلیم کرتے ہیں کیونکہ خرابی ہے تو ان کے صدور میں ہے، نفس مقدور یہ نہیں اصلاً کوئی خرابی لازم نہیں آتی (جہد المقل، مطبع بلالی ساٹھ حورہ، ج ۱، ص ۲۱) یعنی ان کے نزدیک چوری، بدکاری، زنا، لواط اور دیگر تمام فواحش اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل ہیں، لغو ذی اللہ تعالیٰ من ذلک ۱۲ شرف قادری

کے اوصاف مختصہ سے ہے، دوسری قدرت ناقصہ جو صفات مخلوق سے ہے دوسری قدرت پہلی قدرت سے براتب غیر متناہیہ ناقص ہے، پس انسان میں دوسری قدرت کے موجود ہونے اور ذات باری تعالیٰ میں اس کے ممکن نہ ہونے سے قدرت انسانی کا قدرت ربانی پر زائد ہونا لازم نہیں آتا، شاید زیادتی کا معنی "خیال شریف" میں نہیں آیا ہوگا۔

ایک شے کا دوسری شے پر زائد ہونا یہ ہے کہ پہلی شے دوسری شے پر مشتمل ہو اور اس کے ماسوا پر بھی، اسے چاہئے تھا کہ پہلے ثابت کرتا کہ قدرت انسانی قدرت ربانی پر مشتمل ہے، پھر بیان کرتا کہ قدرت انسانی قدرت ربانی کے ماسوا پر بھی مشتمل ہے، تب یہ کہہ سکتا تھا کہ قدرت انسانی کا قدرت ربانی پر زائد ہونا لازم آتا ہے، سبحان اللہ! اس مبلغ علم اور اتنی سمجھ کے ساتھ کیا ضروری ہے کہ معقولات میں دخل دیا جائے! اسی لئے علمائے کبار نے کہا ہے :

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَتَكَلَّمَ بِالْحِكْمَةِ فَلْيُحَدِّثْ

لِنَفْسِهِ فِطْرَةً أُخْرَى ،

”جو شخص حکمت میں کلام کرنا چاہے اسے اپنے لئے ایک

اور فطرت (علوم و فنون میں مہارت) تیار کرنی چاہئے۔“

اس کا یہ گمان کہ، عدم کذب کو اللہ تعالیٰ کی تعریفات میں اسی لئے شمار کرتے

ہیں کہ وہ کذب پر قدرت کے باوجود کلام کا ذب کا نکل نہیں فرماتا جیسے اس نے عوام کا لالعام کو فریب دینے کے لئے کم معنی اور زیادہ الفاظ والی طویل عبارات سے بیان کیا ہے، ملمع کاری سے زیادہ کچھ نہیں کیونکہ تمام عیوب نقائص اور قبائح و فواحش سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، محامد و مدائح الہیہ سے شمار کی گئی ہے اور نصوص میں مقام شامیں موجود ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ان نقائص اور فواحش سے متصف ہونا منتعات عقلیہ اور مستحیلات ذاتیہ سے۔ شان الہی کی انتہائی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی عیب اور نقص سے

موصوف ہونا تجویز عقلی میں بھی ممکن نہیں ہے، یہی کمال تنزیہ اور تقدیس ہے، اللہ تعالیٰ کا کذب کے اتصاف سے اس لئے پاک ہونا کہ اس ذاتِ کریمہ کا عیوب و نقائص سے موصوف ہونا ناممکن ہے، عجز نہیں ہے اس لئے کہ جس شے کی شان یہ ہے کہ وہ قدرت میں ہو، اس کا قدرت میں نہ ہونا عجز ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کا کذب سے موصوف ہونا ممنوع ہے اور قدرت میں نہیں ہے لہذا اس پر قدرت کا نہ ہونا عجز نہیں ہو سکتا۔

اب قائل کے اس قول میں غور کرنا چاہئے کہ :

”عجز کی بنا پر جھوٹ نہ بولنا کسی طرح صفاتِ مدح میں کہ نہیں ہے۔“

عجز کا معنی ہی خیالِ شریف میں نہیں آیا! اللہ تعالیٰ ہی حکمتِ والا اور حفاظت فرمائیوا ہے۔ جانا چاہئے کہ یہ گفتگو اس مقصد کے لئے ہے کہ جو شخص صفاتِ کمال میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر فرض کیا جائے اس کے ساتھ تکوین کا تعلق صحیح نہیں ہے۔ قائل مذکور جو ایسے شخص سے تکوین کا تعلق صحیح دکھانا چاہتا ہے، اس کے ابطال کے لئے یہ بیان کافی اور بے غبار ہے،

کہ ہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق ایسے شخص سے نہیں ہو سکتا، اس کے لئے یہ بیان جاری کرنا ظل سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام کمالات میں کسی شخص کا حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہونا ممنوع بالغیر ہے اور ضروری نہیں کہ ممنوع بالغیر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت داخل نہ ہو جتنے کہ

اللہ تعالیٰ کا عدم اور اس کا شریک ممکن نہیں اور جو ممکن نہ ہو اس پر قادر نہ ہونا عجز نہیں کہلاتا اس لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے شریک کے پیدا کرنے اور اپنے عدم پر قدرت نہ ہونا، عجز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدم اور شریکِ باری تعالیٰ ممکن نہیں اور نہ اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ قدرت کا تعلق ہو سکے ۱۲ شرفِ قادری ..

لازم آئے کہ ایسا شخص قدرتِ الہیہ کے تحت داخل نہ ہو، ہماری یہ گفتگو بہ سبیلِ تنزیل اور کسی حد تک قائلِ مذکورہ سے موافقت کرتے ہوئے ہے ورنہ اصل مذہب وہی ہے جو وجہِ ثانی میں مذکور ہوگا۔

وجہِ ثانی جانتا چاہئے کہ جب قائلِ مذکورہ کی اس گفتگو (اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے الخ) سے حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس کا دلی عقیدہ ظاہر ہوا اور مخلص ایمانداروں کے دلوں میں اس کے ایمان کے بارے میں شبہ واقع ہو گیا تو اس قائل نے اپنے کلام کے مدلول سے انماض اور حشم پوشی کرتے ہوئے اس عبارت کا خود ساختہ معنی بیان کیا اور کوشش کی کہ اس عبارت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عموم اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کے امکان ذاتی پر محمول کر کے اس قباحت سے جان چھڑائے جس میں وہ واقع ہوا ہے۔ ہماری اس تقریر اور اس سے پہلے کی تحقیق سے اس طرف کا راستہ بند ہو چکا ہے، اس خیال اور حیلہ سازی کو ہم اہل فہم کے دماغوں سے دور اور ختم کر چکے ہیں، اس کے باوجود ہمارا ارادہ ہے کہ بہ طریقِ تنزیل اس کے کلام کا مزید بطلان پیش کریں اور ان غلط باتوں کی تاویل کی ہو اس کے دل میں نہ رہنے دیں۔

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے اس قائل کی مراد ایسا فرد ہے جو ماہیت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو یعنی جو کمالِ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے اس کی مثل اس فرد میں بھی موجود ہو جو ماہیت میں آپ کے ساتھ شریک اور اوصافِ کاملہ میں آپ کے مساوی ہو، اور اگر ایک فرد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ماہیت میں شریک ہو لیکن وہ آپ کے تمام اوصاف و کمالات کا جامع نہ ہو، آپ کے بعض کمالات اس فرد میں موجود نہ ہوں

یا، العیاذ باللہ اس طرح ہو کہ وہ فرد آپ کے تمام کمالات کا جامع ہو اور اس میں بعض ایسے کمالات پائے جائیں جو آپ میں نہ ہوں وہ فرد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہیں ہے بلکہ کم ہے یا معاذ اللہ زیادہ بلند ہے۔

اب ہم دعوے کرتے ہیں کہ وہ شخص جو تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، ممنوع بالذات ہے (یہ صغریٰ ہے) اور جو ممنوع بالذات ہو، قدرت الہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ کبریٰ ہے)، لہذا ثابت ہوا کہ وہ شخص کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہو، قدرت الہی کے تحت داخل نہیں ہے (یہ نتیجہ ہے)

کبریٰ کا بیان یہ ہے کہ اگر کوئی ممنوع بالذات قدرت الہی کے تحت داخل ہو تو وہ (ممنوع ذاتی نہیں رہے گا بلکہ) ممکن ذاتی ہوگا اور ممنوع ذاتی کا ممکن ذاتی بن جانا محال بالذات ہے (جیسا کہ علماء معقول کا اتفاق ہے)، پس جو ممنوع ذاتی ہے قدرت الہی کے تحت داخل نہ ہوگا۔

ایک شے کا ازالہ اور وہ جو عوام الناس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے اور انہیں تشویش میں مبتلا کرتا ہے کہ ممنوعات ذاتیہ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی سے اس کے عجز کا قول لازم آتا ہے، جہالت سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز مقدر بننے کی صلاحیت رکھتی ہو، اس پر قدرت نہ ہونے کو عجز کہتے ہیں (یعنی عجز اور قدرت میں تقابل عدم و الملکہ ہے) اور ممنوع ذاتی مقدر بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس پر قدرت نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آئیگا، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی نظیر یا اپنے شریک کے پیدا کرنے یا اجتناب نقیضین و ارتفاع نقیضین کے پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے تو نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عاجز ہونے کا قول کیا ہے۔

وہ آیات کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عموم پر دلالت کرتی ہیں مثلاً :

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

یا اللہ تعالیٰ کا فرمان :

وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا

ممتنعات عقلیہ کو شامل نہیں ہیں کیونکہ ممتنع عقلی شے نہیں ہے (شے اسے کہتے ہیں جس سے مشیت کا تعلق ہو سکے اور وہ لازماً ممکن ہی ہوگی ممتنع نہیں ہو سکتی) حتیٰ کہ ”کل شے“ کے عموم میں داخل ہو۔ اگر کوئی شخص ممتنعات ذاتیہ اور مستحیلات عقلیہ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نفی سے گریز کرتا ہے اور اسے بارگاہ الہی کی بے ادبی گمان کرتا ہے، اسے ایمان و توحید کو ایک طرف رکھنا پڑے گا اور اللہ تعالیٰ کے شریک اور اس کے عدم کے امکان اور اللہ تعالیٰ کے نقائص و قبائح سے انصاف، جسم ہونے، مکان میں ہونے اور تغیر پذیر ہونے کے امکان کا عقیدہ رکھنا پڑے گا کیونکہ یہ سب ممتنع ذاتی ہیں، اگر اس کی قدرت میں ہوں گے تو لازماً ممکن ہوں گے، تعالیٰ اللہ عما یصفون۔

پس حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ممکن ذاتی پر قادر ہے، ممتنع ذاتی چونکہ مقدور بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اس لئے مقدور نہیں ہے، قدرت الہی کا ممتنع ذاتیہ کو شامل نہ ہونا معاذ اللہ! اس کے عجز کی بنا پر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ ان ممتنع ذاتیہ میں وجود کی صلاحیت ہی نہیں ہے ہاں اگر کوئی بے دین ممکن ذاتی سے قدرت الہی کی نفی کرے تو وہ کافر ہے اور قدرت الہی کا منکر ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

صغریٰ کا بیان دو طریقے سے ہے :

یہ قضیہ سالیہ کلیہ دائمہ صادق ہے،

طریق اول

کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے مساوی نہیں ہے (یہ اصل قضیہ ہے)
 لہذا اس کا عکس ضرور صادق آئے گا،
 اوصاف و کمالات میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی مساوی کسی
 وقت ممکن ذاتی نہیں ہے (یہ عکس ہے)

اصل قضیہ کے صدق کا بیان یہ ہے کہ اگر ہمارا یہ قول :
 ”کسی وقت کوئی ممکن ذاتی، کمالات میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم کے مساوی نہیں ہے۔“

صادق نہ ہو تو اس کی نقیض ضرور صادق ہوگی کیونکہ ارتفاح نقیضین محال ہے
 اور اس کی نقیض موجب جزئیہ مطلقہ عامہ ہے اور وہ یہ ہے :

”بعض ممکن ذاتی، سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بالفعل
 یعنی تین زمانوں (ماضی، مستقبل، حال) میں سے ایک زمانے میں
 مساوی ہیں۔“

اور یہ مطلقہ عامہ موجب جزئیہ ہر مسلمان کے نزدیک باطل ہے لہذا اصل
 صادق ہوا، اور جب اصل صادق ہوا تو اس کا عکس یقیناً صادق ہوگا لہذا ثابت ہوا کہ
 کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی، ممکن ذاتی نہیں ہے، اب دو ہی
 صورتیں ہیں کہ وہ مساوی واجب بالذات ہو العیاذ باللہ تعالیٰ، یا ممتنع بالذات ہو،
 پہلی صورت بالبدیہ باطل ہے لہذا متعین ہو گیا کہ وہ مساوی ممتنع بالذات ہے اور
 یہی ہمارا مطلوب ہے۔

طریق ثانی | یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود
 ممکن ہے، اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے اور وہ تو باطل
 ہے لہذا اس مساوی کا امکان بھی باطل ہے،

یہ کہنا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا وجود ممکن ہے اجتماع نقیضین کے امکان کو تسلیم کرنا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ کوئی شخص تمام کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر ہے، تو دو حال سے خالی نہیں، وہ شخص یا تو خاتم الانبیاء ہوگا، یا خاتم الانبیاء نہیں ہوگا، دونوں صورتوں میں وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہوگا کیونکہ وہ شخص اگر خاتم الانبیاء ہو (لا محالہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان انبیاء کے زمرے میں داخل ہونگے جن کا وہ خاتم ہے) تو معاذ اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہ ہوں گے، پس اس شخص میں ایک ایسا کمال (خاتم الانبیاء ہونا) ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نہیں ہوگا، لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس شخص کے برابر نہ ہوں گے (اور وہ شخص آپ کے برابر نہ ہوگا بلکہ بلندتر ہے ہوگا) اور اگر وہ شخص خاتم الانبیاء نہ ہو تو چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً خاتم الانبیاء ہیں لہذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں خاتم الانبیاء ہونے والا ایسا کمال پایا جائے گا جو اس تقدیر پر اس شخص میں نہیں ہے پھر بھی وہ شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو اور دونوں صورتوں میں مساواة فرض کرنے کے باوجود اس کا مساوی نہ ہونا لازم آیا، ثابت ہوا کہ جمیع کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا اس امر کو مستلزم ہے کہ وہ شخص تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر نہ ہو لہذا واضح ہو گیا کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا قول کرنا اجتماع نقیضین کے امکان کا قول کرنا ہے اور وہ تو محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہے۔

یا یوں کہا جائے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہے (کیونکہ وہ خاتم الانبیاء ہے یا نہیں؟ بہر حال

وہ مساوی نہیں رہے گا جیسے کہ ابھی گذرا، اور جس کا وجود اس کے عدم کو مستلزم ہو وہ محال بالذات ہے، پس تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کا موجود ہونا محال بالذات ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

تمام کمالات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے محال ذاتی ہونے پر ایک اور قطعی حجت اور روشن دلیل ہے جس کی بنا پر ائمہ کشف و شہود کے مختار مسئلہ وحدۃ الوجود پر ہے اور توحید و جود (عقیدہ وحدۃ الوجود) برابرین عقلیہ اور دلائل نقلیہ سے ثابت ہے لیکن چونکہ یہ راستہ دشوار ہے اور اس کا سمجھنا عوام الناس کے لئے بہت ہی مشکل ہے اس لئے اس کا ذکر مقام اور عوام کے افہام کے مناسب دکھائی نہیں دیتا اور چونکہ قائل کی پختہ رائے اور فہم سلیم یعنی نظر ظاہر بہین اور غلط سوچنے والی عقل، دقیقہ سنجی اور باریک بینی بلکہ تلاشِ حق اور قبولِ حق کی طرف متوجہ نہیں ہے پس چند سو سے اس کے ہاتھ میں ہیں اور اس کے دماغ کے گوشے گوشے میں سمائے ہوئے ہیں اس لئے اس کے مزاج کی اصلاح اور علاج کی ضرورت پیش آتی ہے۔

اس قائل نے تین سو سے بڑھیں وہ دلائل کا نام دیتا ہے، تمام کمالات میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر شخص کے ممکن ہونے پر اپنے بعض رسائل میں ذکر کئے ہیں، ان میں سے ایک عقلی اور دو نقلی ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کا ذکر کرتے ہیں اور ان شبہات کی بیخ کنی کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
امکانِ نظیر کی عقلی دلیل اور اس کا جواب کے برابر سے مراد وہ فرد ہے جو

آنحضرت کے ساتھ ماہیت اور اوصافِ کاملہ میں شریک ہو پس اتساع بالذات یا تو

۱۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھئے "الروض المجود" (از مولانا فضل حق خیر آبادی) مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور

اس لئے ہوگا کہ ماہیت میں شرکت محال ہے یا اس لئے کہ نفس ذات کے اعتبار سے اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا محال ہے، ظاہر ہے کہ آنجناب کی ماہیت انسان اور ماہیت انسان میں لاکھوں افراد کا شریک ہونا محال نہیں ہے اور نفسِ ماہیت کے لحاظ سے اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال نہیں ہے ورنہ آنجناب کا اوصافِ مذکورہ سے موصوف ہونا بھی محال ہوگا کیونکہ نفسِ ماہیت کے لحاظ سے جو چیز ثابت کی جائے یا جس چیز کی نفی کی جائے اس میں دو مشلوں کا حکم ایک ہوتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ان دونوں میں ماہیت ہی مشترک نہ ہو، تو عدمِ مماثلت لازم آئے گی اور یہ خلافِ مفروض ہے لہذا مثلِ مذکورہ کا وجود ممتنع بالذات نہ ہوگا (بلکہ ممکن بالذات ہوگا)

یہ دلیل جو شبہ کہلانے کی مستحق ہے، وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، کیونکہ یہ تو مسلم ہے کہ چونکہ ماہیت میں شرکت ممتنع نہیں اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے لیکن یہ مسلم نہیں ہے کہ نفس ذات کے اعتبار سے اوصافِ مذکورہ سے متصف ہونا ممتنع نہیں ہے اس لئے اس مماثل کا وجود بھی ممتنع نہیں ہے کیونکہ ماہیت ایک فرد کے ضمن میں جن اوصاف سے موصوف ہو یا اس کا موصوف ہونا ممکن ہو ضروری نہیں کہ انہی اوصاف کے ساتھ ماہیت کا دوسرے افراد کے ضمن میں متصف ہونا بھی ممکن ہو، مثلاً ماہیتِ انسانیہ نفس ذات کے اعتبار سے زید کے تشخص (وہ امور جو اسے دوسرے افراد سے ممتاز کریں) سے موصوف ہو سکتی ہے لیکن زید کے ضمن میں حالانکہ ماہیتِ انسانیہ کا اپنی ذات کے اعتبار سے عمر کے ضمن میں زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن نہیں ہے ورنہ زید کا تشخص تشخص نہ رہے گا بلکہ بہت سے افراد میں قابلِ اشتراک بن جائے گا (اور یہ اس کے تشخص ہونے کے معنی ہے) دیکھئے! ماہیتِ انسانیہ کا عمر کے ضمن میں زید کے تشخص سے متصف ہونا ممتنع بالذات ہے اور زید کے ضمن میں ممکن بالذات ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ زید اور عمر و ماہیتِ انسانیہ میں شریک ہی نہ ہوں، یہ قاعدہ کہ جو چیز نفسِ ماہیت کے لحاظ سے ثابت کی جائے یا جس چیز کی

نفی کی جائے، اس میں دو مشلوں کا ایک حکم ہوتا ہے، مطلقاً صحیح نہیں ہے، یہ کہنا بھی غلط ہے کہ ماہیت میں شرکت نہیں رہے گی اور مماثلت باقی نہیں رہے گی جیسے کہ ہم اس کی مثال پیش کر چکے ہیں (یہ کہنا کہ جن اوصاف کا ملہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصف ہیں ان اوصاف سے آپ کے مماثل مفروض کا متصف ہونا بھی ممکن ہے، غلط ہے کیونکہ خاتم النبیین وغیرہ اوصاف کا بلکہ ناقابل شرکت ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ان اوصاف سے متصف ہوتے ہوئے کوئی دوسرا فرد ان اوصاف سے متصف نہیں ہو سکتا، ثرف قادری)

اعتراض اگر یہ وہم پیدا ہو کہ ماہیت انسانیہ کا زید کے تشخص سے متصف ہونے کا امکان نفس ماہیت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ (زید کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے) اور ہماری گفتگو ان اوصاف میں ہے جن سے ماہیت نفس ذات کے اعتبار سے متصف ہونے کی خصوصیت کے اعتبار سے)

جواب زید کے تشخص سے یا تو ماہیت انسانیہ نفس ذات کے اعتبار سے موصوف ہوگی یا کسی زائد عارض کے ساتھ مل کر؟ دوسری صورت باطل ہے کیونکہ یہ زائد عارض تشخص سے پہلے عارض ہوگا یا بعد، اگر تشخص کے بعد عارض ہو تو تشخص کا مصداق اور اس کا موصوف نفس ماہیت ہوگی اور یہی مطلوب ہے اور اگر تشخص سے پہلے عارض ہو ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو تشخص کے عارض ہونے سے ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے سے متشخص ہو چکی ہے یا نہیں؟ پہلی صورت باطل ہے ماہیت کے لئے تشخص سے پہلے ایک تشخص لازم آئے گا، دوسری صورت میں ماہیت اس عارض کے لاحق ہونے کے باوجود کلی ہے اور قابل اشتراک، پس یہ کلی جو بنفسہ قابل اشتراک ہے اس کا زید کے تشخص سے موصوف ہونا ممکن ہے اور یہی مطلوب ہے۔

علاوہ انہی وجود اور تشخص لازم و ملزوم ہیں اور وجود سے پہلے کوئی عارض
لاحق نہیں ہو سکتا (لہذا تشخص سے پہلے بھی لائق نہیں ہو سکے گا) یہ مسئلہ فلسفہ سے تعلق
رکھتا ہے اور اپنی جگہ تفصیل و تحقیق سے مذکور ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تشخص بذاتہ اشتراک کے منافی ہے اگرچہ اشتراک
دو فردوں کے درمیان ہی ہو، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض
مخص کمالات دو فردوں میں اشتراک کو قبول نہیں کرتے مثلاً اگر ختم نبوت کو دو
فردوں میں مشترک فرض کیا جائے تو ایک شخص کا اس سے منصف ہونا مستلزم ہے
اس امر کو کہ دوسرا فرد اس سے منصف نہ ہو جیسے کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے
قائل مذکور حال وصف (کہ وہ قابل اشتراک ہی نہیں) سے چشم پوشی کر کے اس وصف
سے نفس ماہیت کے اتصاف کے ممکن ہونے کو اشتراک کے ممکن ہونے کی
دلیل بناتا ہے اور اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ یہ وصف دو فردوں میں مشترک
ہو ہی نہیں سکتا۔

نقلی دلیلیں دو ہیں :

امکانِ نظیر کی پہلی نقلی دلیل اور اس کا جواب | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ حُرْبَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ
الْعَلِيمُ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ
كُنْ فَيَكُونُ۔

مِثْلَهُمْ کی ضمیر جمع مذکرہ تمام انسانوں کی طرف راجع ہے کیونکہ آیت کریمہ
قیامت کے بیان میں واقع ہے لہذا جو قیامت میں زندہ ہوگا آیت مذکورہ کے تحت داخل

ہوگا اور ظاہر ہے کہ ہر فرد انسانی قیامت میں زندہ ہونے والا ہے لہذا آیت کریمہ کے مقتضا کے مطابق ہر فرد کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا، گو یا دلیل کی ترتیب یوں ہوگی کہ : آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے دن زندہ ہوں گے اور یہ ضروریات دین سے ہے اور جو شخص قیامت کے دن زندہ ہوگا، آیت کریمہ کے مطابق اس کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہے لہذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل قدرت الہیہ کے تحت داخل ہوگا اور یہی مطلوب ہے۔

جواب | یہ عجیب استدلال ہے جو اگلے پچھلے تمام دلائل کی وقعت خاک میں ملا رہا ہے، یہ اس آیت قرآنیہ کی تفسیر نہیں البتہ اس قائل کی تفسیر دانی کی علامت ضرور ہے۔

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں :

أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
مَعَ كِبْرٍ جَرَمِهَا وَعَظْمِ شَانِهَا بِقَادِرٍ عَلَيَّ أَنْ
يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ فِي الصِّغْرِ وَالْحِقَارَةِ بِالْإِضَافَةِ
إِلَيْهِمَا أَوْ مِثْلَهُمْ فِي أُصُولِ الذَّاتِ وَصِفَاتِهَا
(انتہی)

”جس ذات کریمہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یا جو دان کے جسم کی بڑائی اور شان کی عظمت کے، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے افراد پیدا کرے، جو زمین و آسمان کی نسبت بہت ہی چھوٹے ہوں یا اصول ذات اور صفات ذات میں ان جیسے ہوں“

کافر اور حشرِ جسمانی کے منکر کہتے تھے :

مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ سَامِيْمٌ

”بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟“

یہ آیت کریمہ، حشر جسمانی کے ان منکروں کا استبعاد دفع کرنے کے لئے ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ جس نے عظیم الشان اور بڑے بڑے جسموں والے زمین و آسمان کو پیدا کیا، کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ انسانوں کے چھوٹے قد والے معمولی امثال کو پیدا کر دے یا ذات کے اصول و صفات میں ان کے مثل پیدا فرما دے؟ ہاں وہ اس پر قادر ہے، وہ پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جب کسی شے کا ارادہ کرتا ہے، فرماتا ہے ہو جا! تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔

لہذا اس آیت کا مدلول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابدان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے اور منکروں کے استبعاد کو دفع کرنا مقصود ہے اور اس جگہ مثل سے مراد وہ ہے جو اجزائے بدن اور بدن سے تعلق رکھنے والی صفات میں مماثل ہو یا کو تاہ قامت اور معمولی ہونے میں مثل ہونہ کہ تمام کمالات میں مماثل ہو کیونکہ حشر جسمانی اور اعادہ ابدان سے، تمام کمالات میں مماثل کا ذکر کسی طرح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا، پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اجزائے بدن اور ان سے تعلق رکھنے والے امور یا حجم اور مقدار میں ہر فرد انسانی کا مثل قدرت الہی کے تحت داخل ہے ایسے مقامات میں لفظ مثل سے تمام کمالات میں مساوی کا سمجھنا علماء کی شان سے بعید ہے آیت قرآنی کی یہ تفسیر (جو قائل مذکور نے کی ہے) بیان و معانی کے اس عالم یگانہ کی تفسیر دانی کی دلیل ہے، تمام کمالات میں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممکن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

مقام تعجب ہے کہ اس قائل نے اس آیت میں واقع لفظ مثل سے تمام کمالات میں مساوی سمجھ کر دلیل قائم کرنے میں نکتہ سے کام لیا ہے، آسان یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** سے استدلال کرتا، یہ آیت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امثال کے امکان کیا بلکہ وقوع پر دلالت کرتی ہے اور لفظ مثل اس آیت میں بھی واقع ہے اور لفظ مثل کا معنی متبادر اس قائل کے ذہن میں وہی ہے جس کے ثابت کرنے کے وہ درپے ہے، کج فہمی اور بد اعتقادی سے خدا کی پناہ اور اسی سے ہدایت اور راستی کی توفیق ہے۔

دوسری نقلی دلیل اور اس کا رد | اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں متعدد جگہ مخلوقات کے موجود ہونے سے ان کے

امثال پر اپنی قدرت کے محیط ہونے پر استدلال فرمایا ہے جیسے کہ بہت سی آیات میں زمین کے زندہ کرنے، بارش نازل کرنے سے مردوں کے زندہ کرنے پر استدلال فرمایا ہے، مثلاً ارشاد فرمایا :

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْشَرْنَا
بِهِ بَلْدَةً مَّيْتًا وَكَذَلِكَ تُخْرَجُونَ۔

باپ کے بغیر حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے سے باپ کے بغیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا کرنے کے امکان پر استدلال فرمایا :

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔

حاصل یہ کہ استدلال کا یہ اندازہ قرآن پاک میں عام ہے بنا بریں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود خود دلیل ہوگا اس امر پر کہ آپ کا مثل پیدا کرنا قدرت الہی کے لئے ممکن ہے گویا اس صورت میں دلیل کی ترتیب یہ ہوگی کہ اگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وجود قدرت الہی کے تحت داخل ہے تو آپ کے مثل کا وجود بھی قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا لیکن وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدرت الہی کے تحت داخل ہے لہذا آپ کے مثل کا وجود بھی قدرت الہی کے تحت داخل ہوگا کیونکہ قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق قدرت کے تحت

داخل ہونے یا داخل نہ ہونے میں دو مشلوں کا حکم ایک ہوتا ہے۔

یہ شبہ بھی وہم سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اوصاف دو قسم ہیں :

جواب

(۱) جن کا اشتراک دو چیزوں کے درمیان ممکن ہو اور وہ اشتراک سے مانع نہ ہوں، مثلاً باپ کے بغیر پیدا ہونا کہ دو فردوں میں مشترک ہونے سے مانع نہیں ہے حضرت آدم علیہ السلام کا اس وصف سے موصوف ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وصف سے موصوف ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ بغیر باپ کے ایک شخص کے پیدا ہونے سے لازم نہیں آتا کہ دوسرے شخص کا اتصاف اس وصف سے منتفی ہو جائے، اسی طرح زمین کے قابل زندگی ہونے سے لازم نہیں آتا کہ مردوں کا اس سے اتصاف منتفی ہو جائے۔

(۲) جن کا اشتراک دو چیزوں میں ممکن نہ ہو مثلاً تمام انبیاء کا خاتم ہونا کہ ایک شخص کا اس صفت سے متصف ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ دوسرا فرد اس سے متصف نہ ہو (یعنی ایک شخص خاتم الانبیاء ہو تو دوسرا خاتم الانبیاء نہیں رہے گا)

پس اگر کوئی چیز ایک وصف سے موصوف ہو اور وہ وصف قسم اول سے ہو تو اس چیز کا وجود اس کے مثل کے ممکن ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے اور یہی قرآن پاک کا مطلب ہے اور اگر وہ وصف قسم ثانی سے ہو تو اس کے موصوف کا وجود، اس وصف میں مماثل کے وجود کے ممکن ہونے پر دلیل نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس شخص کا اس وصف سے موصوف ہونا دلالت کرتا ہے کہ اس وصف میں اس کا شریک ممتنع الوجود ہے ورنہ وہ وصف ممکن الاشتراک ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے۔

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موجود ہوتے ہوئے تمام کمالات میں آپ کے برابر کے ممکن ہونے پر اس قائل کا استدلال اس صورت میں قابل توجہ ہو سکتا تھا کہ یہ قائل پہلے ثابت کرتا کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے تمام

اوصافِ کاملہ قسم اول سے ہیں اور ممکن الا شتر اک ہیں اور یہی اس مسئلہ کی بنیاد ہے،
حق آگیا اور باطل چلا گیا بے شک باطل جانے والا ہے۔

ایک اور شبہ | اس جگہ ایک امر باقی ہے جس کا اظہار ضروری ہے کہ یہ قائل عوام
کا لانعام کو اس سے غافل پا کر حیلہ سازی سے ان بیچاروں کو
دام فریب میں پھنسا دیتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام کمالات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واجب
بالذات ہونا لازم آتا ہے لہ

جواب | یہ فریب نظر سے زیادہ کچھ نہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی
کے ممتنع ذاتی ہونے سے آپ کا وجوب ذاتی لازم نہیں آتا، ہاں شے کی
نقیض ممتنع ذاتی ہو تو لازماً وہ شے واجب بالذات ہوگی لیکن شے کا مساوی فی کمالات
کہاں اور اس کی نقیض کہاں، نیز کمالات میں بے نظیر و بے مثال ہونا وجوب ذاتی کا خاصہ
نہیں ہے، وجوب ذاتی کا خاصہ یہ ہے کہ حقیقت میں شرکت متصور نہ ہو کیونکہ وجوب
ذاتی کا مصداق حقیقت احدیہ بیضہ بذاتہا متشخص ہے جو قابل اشتراک ہی نہیں ہے۔
بعض رسائل میں اس قائل کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کمالات میں نبی
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول ایسا ہے کہ موحدین کی شان
سے بعید ہے اور اس کے سننے سے موحدین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر یہ جہالت
نہیں تو پھر کیا ہے؟

اسی طرح اس قائل نے بعض رسائل میں یہ بھی کہا ہے کہ یہ کلام یعنی وہ بے فائدہ

لہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مساوی ممتنع بالذات تبھی ہوگا جبکہ آپ واجب بالذات ہونگے اور اگر آپ ممکن بالذات ہوں
تو آپ کا مساوی بھی ممکن بالذات ہوگا، یہ شبہ بشیر الدین قنوجی نے بھی کشف المہم میں پیش کیا ہے ۱۲ شرف قادری

گفتگو (امکانِ نظیر کا قول) حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ
 بندگی کا اظہار ہے، یہ بھی بے معنی گفتگو اور خیالِ باطل ہے کیونکہ تمام کمالات میں
 حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کے ممتنع ذاتی ہونے کا قول آپ کے
 مخلوقِ خداوندی اور اس کا بندہ مکرم ہونے کے منافی نہیں ہے لیکن جاہلوں کو فریب
 دینے کے لئے حید تراشی کا رآمد ہے لہذا حید سازی اور صدق و اخلاص کی آپرولٹانے
 پر مجبور ہے، اللہ تعالیٰ حق فرماتا ہے اور وہی سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

مقام ثالث

اس امر کے بیان میں کہ یہ گمراہانہ اور گمراہ کن کلام، اس ذات کریم کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہے جن کی تعظیم فرض ہے اور جو بارگاہ الہی کے مقربین کے سردار ہیں، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم۔

جاننا چاہئے کہ کسی کلام کا کسی کی توہین و تنقیص پر مشتمل ہونا اس کے صادق یا کاذب ہونے سے متعلق نہیں ہے، بسا اوقات کلام صادق تحقیر پر اور کلام کاذب تعظیم و توقیر پر مشتمل ہوتا ہے، اسی طرح کلام کا کسی کی توہین و تنقیص پر دلالت کرنا اس سے متعلق نہیں ہے کہ کلام سے مضمون کے واقع ہونے پر صراحتاً یا اشارتاً دلالت کا پتہ چلے بلکہ ایک عبارت مقتضائے حال کے مطابق کبھی تعظیم پر دلالت کرتی ہے اور کبھی تحقیر و تذلیل پر، مثلاً جب کہا جائے کہ " فلاں ایک انسان ہے " اگر مقتضائے حال کے مطابق کلام کا سیاق و سباق تعظیم و توقیر کے مناسب ہو تو یہ کلام کمال تعظیم و تکریم پر دلالت کرے گا اور اس معنی پر دلالت کرے گا کہ فلاں شخص نوع انسان میں یگانہ زمان اور اپنے امثال میں منفرد ہے اور اگر حالی یا لفظی قرینہ اس شخص کی اہانت کا متقاضی ہو تو یہی کلام اس شخص کی تنقیص نشان پر دلالت کرے گا، اس کلام کا یہ مطلب ہوگا کہ فلاں شخص عام سا انسان ہے جس کی کوئی وقعت نہیں۔

اسی طرح اگر کہا جائے کہ اگر فلاں خنزیر ہوتا تو نجاستیں کھاتا، یقیناً کلام اس شخص کی تحقیر پر دلالت کرے گا، اگرچہ یہ جملہ شرطیہ ہے اور اس کی شرط کا واقع ہونا

ضروری نہیں ہے اور اگر کہا جائے کہ اگر فلاں شخص ہوتا تو ملائکہ مقربین کی لڑی میں ہوتا، یہ کلام اس شخص کی عظمتِ شان پر دلالت کرے گا اگرچہ اس کا مقدم (پہلا جز) ممکن الوقوع نہیں ہے۔

جس طرح مقتضائے حال کے اعتبار سے توہین یا تعظیم پر دلالت کرنے میں کلام مختلف ہوتا ہے اسی طرح حالِ قائل کے مختلف ہونے سے کلام اس دلالت میں اختلاف پذیر ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی بلند مرتبہ سردار کہے کہ میں ناچیز انسان ہوں، اس کی زبان سے یہ کلام کم مایہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کا یہ کلام کمالِ تواضع پر دلالت کرتا ہے جو قابلِ تعریف و توصیف ہے، اور اگر کوئی کمینہ ایسے سردار کے بارے میں کہے کہ وہ ناچیز انسان ہے، یہ گراں کلمہ اس ردِ ذیل کی زبان سے، اس معزز سردار کے لئے انتہائی تحقیر اور تذلیل ہے، اسی طرح اگر بادشاہ اپنے دربار کے انتہائی مقرب اور مکرم وزیرِ اعظم کو اپنی قدرت اور سلطنت کے اظہار کے لئے کہے کہ اگر میں چاہوں تو تم سے وزارت چھین لوں، رعایا کے کسی معمولی آدمی کو تمہارے منصب پر فائز کر دوں اور تمہیں جیل بھیج دوں یا تمہیں تختہ دار پر لٹکا دوں، بادشاہ کی زبان سے یہ کلام وزیر کی شان کی تحقیر نہیں ہے اور اگر کوئی معمولی سا سپاہی کہے کہ اگر بادشاہ چاہے تو تم سے وزارت چھین لے، رعایا کے کسی معمولی انسان کو تمہارے مقام پر فائز کر دے اور تمہیں جیل بھیج دے یا پھانسی چڑھا دے، اس کلام میں قابلِ تکریم وزیر کی انتہائی تذلیل ہے اور اس کا ترکیب بادشاہ کی عادلانہ رائے میں وزیر کی توہین کے نتیجے میں سخت سزا کا مستحق ہو گا کیونکہ اس عام سے سپاہی کا یہ مقام نہیں ہے کہ لائقِ تعظیم، بلند مرتبہ وزیر کے بارے میں ایسا کلام زبان پر لانا بلکہ اس کی یہ حیثیت بھی نہیں ہے کہ تعظیمی کلمات ملائے بغیر وزیر کا نام لے، اربابِ عقل کو سمجھانے کے سلسلے میں مزید طوالت کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

”اے حبیب! تم فرمادو کہ میں ظاہراً تمہاری طرح انسان ہوں“

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر مشتمل نہیں ہے، اینیساہ و مرسلین کی دعوت کے جواب میں زمانہ ماضی کے کافروں کا یہ کہنا :

مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

”تم نہیں ہو مگر ہم جیسے انسان“

بلاشبہ ان حضرات علیہم السلام کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہے۔

پس اگر آیات قرآنیہ جو اللہ تعالیٰ کے کلامِ نفسی کی ترجمان ہیں ایسے

امور پر قدرتِ الہیہ کے شامل ہونے پر دلالت کرتی ہیں جن کا عدم وقوع نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اسبابِ خارجیہ پر نظر کرتے ہوئے قطعی اور یقینی

ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ

”اگر (بالفرض) تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل ساقط ہو جائیں گے“

وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي

أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

”اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف نازل

کی اسے لے جاتے۔“

وَلَوْلَا أَنْ تَبَتُّكَ لَقَدْ تَرَكْنَا إِلَيْهِمْ

شَيْئًا قَلِيلاً إِذْ آذَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ

وَضِعْفَ الْمَمَاتِ

”اور اگر ہم تمہیں ثابت قدمی نہ دیتے تو قریب تھا کہ تم انکی

طرف کچھ تھوڑا سا بھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دوفی عمر اور دو چاندی

کامزہ دیتے۔“

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیف و تنقیص پر دلالت نہیں کرتا، مگر کسی امتی کا یہ مقام نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے کلمات کہے جو ان آیات کریمہ کا مفہوم ادا کرتے ہوں کیونکہ مخلوق کی زبان سے ایسے کلمات اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر مشتمل ہیں۔

جب یہ معلوم ہو چکا ہے کہ متکلم کے مختلف ہونے سے تنقیص پر دلالت کرنے یا نہ کرنے میں کلام کا حال مختلف ہوتا ہے تو کسی شخص کو یہ گمان نہ کرنا چاہئے کہ اگر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کا زبان پر لانا تخفیف اور تنقیص پر مشتمل ہو تو ایسے کلمات پر مشتمل آیات قرآنیہ کی تلاوت اور ان کی تفسیر شراً جائز نہ ہوگی (یہ گمان اس لئے غلط ہے کہ تلاوت اور تفسیر اللہ تعالیٰ کے کلام کی ہے، بندہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا) ہاں یہ پروہیگنڈہ کرنے کے لئے اس قسم کی آیات کو جمع کرنا کہ سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اس قسم کے کلمات قرآن پاک میں واقع ہیں تاکہ جہلار اور عوام ان آیات کو دلیل بنا کر حضور سرور موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کے استعمال کا جواز معلوم کریں اور ان آیات کی بنیاد پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان میں بیباک ہو جائیں اور اس بے ادبی کی بدولت تباہی اور ہلاکت کے مستحق ٹھہریں، حضور اشرف الاشراف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی بے ادبی پر مشتمل ہے اور عوام اور جہلار کی زبانوں پر امر قبیح کی اشاعت ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔ یہ بھی جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا میں ایسا کلام کرنا ناجائز ہے جس میں کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ یا کسی نبی اور رسول یا کسی ولی اور فرشتے کی تخفیف

شان پائی جاتی ہو، خواہ وہ کلام صادق ہو یا کاذب، مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا بے نیاز ہے کہ ملائکہ اور شیاطین اس کی شان کی نسبت سے برابر ہیں یا کوئی شخص کہے کہ تمام اولین و آخرین اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے چہارہ سے زیادہ ذلیل ہیں (جیسے کہ تقویۃ الایمان میں ہے) یہ قائل ملائکہ اور اولین و آخرین کی توہین کا مرتکب ہوا ہے اور یہ ناجائز ہے، اس کلام کا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہونا اسے ممنوع اور خلاف شرع توہین سے خارج نہیں کر سکتا۔

اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں ”خَالِقُ الْقَرْدَةِ وَالْحَنَازِيرِ“ اللہ تعالیٰ کی حمد کے لائق نہیں ہے حالانکہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتا، نفیس اشیا کے پہلو میں حقیر اشیا کا ذکر، اگرچہ نفی کے ضمن میں ہو، نفیس اشیا کی تخفیف پر مشتمل ہے، مثلاً اگر کوئی شخص بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے کہے کہ بادشاہ بھکاری نہیں ہے یا کہے کہ بادشاہ چہاروں سے بہتر ہے، یہ کلام بھی بادشاہ کی تخفیفِ شان پر مشتمل ہے۔

جس طرح غرضِ مقصود کے لئے کلام کے چلانے سے توہین پر دلالت ہوتی ہے اسی طرح مضمون کلام پر مرتب ہونے والے اثرات سے بھی توہین ہوتی ہے اور اس کلام میں پوشیدہ ہوتی ہے اگرچہ نظر ظاہر میں وہ آثار مقصود نہ ہوں مثلاً اگر بادشاہ کا کوئی نوکر کہے کہ بادشاہ کے دربار میں فلاں وزیر کی گفتگو فائدہ یا نقصان کا سبب نہیں ہو سکتی،

یہ کلام دو طرح شانِ وزیر کی توہین پر مشتمل ہے :

(۱) بادشاہ کے سامنے اس وزیر کا کوئی مقام نہیں ہے اس لئے اس کی بات کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

(۲) وزیر کی تعظیم و تکریم کوئی ضروری نہیں کیونکہ وہ نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے

۲ نقصان، اس کی پروا کیوں کی جائے اور کسی کو فائدہ دینے یا ضرر دور کرنے میں اس کا کسی پر احسان نہیں ہے، اس کا شکر یہ کیوں ادا کیا جائے؟ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی کی توہین چند طرح ہوتی ہے:

(۱) کسی کی توہین عمدًا اور ارادۃً کی جائے،

(۲) کسی کی توہین غلطی سے، زبان کی لغزش یا زبان کی لکنت کی بنا پر یا نادانستگی

میں، کہ قائل کو جہالت کے سبب خبر ہی نہیں کہ میرا کلام توہین پر دلالت کرتا ہے چنانچہ کسی ظریف نے ایک عام آدمی کو سکھا دیا کہ سادہ لوح، دانا کو کہتے ہیں، اس بیچارے نے یہ لفظ کسی بادشاہ کی خوشامد میں کہہ دیا اور اس لفظ کے کہنے پر سزا پائی۔

اس تمہید کے بعد سنئے کہ اس قائل کا بے فائدہ کلام حضور سیدنا و مولانا سید الاولین والآخرین، دیگر انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور اولیاء عارفین صلوات اللہ تعالیٰ علی سیدنا و علیہم جمعین کی انتہائی توہین و تنقیصِ شان پر مشتمل ہے اور اس قائل نے ان حضرات کی توہین و تنقیص کا از تکاب قصد کیا ہے اور توہین کی بدترین وجوہ میں گرفتار ہوا ہے۔

اس کلام سے اول تا آخر قائل کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء، اولیاء، ملائکہ پہلی وجہ اور مشائخ میں سے کسی کی شفاعت، آگ کے عذاب اور بے کردار کی سزا سے کسی گنہگار کی نجات کا سبب نہیں ہو سکتی اور وہ جو بہت سے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ان حضرات کی شفاعت، نجات اور گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے، ان کی غلط فہمی ہے، اللہ خود رحم فرما کر اور معافی دے کر اپنے آئین سلطنت کی حفاظت کی خاطر کسی کو بجائے نام شفیع بنا دے گا، کسی کی شفاعت، اللہ تعالیٰ کے رحم اور بخشش کا سبب ہرگز نہ ہوگی۔

یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر ممدوح حضرات کی تنقیصِ شان اور توہین ہے کیونکہ قرآن پاک احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ائمہ دین کے اجماع سے ثابت ہے کہ ان حضرات کی شفاعت عموماً اور سید الاولین و الاخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خصوصاً اللہ تعالیٰ کے رحم اور بخشش کا سبب اور عذابِ نار سے بدکردار گناہگاروں کی نجات کا ذریعہ ہے، اور ان کی دعائیں گناہ کبیرہ سے ترکیب افراد کے حق میں مقبول اور عذاب سے نجات کا سامان ہیں، اس حقیقت کا انکار بارگاہِ الہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت کی تنقیص اور دربارِ ایزدی میں ان کے مراتب کی تخفیف ہے کیونکہ اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ بارگاہِ الہی میں ان حضرات کی قدر و منزلت، گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کی مقبولیت کا سبب ہے پس گناہگاروں کی نجات کے لئے ان کی شفاعت کے دخل اور سبب ہونے کا انکار، بارگاہِ الہی میں ان کی عزت و کرامت کا انکار ہے، اگر یہ تنقیصِ شان نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری وجہ جب اس قائل کا مقصد معلوم ہو گیا تو اب یہ ذہن میں رکھتے ہوئے کہ اس کا کلام اسی مقصد کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس مقصد کو مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ اہل اسلام جن حضرات کو بارگاہِ الہی میں جرم و گناہ کی شفاعت کہنے والے سمجھتے ہیں اور انہیں حاجت روائی اور گناہوں کی سزا سے نجات کا وسیلہ اور شفیع کہتے ہیں، مسلمانوں کے دلوں سے ان کی وجاہت، عزت، محبوبیت اور مقبولیت ختم کر کے ان کی محبت و تعظیم اور بارگاہِ الہی میں مسلمانوں کے لئے ان کی دعا و شفاعت کی قبولیت اور ان کے مرتبہ و مقام میں فرق ڈالا جائے اور کم کیا جائے اور انہیں باؤ کرایا جائے کہ وہ عزت و محبوبیت جو قبول شفاعت کا سبب ہوتی ہے، بارگاہِ الہی

میں کسی کو حاصل نہیں حتیٰ کہ ان کی شفاعت کی امید رکھی جائے۔

یہ بھی مقصد ہے کہ شفاعت و جاہت کی نفی میں ایسے کلمات کہے جائیں جو عزت و وجاہت کی نفی پر دلالت کریں مثلاً کہا جائے کہ :

” اس شہنشاہ کی تو یہ نشان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے

چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے“

(تقویۃ الایمان)

اور یہ کہا جائے کہ :

” اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن (یہ تعمیم تمام کافروں، مشرکوں، اشقیار اور شیاطین کو شامل ہے) جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ نہ رونق بڑھنے جائے گی اور جو سب (یہ تعمیم تمام انبیاء و مرسلین، سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تمام ملائکہ مقربین، شہداء و صدیقین اور صالحین کو شامل ہے) شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ نہ رونق گھٹنے کی نہیں“

(تقویۃ الایمان)

اس کلام کی غرض و غایت یہ ہے کہ حضور سید الانبیاء و المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیگر انبیاء کرام، رسولان عظام، ملائکہ مقربین اور اولیائے کرام کی تنقیصِ شان کی جائے اور ان کی عظمت و اہمیت کو کم کیا جائے، اگر یہ مقصد اس عبارت میں مضمرا و راقائل کے دل میں پوشیدہ نہیں ہے تو یہ کلام لغو ہو جائے گا اور اس کا مقصود برباد ہو جائے گا۔ اب منکشف ہوا کہ شفاعت و جاہت کی نفی کرتے ہوئے

اس کلام کے لانے کا باعث یہی تھا ورنہ صرف یہ کہہ دینے سے مقصد پورا ہو جاتا کہ کسی کو سلطنتِ ایزدی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے ورنہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ کلام مقصد کے ساتھ واضح تعلق اور مناسبت نہیں رکھتا۔

تیسری وجہ اس کلام کا سیاق و سباق عرفِ عام کے مطابق حضور سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان اور تنقیص پر دلالت کرتا ہے مثلاً ایک جماعت کسی صاحبِ اقتدار بادشاہ کے وزیر کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ اسے نوازشِ خسروانہ کی بدولت وہ عزت و کرامت حاصل ہے کہ وہ تمام معزز افراد میں امتیازی مقام رکھتا ہے، ایک شخص چاہتا ہے کہ اس وزیر کے بارے میں اس جماعت کا عقیدہ مخدوش کرے اور کہتا ہے کہ بادشاہ کی یہ شان ہے کہ چاہے تو کروڑوں انسانوں کو ایک آن میں وزیر کے برابر بنا دے، بلاشبہ یہ کلام اس عالی مقام وزیر کی تنقیص پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی جماعت کا عقیدہ ہے کہ فلاں عالم پوری دنیا میں بے نظیر اور یگانہ عصر ہے، ایسے علم و فضل والا بہت کم کوئی موجود ہوگا اور اس کے ہم مرتبہ کا پیدا ہونا بعید ہے، کوئی شخص کہتا ہے کہ :

”خدا چاہے تو ایک آن میں کروڑوں عالم اس کے برابر پیدا کر ڈالے“

یقیناً یہ انداز کلام اس عالم کا مرتبہ گھٹانے پر دلالت کرتا ہے، اگرچہ یہ بات سچ ہے لیکن اس کی سچائی، تنقیص پر دلالت کرنے کے منافی نہیں ہے، جو شخص اس کلام کے استخفافِ شان پر دلالت کرنے کا انکار کرتا ہے، تین حال سے خالی نہیں ہے :

(۱) یا تو زبان نہیں سمجھتا اور انداز کلام سے ناواقف ہے ،

(۲) یا بیچارہ تنقیص و توہین کا معنی ہی نہیں جانتا ،

(۳) یا پھر بڑے دھرم ہے کہ بدہیات کے انکار میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔

کلام کے مضمون اور اس کے حاصل مقصد پر ایک اثر مرتب ہو رہا ہے جو
پونہتی وجہ سید الانبیاء، و گیارہ نبیاء اور اولیاء کی توہین اور ان کی شان سے بے اعتنائی
 کی طرف لے جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کسی شخص کے ذہن میں یہ بات بلٹی جائے کہ
 ان حضرات میں سے کوئی بھی نہ تو مجھے فائدہ دے سکتا ہے اور نہ نقصان پہنچا سکتا ہے
 تو وہ ضرور سوچے گا کہ ان سے محبت کیوں کی جائے؟ ان کی تعظیم و توقیر کیوں کی جائے؟
 ان کے آداب کی رعایت کیوں کی جائے؟ ان کے آثار کا احترام کیوں کیا جائے؟ ان
 کا میری گردن پر کونسا حق ہے جسے ان کی تعظیم کے ذریعے ادا کروں؟ ان کا میری جان
 پر کونسا احسان ہے کہ ان کی تکریم سے اس کا شکر بجا لاؤں؟ ان سے کونسی توقع اور
 کونسی امید ہے کہ میں ان سے عقیدت رکھوں؟ اس کلام نامہ کے مفاد پر اعتقاد
 رکھنے سے بہت سی بے باکیاں اور لاپرواہیاں پیدا ہونگی اور یہ اعتقاد خسارے
 کے اختیار کا سبب بنیگا اور بے ادبوں اور لاپرواہیوں کا راستہ کھول دیگا۔

اس کا یہ کہنا :

پانچویں وجہ ” اوس شہنشاہ کی توہین شان ہے کہ ایک آن میں ایک

کلمہ کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل
 اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے “

(تقویۃ الایمان)

تخفیفِ شان پر مشتمل ہے کیونکہ مقامِ ثانی میں مذکور ہو چکا ہے کہ اس کلام کا مطلب
 یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے تکوین (ایجاد) کا
 تعلق صحیح ہے کیونکہ حکم کُن کا تعلق اسی شے سے ہوگا جس سے تکوین کا تعلق صحیح ہو،
 اس مطلب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ظاہر و باہر ہے جو تمام
 مخلوق، تمام ممکنات اور جمیع ان افراد سے افضل و اعلیٰ ہیں جن سے تکوین کا تعلق

ہو سکتا ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر سے تکوین کے تعلق کا صحیح ہونا اس
افضلیت کے منافی ہے جو آپ کو ان تمام افراد پر حاصل ہے جن سے تکوین کا تعلق ہو سکتا
ہے، یہ منافات محتاج بیان نہیں ہے۔

چھٹی وجہ سینکڑوں، ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں اور اس جیسے الفاظ کا کسی شے
کی نظیر کے لئے استعمال اس شے کی تحقیر پر دلالت کرتا ہے، شے کے

امثال و نظائر جتنے زیادہ ہوں گے، تحقیر اتنی ہی زیادہ ہوگی کیونکہ خوبی میں شے کی نظیر
کا ممتنع یا معدوم یا نادر ہونا اس شے کی عظمت اور جلالتِ شان پر دلالت کرتا ہے
اور کسی شے کی نظیر کا ممکن ہونا یا موجود ہونا یا بالقوہ یا بالفعل بکثرت ہونا اس شے کی ناقدری
اور ارزانی پر دلالت کرتا ہے، نظیر کی کثرت کے مراتب کے مختلف ہونے سے بے قدری
کے مراتب بھی مختلف ہوں گے۔

پس جو کلام شے کی نظیر کے ممتنع ہونے یا معدوم ہونے یا نادر ہونے پر

دلالت کرے گا وہ درجہ بدرجہ اس شے کے اعزاز اور توقیر کے مراتب مختلفہ پر دلالت
کرے گا یعنی جو کلام نظیر کے ممتنع ہونے پر دلالت کرے، وہ توقیر کے اعلیٰ مرتبے میں ہے،
اس کے بعد وہ کلام جو نظیر کے معدوم ہونے پر دلالت کرے پھر وہ کلام کہ اس کے نادر
ہونے پر دلالت کرے اور جو کلام کہ وجودِ نظیر کے صحیح ہونے یا موجود ہونے یا بکثرت
ہونے پر دلالت کرے وہ اس شے کے استخفاف اور ارزانی کے مختلف مراتب پر
دلالت کرے گا، نظیر کی جتنی کثرت ہوگی اتنی ہی تخفیف ہوگی، مثلاً اگر کہا جائے کہ دو سو
افراد زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، اس میں تخفیف کم ہوگی نسبت اس کے کہ سینکڑوں افراد
زید کی نظیر ہو سکتے ہیں، سینکڑوں کے لفظ میں ہزاروں کی نسبت اور ہزاروں کے
لفظ میں لاکھوں کی نسبت اور لاکھوں کے لفظ میں کروڑوں کے اعتبار سے کم تخفیف
سمجھی جاتی ہے۔

اس قائل نے اپنی سرشت کے مطابق کروڑوں کا لفظ جو اردو زبان میں استعمال ہونے والے اعداد میں بہت بڑا عدد ہے، استعمال کیا ہے تاکہ روزِ محشر مقبول شفاعت کرنے والے تمام انسانوں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ تخفیفِ شان کرے اور زیادہ سے زیادہ جہلا کو کفر اور گمراہی میں ڈالے۔

قائلِ مذکور نے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کی تعظیم ساتویں وجہ فرض ہے، کا نام پاک کمال بے باکی سے ذکر کیا ہے کہ اس کے ساتھ کوئی تعظیم و تکریم کا کلمہ اور صلوٰۃ و سلام نہیں لایا، ہاں! اس کی کلام کی غرض کے مناسب یہی تھا۔

اس بے باکی کو افضل الصدیقین، خیر البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا :

مَنْ كَانَ يُعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا
قَدَّمَ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يُحِبُّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ
حَيٌّ لَا يَمُوتُ۔

”جو شخص حضور کی عبادت کرتا تھا (وہ جان لے) کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصال فرما چکے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی“

اس قول پر قیاس اس لئے درست نہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کریم سے اقتباس کیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد :

وَمَا سُبِّحَكَ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ

الرُّسُلُ أَفَاسُنَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى
 أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ
 اللَّهُ شَيْئًا۔

اگر نامِ پاک کو تعظیم و توقیر کے کلمہ یا صلوة و سلام کے ساتھ لاتے تو اقتباس فوت ہو جاتا اور ان کے کلام کا مقصد فوت ہو جاتا، ان کا مقصد غمگین اور پریشانی حال صحابہ کو تسلی دینا تھا، ان میں سے بعض تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال ہی کا انکار کرتے تھے کیونکہ ایسے مقام اور عام پریشانی کی جگہ میں حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک کے ساتھ تعظیم و اکرام کے کلمات ملانے اور صلوة و سلام کے اضافہ سے یہ کلام اظہارِ رنج و غم بن کر جاتا، اہل اسلام کو اور زیادہ رلاتا اور خاک و خون میں لوٹا دیتا اس لئے مناسب یہی تھا کہ قرآن مجید کی آیت سے اقتباس کرتے اور اس پر کچھ اضافہ نہ کرتے، ہر بات کا ایک وقت اور ہر نکتے کا ایک مقام ہوتا ہے۔

البتہ یہ قائل، کہہ سکتا ہے کہ اس جگہ غرض مقصود کے مناسب وہی تھا جو اس کی زبان سے نکلا ہے، اگر وہ کلمہ تعظیم یا صلوة و سلام کا اضافہ کر دیتا تو اس کے مقصدِ اصلی اور مرادِ ولی نیز سیاق و سباق کے مطابق نہ ہوتا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک کی تعظیم کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ مقامِ رابع میں ہوگا، انتظار کیجئے۔

اردو میں "کر ڈالے" کا لفظ ابانت اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے
 آشوبی وجہ مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ "چاہوں تو فلاں کام کر ڈالوں" یہ کلام اس کام کے خفیف (اور ہلکا) ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور اگر کہے کہ "چاہوں تو فلاں کام کروں" اس میں وہ دلالت نہیں ہے۔

یہ فرق اردو دان حضرات پر مخفی نہیں ہے کیونکہ اردو میں "ڈالنا" پھینکنے کے معنی میں آتا ہے، اس اعتبار سے اس لفظ سے مرتبہ کی پستی معلوم ہوتی ہے، اس

قائل کا دل یہ کہنے سے خوش نہیں ہوا کہ چاہے تو پیدا کرے، کیونکہ یہ عبارت اس کے مقصدِ دلی سے چننا مناسب نہیں رکھتی اور کمال استخفاف پر دلالت نہیں کرتی

ہاں ع

از کوزہ ہماں تراود کہ دروست
"کوزہ سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہو"

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا
جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

بے شک اصل کلام دل میں ہوتا ہے، زبان تو دل کی دلیل

بنائی گئی ہے۔

اردو میں لفظ "کر ڈالنا" وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں اس کام کے
اعترض جلدی سے کرنے پر دلالت مقصود ہو، اس جگہ بھی یہی دلالت قائل
کا مقصود ہے۔

اس کے یہ الفاظ :

جواب "ایک آن میں ایک حکم کن سے"

سرعت اور تعجیل پر دلالت کرانے کے لئے کافی تھے، اگر "کر ڈالے" کے لفظ سے
استخفاف پر دلالت مقصود نہ ہوتی تو اس لفظ کا اضافہ کیوں کیا؟

باوجودیکہ قائل اپنے کلام کی تاویل میں کہتا ہے کہ اس سے مقصود تکوین

کا تعلق نہیں ہے پھر بھی اس عبارت سے ایجاد اور کام کرنے کی سرعت و تعجیل مراد

لینا ایسی توجیہ ہے جسے خود قائل بھی پسند نہیں کرتا، ہاں! اپنے کئے کا علاج

نہیں ہوتا۔

یہ الفاظ :

نویں وجہ ” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب ملکر

جبرئیل اور پیغمبر سے ہو جاویں تو اوس مالک الملک کی سلطنت میں

اون کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی “

کتنے عجیب ہیں ! یہ الفاظ علامانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان پر، محض نقل کے طور پر ہزار دقت سے جاری ہوتے ہیں حالانکہ نقل کفر، کفر نہیں ہوتی، ورنہ ہر مسلمان ایسے کلمات سن کر ہی لرز جاتا ہے نوذ باللہ تعالیٰ من ذلک، چہ جائیکہ یہ کلمات خود کہے کہ :

” تمام اولین و آخرین جبرئیل اور پیغمبر سے ہو جائیں “

اپنے مقام پر مذکور ہو گا کہ ایسے قول کو قضیہ شرطیہ کا مقدم بنا کر حضرت جبرئیل امین اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ جلیل کی انتہائی تحقیر ہے کیونکہ اولین اور آخرین (اگلے اور پچھلے) میں شیاطین، مشرکین، جابر و ملعون اور اشقیاء بے دین سب داخل ہیں، ان سب کی برابری اور مماثلت کے الفاظ حضرت جبرئیل امین اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کی شان میں استعمال کرنا، اگرچہ قضیہ شرطیہ کے ضمن میں ہو اسلام کے ان نام نہاد دعویداروں کی زبان پر کس طرح آجاتے ہیں ؟

قائل نے اس کلام میں چند وجہ سے دادِ بلاغت دی ہے :

(۱) اگلے اور پچھلے کی تعمیم کے باوجود اس نے آدمی اور جن کی تعمیم بھی ذکر کی ہے حالانکہ صرف پہلی تعمیم اس کا مقصد ادا کر سکتی تھی، اس میں شک نہ ہے کہ پہلی تعمیم صراحتاً، بلا تکلف شیطان کو شامل نہ تھی، مجبواً لفظ جن کی تصریح کی کہ اگرچہ تکرار کی ضرورت نہ تھی تاہم وہ اہل تلبیس کا رئیس یعنی ابلیس بھی اس تعمیم میں (صراحتاً)

داخل ہو جائے، ایک دفعہ سب اولین کی تعمیم میں دوسری دفعہ تمام پھلوں کی تعمیم میں اور (تیسری بار) جن کی تعمیم میں اس کا داخل ہونا سمجھا جاتا ہے گانَ مِنَ الْجَنِّ (وہ جنوں میں سے تھا) اس نکتہ کو اس قائل کی تفسیر دانی کے آثار میں شمار کیا جاسکتا ہے، ایسے مقام پر ایسی رعایت مقتضائے حال کے مناسب واقع ہوئی ہے۔

(۲) اس نے اس جگہ فرشتوں کا ذکر نہیں کیا حالانکہ اس سے پہلے فرشتوں کا ذکر

کر چکا ہے، اس میں نکتہ یہ ہے کہ حضرت روح الامین اور حضرت سید المرسلین علیہما السلام کے ساتھ فرشتوں کی برابری اور ہمہری، استخفاف کا فائدہ نہیں دیتی تھی اس لئے اس کی غرض پر کچھ زیادہ دلالت نہیں کرتی تھی۔

(۳) اس کے اس قول میں کلمہ رخص ہے :

”جبریل اور پیغمبری سے ہو جاویں“

اس جگہ اس کی مراد کے چہرہ پر رنگ تازہ دکھائی دیتا ہے، ہاں اپنے دلی مقصد کو اسی طرح آراستہ کرنا چاہئے۔

: اس کا یہ قول :

”دسویں وجہ“ اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں

تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں“

ایسی گفت گو ہے کہ اس کے سننے کے تصور ہی سے اہل ایمان کانپ جاتے ہیں اور سننے والا اگرچہ رنگِ اخلاص نہ رکھتا ہو، اس کلام کے سنتے ہی اس کا رنگ اڑ جاتا ہے، مقربانِ بارگاہِ ذوالجلال کے ساتھ شیطان اور دجال کے ذکر سے اگرچہ مساوات کی نفی کے طور پر ہی ہو، رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اخلاص کی آبرو برباد ہو جاتی ہے، صیغہ ہے اس شخص کے حال پر جو یہ کہے کہ :

”سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں“

کیونکہ ”سب لوگ“ کا عموم، سید کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام انبیاء، ملائکہ، مقربین، اولیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کو شامل ہے، شیطان اور دجال، گمراہوں اور گمراہ سازوں کے سرغنہ ہیں، اگرچہ قائل اس بیان کو بطور تلبیس قضیہ شرعیہ کہے، کوئی ایماندار ایسے پوشیدہ اور ظاہر کلمات کو گوارا اور جائز نہیں رکھتا، انہیں زبان پر لانا تو کجا، سوچ بھی نہیں سکتا۔

سبحان اللہ! اس شخص کا ایمان کیا خوب ہے کہ اپنے کو اہل اسلام کا مرشد جانتا ہے اور اپنے مخالفین کو کافر و مشرک کہتا ہے اور بغیر کسی داعیہ اور ضرورتِ شدیدہ کے ایسے ثقیل کلمات جو بارگاہِ رب ذوالجلال کے مقربین کی سراپا گستاخی ہیں، بے باکانہ زبان پر لاتا ہے، عوام اور جہلدار کی تعلیم کے لئے انہیں اپنی کتاب میں درج کرتا ہے، کوچہ و بازار میں ان کی تشہیر کرتا ہے اور ان کی تلقین سے اپنے حلقہ بگوشوں کی گردن پر طوقِ لعنت رکھتا ہے۔

لیکن اس قائل نے اس کلام میں بھی دادِ بلاغت دی ہے کہ اپنے قول ”شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں“ میں کلمہ ”حصر لایا ہے، اس نے اس میں بھی ایک نکتہ رکھا ہے اور دونوں جملوں میں جبریل امین و نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیطان و دجال کے درمیان طباق (مطابقت) کی رعایت رکھی ہے، اگرچہ ایمان چلا گیا (تو کیا ہوا) رشتہ بلاغت کا دامن تو ہاتھ سے نہیں جانا چاہئے، ہاں دلی مقصد کو اسی طرح ظاہر کرنا چاہئے اور ایسے اہم مقصد کی تعبیر میں بلاغت کی ایسی ہی رعایت کرنا چاہئے۔

رہا شفاعت کی نفی کا مسئلہ جس کے لئے ایسے گونا گوں کلمات اور ”دقیق مضمون والی عبارتیں“ لایا ہے وہ اس عبارت سے حل نہیں ہوا، مقصد یہ تھا کہ قدرتِ الہی کے کارخانوں میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس کی خوشی اور دلدادگی سے سلطنت

رونق میں اضافہ ہو یا اس کی ناخوشی اور بے دلی سے رونق جاتی رہے (جب یہ مقصد ثابت نہیں ہوا تو) یہ عبارت آرائی اور بیپودہ سرائی کس لئے ہے؟ لیکن یہ قائل اپنی عادت سے مجبور ہے کہ اکثر اپنی گفتگو میں انبیاء، ائمہ، اولیاء اور شہیدوں کا ذکر شیطانوں، بد بختوں، جہنمیوں اور کشتوں کے ساتھ لاتا ہے اور علم بدیع کی صنعت طباق (تطبیق) نہیں چھوڑتا اور پاس ادب اس طریقے کے لئے سرمایہ بلاغت صرف کرنے سے باز نہیں آتا کہ رشتہ بلاغت کا دامن نہ چھوٹ جائے اگرچہ ایمان برباد ہو جائے، اگر اس کی عبارت پر علمی مواخذہ کیا جائے تو جواب دیتے ہوئے جان کج آتا ہے اور مبلغ علم کی نمائش کرتا ہے حالانکہ بیپودہ گوئی اور ہرزہ سرائی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔

اب سنئے، اس کا یہ قول :

” اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک آن میں

ایک حکم کن سے (الی آخرہ)

اگر قضیہ حملیہ ہے تو دو وجہ سے باطل ہے :

(۱) اس قضیہ میں حکم حملی نہیں ہے تاکہ قضیہ حملیہ ہو،

(۲) اگر اسے حملیہ فرض کر لیا جائے تو یہ قضایا بقیہ (جن میں موضوع محقق ہے

نفس الامر پر حکم لگایا جاتا ہے) میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کا مصداق کبھی

بھی نفس الامر میں واقع نہیں ہے لہذا یہ قضایا غیر بقیہ میں سے ہے اور

قضایا غیر بقیہ شرطیات کے مساوی ہوتے ہیں (تفصیل کے لئے حمد اللہ

شرح سلم ملاحظہ ہو) پس اس کا بطلان شق ثانی میں مذکور ہوگا۔

اور اگر یہ قول قضیہ شرطیہ ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ ”اگر اللہ تعالیٰ

چاہے کہ کروڑوں انبیاء، اولیاء، جن اور فرشتے حضرت جبریل امین اور نبی

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر پیدا کرے اور واقع میں لائے، پس دو حال سے خالی نہیں، اس شرطیہ کا مقدم واقعی ہے یا غیر واقعی اور فرضی، اگر مقدم واقعی ہے تو لازم آئے گا کہ کروڑوں افراد ہر دو مدوج کے برابر نفس الامر میں موجود ہوں کیونکہ مقدم موجود ہو تو تالی لازماً موجود ہوگا اور تالی کے وقوع کا قول کفر صریح ہے اور اگر مقدم غیر واقعی ہے تو ممنوع بالذات ہے یا ممنوع بالغیر اور دونوں میں مقدم مذکورہ کہ ممنوع بالذات ہے یا ممنوع بالغیر کا، تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہے (کیونکہ جب مشیت ایزدی کا تعلق اس مساوی سے ممنوع بالذات یا ممنوع بالغیر ہونے کی بنا پر نہ ہو سکے گا تو اس مساوی کا وجود کہاں سے ہو سکے گا؟)

اگر اس قائل کا عقیدہ یہ ہو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کروڑوں افراد سے مشیت کا تعلق ممکن بالذات ہے اور ممکن ذاتی اگرچہ ممنوع بالغیر ہو محال بالذات کو مستلزم نہیں ہو سکتا اور جس شے کے ساتھ مشیت ایزدی کا تعلق ہو اس کا واقع نہ ہونا محال بالذات ہے تو اس کے لئے معاملہ اور مشکل ہو جائیگا کیونکہ مقام ثانی میں گنہگار چکا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مساوی کا موجود ہونا کذب الہی کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ کا کذب محال بالذات ہے پس اس اعتقاد پر لازم آئیگا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے برابر کا موجود ہونا محال بالذات ہو، اس تغذیر پر بے چارے کو جلد الزام آجائیگا (کیونکہ جب تالی کا محال بالذات ہونا ثابت ہو گیا تو ماننا پڑے گا کہ مقدم بھی ممکن بالذات نہیں ہے ورنہ محال بالذات کو مستلزم نہ ہوتا)

اسی قیاس پر وہ دو قضایا شرطیہ جو اس قول میں ہیں :
 "اور سب لوگ اگلے پچھلے (سے) رونق گھٹنے کی نہیں (تک)"

قضایا فرضیہ تقدیر یہ ہیں یا قضایا واقعہ نفس الامر یہ یعنی یا تو کہا جائے گا کہ ان دونوں شرطیوں کا مقدم غیر واقعی ہے، یا کہا جائے کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہے، دوسری شق باطل ہے کیونکہ تمام اگلے اور پچھلے افراد کا حضرت جبریل امین اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم کے برابر ہونا یا شیطان اور جہال کے برابر ہونا فی نفسہ اجتماع نقیضین ہے کیونکہ ہر ایک کے پیغمبر ہونے سے لازم آتا ہے کہ ان میں سے بعض پیغمبر نہ ہوں بلکہ امتی ہوں کیونکہ امت کے بغیر پیغمبر کا کوئی مطلب نہیں اور ہر کسی کا شیطان ہو جانا اس طرح کہ کوئی بھی ایسا فرد نہ ہو جو ان سے گمراہی حاصل کرے، خلاف عقل ہے (یعنی بعض افراد لازماً ایسے ہوں گے جو گمراہی حاصل کریں گے ورنہ شیطان کیسے گمراہ کرے گا؟) پس وہ بعض شیطان نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے خدمتگارا اور فرمانبردار ہوں گے لہذا ہر دو شرطیہ کا مقدم جو اجتماع نقیضین پر مشتمل ہے، محال ہے اور مقدم محال ہو تو اس کا تالی کو مستلزم ہونا یقینی نہیں ہوتا کیونکہ مقدم محال کا نقیض تالی کو مستلزم ہونا ممکن ہے۔ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ سلطنت الہی اور اس کی رونق سے قائل کی مراد کیا ہے؟ اگر سلطنت سے مراد ملک و ملکوت میں مشیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے اور رونق سے مراد حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق تصرف کا جاری ہونا ہے جیسے کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کی مشیت شاملہ اور حکمت کاملہ کے مطابق بہترین نظام پر واقع ہے، پس اس بہترین نظام کا باقی رہنا کہ اس میں بعض گمراہ ہیں، بعض مقرب، بعض مردود ہیں، بعض بارگاہ ایزدی میں مقبول، بعض نجات پانے والے اور بعض بدکرداری کی پاداش میں سزا یافتہ اور جہنمی ہیں، بعض بلند درجات پر فائز اور بعض جہنم کے نچلے طبقوں میں، بعض شقی اور بعض سعید، بعض فائدہ دینے والے اور بعض فائدہ لینے والے ہیں، تقدیر مذکورہ (کہ ہر دو شرطیہ کا مقدم واقعی ہو) کے منافی ہے۔

اور اگر اس کی مراد کوئی اور چیز تھی تو اسے بیان کرنا چاہئے تھا تا کہ اس کے

کلام کا مطلب سامنے آنا، دیکھنا چاہئے کہ قائل نے ایسا بے فائدہ کلام جس کا معنی ہی صحیح نہیں ہے، کس مقام میں؟ کس مقصد کو ثابت کرنے کے لئے؟ کیسے ذہنوں کے لئے؟ اور کیسے عوام کو خطاب کرتے ہوئے استعمال کیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دانست میں شانِ ہدایت، تعلیمِ ایمان اور عقائدِ دینیہ کے بیان کے لئے یہی طریقہ مناسب تھا۔

بعض خود پرست، نامنصف جو خبردار اور ہوشیار ہونے کے باوجود

عذر گناہ غرور کی شرت سے مدہوش ہیں جب دیکھتے ہیں کہ اردو جاننے والے ان ناروا کلمات اور بے سرو پا گفتگو سے سیدالانام، دیگر انبیاء، ملائکہ علیہم السلام، اولیاءِ کرام اور مشائخِ عظام کی تخیف اور تنقیصِ شان سمجھتے ہیں، اسے سن کر کانپ جاتے ہیں اور انہیں اپنے ایمان کا خطرہ پڑ جاتا ہے تو ان کلمات سے ہزار زبان سے اپنی برارت پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انہیں کوئی فریب دینا چاہئے اور ان کی وحشت (و نفرت)، دور کرنے کے لئے کوئی حیلہ سامنے لانا چاہئے، اس لئے کبھی تو کہتے ہیں کہ ان کلمات میں شانِ الہی کی تعظیم ہے، ان سے گریز نہ کرنا چاہئے اور دل میں نفرت نہ لانی چاہئے ورنہ شانِ الہی سے بداعتقاد ہی لازم آئے گی اور ایمان و توحید برباد ہو جائیں گے۔

یہ الفاظ :

جواب "اوس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے (الی آخرہ)"

کذبِ الہی کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو یہ کہتے ہیں، جیسے کہ مقامِ ثانی کی وجہ اول میں مذکور ہوا، وہ کلمات کہ اللہ تعالیٰ کے ناممکن کذب کے جائز ہونے پر دلالت کرتے ہوں ان سے تعظیم و تکریم کا سمجھنا کج فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے دوسرے قول :

” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (الیٰ آخرہ)“

کا معنی ہی صحیح نہیں ہے، پہلے اس کا معنی درست کرنا چاہئے پھر جلالتِ شانِ الہی کی بات زبان پر لانی جائے اور اگر یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ متقین کی نیکیوں اور بدکرداروں کی برائیوں سے بے نیاز ہے تو یہ آیاتِ کریمہ :

مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ

كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ۔

” جو شکر کرے وہ اپنے فائدے کے لئے ہی شکر کرتا ہے

اور جو کفر کرے تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود ہے۔“

إِنْ تَكْفُرُوا أَأَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ۔

” اگر تم اور زمین کے تمام باشندے کفر کریں تو بے شک

اللہ تعالیٰ بے نیاز اور محمود ہے۔“

قائل کے اس مقصد کا فائدہ نہیں دیتا جس کے لئے یہ قائل بیجا عبارتِ آرائی کے

درپے ہے۔

اور اگر ان دو جملوں (اور سب لوگ اگلے اور پچھلے، الیٰ آخرہ) سے مقصد

(صرف) یہ ہے کہ کسی کا قدرتِ الہی کے کارخانوں میں دخل نہیں ہے تو یہ عبارت

اس مقصد کے بیان سے قاصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کارکنوں اور کارندوں کا محتاج نہیں

ہے اور ہر چیز کو اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ شاملہ سے پیدا فرماتا ہے۔

صاف کیوں نہیں کہا جاتا کہ انبیاء و اولیاء کی شان کی تخفیف اور بارگاہِ الہی میں

ان حضرات کی وجاہت کی نفی اس کا مقصود ہے اور اس کے بیان کے لئے کوئی دوسری

عبارت موزوں نہیں تھی، اس مقام کی ابتداء میں گزرا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں

جو کلام حضرات انبیاء و ملائکہ کی توہین پر مشتمل ہو، ثنائے الہی پر مشتمل ہونے کے سبب انبیاء و ملائکہ کی توہین پر دلالت کرنے سے خارج نہیں ہو سکتا۔ بالفرض اگر یہ دو جملے تعظیمِ شانِ الہی پر مشتمل ہوں اگرچہ فرض خلاف واقع ہے تاہم یہ اشمال حضرات انبیاء و اولیاء کی تعظیمِ شان کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتا۔

کبھی اس کے ہوا خواہ یہ کہتے ہیں کہ ان کلمات سے حضرت سرور **ایک اور قلابازی** کائنات، دیگر انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کی تنقیصِ شان اللہ تعالیٰ کی شان کی نسبت سے ہے اور ایسی تنقیص میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جواب معلوم نہیں کہ اس توجیہ کا کیا مطلب ہے، کیا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان سے ان حضرات کی شان کا کم ہونا ان کلمات کا مدلول ہے، یہ واضح غلط فہمی ہے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں اور پایہ ثبوت تک پہنچا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو جو مراتب عطا فرمائے ہیں، ان کلمات سے ان مراتب سے کمی دکھائی گئی ہے اور اس کی قباحت کسی ایماندار پر مخفی نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ مقامِ رابع میں مذکور ہوگی۔

بایں ہمہ حضرات ممدوحین کی شان کا شانِ الہی سے کم ہونا کلام کی روش پر منطبق نہیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ شفاعت، گنہگاروں کی نجات کا سبب نہیں ہے جو لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان حضرات کی شفاعت نجات کا سبب ہوگی وہ بھی ان حضرات کو اللہ تعالیٰ کے بندے ہی مانتے ہیں (معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے معلوم ہوا کہ) شانِ الہی سے ان حضرات کی شان کی کمی کا بیان اس قائل کے مقصد کے بیان میں کچھ دخل نہیں رکھتا۔

انصاف شرط ہے، کلامِ الہی، احادیثِ طیبہ، صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین، علماء دین اور عرفاءِ عابدین کے اقوال، شانِ الہی کی تعظیم و تکریم سے پُر اور حد شمار سے

باہر ہیں کسی بیان میں، کسی وقت، کسی جگہ، کسی ایماندار سے ایسے کلمات صادر نہیں ہوئے
جیسے کہ اس قائل سے دلی عقیدہ کی بنا پر بے تابانہ سرزد ہوئے ہیں، کیا وہ تمام حضرات
تعمیر شان الہی میں تقصیر کے روادار تھے کہ انہوں نے ایسے کلمات پر جسارت نہ کی
اور ایسا سراپا تنقیص کلام زبان پر نہ لائے؛ شاید اس قائل نے اس کلام کو کس
تَرَكَ الْأَوَّلَ لِلْآخِرِ (بہت کچھ پہلے، پھیلوں کے لئے چھوڑ گئے) کے زمرے
میں شمار کیا ہے۔

اس کا یہ قول :
گیارہویں وجہ " اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی
نوازے (الیٰ آخرہ) "

روش کے اعتبار سے استخفاف پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ حضور
نبی اکرم اور دیگر حضرات انبیاء علیہم السلام کو بارگاہ الہی میں شفاعتِ محبت کا مقام
حاصل نہیں ہے اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک بارگاہ الہی
میں ان حضرات کی محبوبیت کی نفی نہ کی جائے کیونکہ اگر محبوبیت پائی جائے گی تو اس کے
آثار بھی پائے جائیں گے، قاعدہ ہے کہ :

السَّيِّئُ إِذَا ثَبَتَ ثَبَتَ بِلِوَأْسِرِهِ وَآثَارُهُ
" شے جب ثابت ہوتی ہے تو اپنے آثار و لوازم سمیت
ثابت ہوتی ہے " "

یعنی بارگاہ الہی میں ان حضرات کی شفاعت کی پذیرائی اور گناہوں کے محو کرنے میں اس کا
فائدہ اور اللہ تعالیٰ کا ان حضرات کی رضا چاہنا کہ یہ سب محبت و محبوبیت کے آثار ہیں جو اس
قائل کے زعم میں مترتب نہیں ہیں ورنہ شفاعتِ محبت متحقق ہو جائے گی، جب محبوبیت
کے آثار و لوازم منتفی ہوئے تو محبوبیت بھی منتفی ہوگی اگرچہ لفظ ہر اور برائے نام حضور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کو صیب اللہ کا لقب دیا جائے کیونکہ اعتبار معنی کا ہوتا ہے نہ کہ لفظ کا۔
 اس نام سے محبوبیت کے آثار کی نفی مقصود ہے جسے محبوبیت کی نفی لازم ہے اور اس
 طریقے سے محبوبیت کی نفی تصریح سے زیادہ یلیغ ہے (کیونکہ اس طرح صرف محبوبیت کی نفی نہیں
 کی بلکہ اس نفی پر دلیل بھی دیدی ہے) خصوصاً مقام استخفاف میں عجیب تعریفیں اور اثناء ہونے پر یہ
 تنقیص شان، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس مقام کے لحاظ سے ہے جو آپ کو بارگاہ رب العزت
 میں حاصل ہے اس کا کچھ حصہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے تمام محبوبوں سے زیادہ محبوب ہیں اللہ
 تعالیٰ آپ کی رضا کا طالب ہے، آپ کی شفاعت کو قبول کرے اور آپ کی شفاعت کی
 مقبولیت کا سبب آپ کی محبوبیت ہے، یہ حقیقت آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
 جیسا کہ مقام اول میں تفصیلاً گزرا (یہ بھی قابل غور ہے کہ) ایسے مقام میں حضور صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر تنکیر (تعیین کے بغیر) کے ساتھ تخریر کا فائدہ دینا ہے، چنانچہ وہ
 کتاب ہے :

”اور کسی کو صیب کا“

یہ قول، مراد قائل (تخریر) کا فائدہ دینے میں اہمیت رکھتا ہے۔
 اس قائل نے تیسری صورت میں بیان کیا اور اس قسم کو اللہ تعالیٰ کے
 بارہوں وجہ حق میں جائز رکھا ہے اس سے صراحتاً پتہ چلتا ہے کہ جو گنہگار بخشے
 جائیں گے اور نجات پائیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں طلب شفاعت
 اور التجا نہیں کریں گے اور آپ کی پناہ نہیں لیں گے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کا مقام یہ ہے کہ تمام اولین و آخرین مجبور و ناچار ہو کر اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے
 نامیہ ہو کر مخلوقات کے ملجا و ماوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لیں گے اور آپ سے
 شفاعت طلب کریں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت ہے پائیاں سے ان

کے لئے بارگاہِ الہی جل شانہ میں شفاعت کریں گے، یہ بیچارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیضِ توجہ سے مصائب و مشکلات سے نجات پائیں گے، تمام انبیاء و رسول علیہم السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور حضرت ابراہیم و حضرت موسیٰ علیہما السلام آپ کی امت میں آجائیں گے، یہ حقیقت ان اہل بیت صحیحہ سے ثابت ہے۔ کیا یہ کلام حضور سید الکرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تفسیرِ شان نہیں ہے؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا“

علماء دین نے اس حدیث صحیحہ کے بیان میں فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا اور آخرت میں تمام انسانوں کے سردار ہیں لیکن روزِ قیامت کی تخصیص اس لئے کی کہ سید (سردار) وہ ہے کہ لوگ اپنی حاجتوں میں اس کی پناہ لیں، اس سے التجار کریں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز اس صفت میں منفرد ہوں گے کہ تمام اولین و آخرین جب مرسلین سے التجار کریں گے تو سوائے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے، گویا یہ حدیث اس حکم میں درج ذیل آیت کے مشابہ ہے :

لَيْسَ الْمَلِكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

”آج کس کی شاہی ہے؟ اللہ واحد قہار کی!“

کیونکہ ہر آن اور ہر زمانہ میں بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے مگر خصوصی بادشاہی کا ظہور اس طور پر کہ کوئی شخص بادشاہی کا دعوے جھوٹے منہ سے بھی نہیں کر سکے گا قیامت کے دن ہی ہوگا۔

اس کا قول :

تیر ہویں وجہ " اوس امیر نے اوس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اوس کا قرابتی ہے یا آشنا یا اوس کی حمایت اوس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا تھانگی "

حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع کی انتہائی تنقیص پر دلالت کرتا ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ امت کے حال پر انتہائی رحمت و شفقت رکھتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں رحمت و رأفت سے آپ کی نعت فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے :

لَقَدْ جَاءَكَ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ
عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكَ بِالْمُؤْمِنِينَ
رَءُوفٌ رَّحِيمٌ -

"تحقیق تمہارے پاس تم میں سے رسول عظیم آئے، ان پر تمہاری مشقت گراں ہے، تم پر حرصیں ہیں، مومنون پر مہربان اور رحیم ہیں" حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حال پر رحمت و رأفت کے سبب ان کے بارے میں متفکر رہتے تھے اور ان کی مغفرت کے لئے بارگاہ الہی میں دعا کیا کرتے تھے،

چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے :

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا
قَوْلَ اللَّهِ فِي سُورَةِ إِبْرَاهِيمَ رَبِّ إِذْ هُمْ
أَضَلُّنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ

مِثِّي وَقَالَ عِيسَىٰ إِن تَعَذَّبْتُمْ بِهِمْ فَإِنَّكُمْ عِبَادُكَ
 فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبِكِي
 فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ يَا جِبْرَائِيلُ إِذْهَبْ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ
 وَرَبُّكَ أَعْلَمُ مَا يُبْكِيهِ فَأَتَاهُ جِبْرَائِيلُ
 فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللَّهُ لِي جِبْرَائِيلُ
 إِذْهَبْ إِلَىٰ مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنِّي سَأَلْتُكَ
 فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْعُكَ -

اس حدیث کا ترجمہ مقام اول میں گزر چکا ہے، اسی طرح دوسری حدیثوں میں
 وارد ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے روز بھی امتی امتی فرمائیں گے، اس
 حدیث اور دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت کی
 شفاعت، فرط رحمت و رأفت کی بنا پر فرمائیں گے اور ان کی مغفرت کے لئے اللہ
 تعالیٰ کی رضا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب ہوگی، یہ رحمت و
 رأفت جو امت کی شفاعت کا سبب ہے، یہ قائل اسے طاق نسیان میں رکھ کر بتقاضائے
 رحمت و رأفت گنہگاروں کی حمایت کو چوروں کی جانبداری سے تعبیر کرتا ہے، اگر یہ
 استخفافِ شان نہیں تو کیا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس طرح بارگاہِ الہی جل مجدہ کے مقرب ہیں اسی
 طرح امت اگرچہ گنہگار اور بدکردار ہے، کے حال پر رؤف و رحیم بھی ہیں، یہ سراپا گمراہی
 کلام و وجہ سے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان ہے۔

(۱) اس قائل نے صفتِ رأفت و رحمت کو جو سببِ شفاعت ہے، جان بوجھ کر
 طاقِ نسیان میں رکھ دیا۔

(۲) بتقاضائے رحمت و رأفت گنہگاروں کی شفاعت کو چوروں کی جانبداری قرار دیا، ہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعامِ رحمت و رأفت کا شکریہ اسی طرح ادا کرنا چاہئے لہ
اس کا یہ قول :

چودھویں وجہ ” اور جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش کرتا تو آپ
ہی چور ہو جاتا “

قیح تعریف ہے، اس کا بیان یہ ہے کہ پہلے ” چور کے حمایتی “ سے قائل کی مراد سمجھنا چاہئے
” چوروں کے حمایتی “ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں :

(۱) وہ ہے جو چوری کو پسندیدہ فعل اور چور کو بے گناہ خیال کر کے چور کی حمایت
میں بادشاہ کے مقابلہ اور مزاحمت کے لئے اٹھے اور کئے چور سزا کا مستحق نہیں
ہے یا کئے بادشاہ اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ چور کو سزا دے اس لئے کہ میں
اس کا حامی ہوں۔

چور کا ایسا حمایتی واقعی خود گنہگار ہے اور بدکرداروں کا ایسا حامی
خود بدکردار ہے لیکن ایسے شخص کو چور کا شفیع نہیں کہہ سکتے کیونکہ بادشاہ کے
حضور چور کی شفاعت اور چیز ہے، بادشاہ سے بغاوت اور باغیوں کی پشت پناہی
امر دیگر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس معنی کی نفی اس مقام سے کوئی تعلق اور
مناسبت نہیں رکھتی کیونکہ اس معنی کی نفی سے شفاعت کا بے دخل ہونا اور

لہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سی

نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا؟

مجرموں کی نجات کا سبب نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا لہذا اس معنی کا ارادہ قائل کی مراد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

(۲) وہ شخص کہ گرفتاری کے بعد ناچاری، شرمساری، ذلت و خواری اور غم و گریہ کے سبب چور کے حال پر ترس کھا کر چور کو امید دلاتا ہے کہ میں تمہارے لئے بادشاہ کے حضور سفارش کروں گا اور تیری بخشش چاہوں گا، بادشاہ کی بے حد عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر یقین رکھتا ہوں کہ میری شفاعت قبول فرمائے گا اور گناہ بخش دے گا، بادشاہ کی عنایت اور اس کے وعدہ کی بنا پر میں تیری شفاعت کا ذمہ لیتا ہوں، پھر وہ بادشاہ کے پاس جا کر شفاعت پیش کرتا ہے، بادشاہ نے اپنی بارگاہ میں اس کے مرتبہ اور اس کی عزت و محبوبیت اور اپنے اس وعدہ کی بنا پر کہ میں تمہاری سفارش نہ نہیں کروں گا شفاعت قبول کر لی اور وہ بیچارہ چور نجات پا گیا۔

قائل اسی معنی کے اعتبار سے "چور کے حمایتی" کی نفی کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس معنی کے اعتبار سے حمایتی ہونا، اس کے دل کو زخمی کرتا ہے اور چور کے حمایتی کا یہی معنی ہونا چاہئے تاکہ قائل کی مراد (تنقیص انبیاء و اولیاء) پوری ہو سکے اور عوام الناس اور فریب خوردہ جملہ ایسے حمایتی کے ثابت کرنے سے اجتناب کر کے اس کا حلقہ اطاعت کان میں اور تلبیس (مکر) کا پردہ کا ندھے پر رکھیں۔

اب پہلے ایمانداروں کا عقیدہ حضور سید المرسلین

اہل ایمان کا عقیدہ | صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں سنتے، بعد ازاں اس قائل کے کلام کو اس پر منطبق کر کے معلوم کر لیجئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان کہاں تک پہنچی ہے؟

ہم مومنوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ازراہ غایت

رحمت و رأفت اپنی امت کے حال پر تروس کھا کر اور ان بے چاروں کو مجبور و ناچار دیکھ کر اور انہیں اپنی بارگاہ کے پناہ جو اور سہرا پا اتجار پاکر میدان محشر میں ان کے حال پر شفقت و رحمت فرما کر ان کے حامی ہوں گے، آپ نے فرمایا ہے :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ أُمَّتِي

”میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں

کے لئے ہوگی“

اور قیامت کے میدان میں فرمائیں گے :

أَنَا لَهَا

”شفاعت (کبریٰ) کے لئے میں ہوں“

چونکہ امت کے حق میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا وہی مقبول دعا ہے جس کے مقبول ہونے کا آپ کو یقین ہے :

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کی پذیرائی کے یقین کا فائدہ دیتا ہے آپ ان کی شفاعت کا ذمہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کی بخشش طلب کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی محبوبیت اور عزت و منزلت کے سبب آپ کی درخواست کو مقبول اور آپ کی شفاعت کو منظور فرمائے گا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب، رحمت و مغفرت الہی ان بے چاروں کے شامل حال ہو کر نجات بخش دے گی۔

اب غور کرنا چاہئے کہ چوروں اور گنہگاروں کے ایسے حمایتی کو چور اور

ان کا حصہ دار کھنا صریح توہین اور کفر نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ العیاذ باللہ تعالیٰ
 من ذلک! چور کا ایسا حمایتی بارگاہ شاہی کا سب سے زیادہ قریب اور اہل
 منزلت میں سب سے زیادہ بلند ہے کہ اس کی عرض مقبول اور اس کی درخواست
 منظور ہوتی ہے اور بادشاہ ان کی محبوبیت کے سبب ان کی دل شکنی روا نہیں
 رکھتا اور بمطابق آیت کریمہ:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

اور حدیث قدسی:

إِنَّا سَنَرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ

ہر طرح ان کی رضا چاہ کر، ان کی دل داری کے لئے مجرموں کو معاف فرماتا ہے
 اور ان کے متوسلین پر غضب اور عذاب نہیں فرماتا چنانچہ جہنم کا داروغہ نبی اکرم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرے گا:

يَا مُحَمَّدُ! مَا تَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ

فِي أُمَّتِكَ مِنْ تَقْبَتِهِ،

”یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم آپ نے تو اپنے

رب کے غضب کا کوئی انتقام اپنی امت میں نہیں رہنے دیا۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں بد اعتقادی سے پناہ دے، زندقہ اور الحاد کے

اسباب سے محفوظ رکھے، اپنے جیب پاک اور آپ کی آلِ امجاد کے طفیل، بیشک

وہی حفاظت اور ہدایت کا مالک ہے۔

چوتھا مقام

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر حضراتِ انبیاء علیہم السلام کی تخیفِ شان کے ارتکاب کا حکم اور فقہاء اور علماءِ شریعت کے نزدیک اس جرمِ شنیع کے مرتکب کے حال میں۔

چونکہ **الْأَشْيَاءُ تُعْرَفُ بِأَصْدَادِهَا** اشیاء کے احوال، اصداد کے احوال کے مقابلہ سے بہ آسانی معلوم ہو سکتے ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیمِ شان جو از روئے قرآن واجب اور صحابہ کرام اہل بیت عظام، علماء مجتہدین اور ائمہ اسلام کا معمول رہی ہے کا مختصر بیان بطورہ مشتمل از خروارہ سے تحریر کیا جائے، پھر استخفاف اور استخفاف کرنے والے کا حال، شرعی طور پر فقہی روایات کی روشنی میں پیش کیا جائے تاکہ ذہن میں زیادہ راسخ ہو اور طالبِ ہدایت کے لئے زیادہ مفید ہو۔

جاننا چاہئے کہ ایمان یہ ہے کہ دل سے اس امر کی تصدیق کی جائے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے اور رسول ہیں، ظاہر کی باطن سے موافقت، شہادت کے دو کلموں (اشھدان لا الہ الا اللہ واشھدان محمد عبده ورسوله) ان دو چیزوں التوحید و رسالت کی تصدیق) سے ایمان تام ہوتا ہے، ان کے بغیر ایمان نامتام ہے، پس جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کرے اور جو کچھ آپ لائے ہیں، اسے

مانے، مومن ہے اور جس کے دل میں اس کی تصدیق نہیں ہے وہ ایماندار نہیں ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا
لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا

”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لائے

بے شک ہم نے کافروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کی ہے“

و مصطفیٰ کے بغیر ایمان متصور نہیں | نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر آپ پر ایمان لانا منظور نہیں ہے مومن

کے لئے ضروری ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی جان، باپ، بیٹے اور تمام مخلوق سے زیادہ محبوب رکھے، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

الَّتِي أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

”یہ نبی، مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے بہتر ہیں“

اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ

إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ

”تم میں سے کوئی ایک ہرگز ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں

اسے اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں“

یہ بھی فرمایا :

لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

مِنْ وَالِدِهِ وَوَالِدَتِهِ وَالتَّائِبِينَ أَجْمَعِينَ

”تم میں سے کوئی ایماندار نہیں ہوگا جب تک میں اسے باپ،

بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

علاماتِ محبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی بہت سی علامتیں اور آثار ہیں جو آپ کی محبت کے امتحان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں سے ایک علامت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا ہے، حدیث شریف میں ہے :

مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرًا

”جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے، اس کا ذکر کثرت سے

کرتا ہے۔“

کثرتِ ذکر کے ساتھ ساتھ ایک علامت یہ بھی ہے کہ تعظیم و تکریم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا جائے اور حضور سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک کمالِ تعظیم و تکریم اور صلوة و سلام کے ساتھ لے اور نامِ پاک لیتے ہی خوف و خشیت، عجز و انکسار اور خضوع و خشوع کا اظہار کرے،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ
بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔

”تم آپس میں رسول تو اس طرح نہ بلاؤ جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔“

تفسیر کبیر میں ہے :

لَا تُنَادُوا كَمَا يُنَادِي بَعْضُكُمْ بَعْضًا لَتَقُولُوا
يَا مُحَمَّدُ يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَلَكِنْ قُولُوا يَا رَسُولَ
اللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ۔

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے
 تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یوں نہ کہو یا محمد یا ابا القاسم! بلکہ عرض
 کرو یا رسول اللہ یا نبی اللہ!“ (یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کو نام یا کنیت سے نہ پکارو بلکہ اوصاف اور القاب سے یاد کرو)
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
 فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
 كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ
 وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ-

”اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو
 اور ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو جیسے تم ایک دوسرے
 سے اونچی آواز میں بات کرتے ہو اس خوف سے کہ تمہارے
 اعمال ساقط ہو جائیں اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔“

ابو محمد مکی فرماتے ہیں :

أَيُّ لَا تَسَابِقُوا بِالْكَلَامِ وَلَا تُعَيِّفُوا بِالْخَطِّ
 وَلَا تُنَادُوا بِأَسْمَاءِ بِنْدَاءِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَ
 لَكِنَّ عَظِيمًا وَقِرْوَةً وَنَادُوهُ بِأَشْرَفِ
 مَا يُحِبُّ أَنْ يُنَادَى بِهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ!
 يَا نَبِيَّ اللَّهِ-

”یعنی کلام میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سبقت نہ
 کرو اور آپ سے ہم کلام ہوتے ہوئے سختی سے بات نہ کرو اور

آپ کا نام لے کر نہ پکارو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو
بلکہ آپ کی تعظیم و توقیر کو اور اشرف ترین اوصاف سے آپ کو نذر کرو
جن سے نذر کئے جانے کو آپ پسند فرمائیں اور یوں کہو یا رسول اللہ
یا نبی اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے

کی آواز پر آواز بلند کرنے اور تعظیم و توقیر کے بغیر بلائے سے منع فرمایا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ
وسلم کی اس بے ادبی کو روا نہیں رکھا اور اس عظیم جرم کے ترک کو اعمال کے بہ بار
ہو جانے کی وعید سنائی، معلوم ہوا کہ بارگاہ رسالت کی بے ادبی اعمال کے ضائع ہو جانے
کا سبب ہے اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کفر کے سوا کوئی نساہ اعمال کے
ضائع ہو جانے کا سبب نہیں ہے اور جو چیز اعمال کے ضیاع کا سبب ہے
کفر ہے۔

اب غور کرنا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی، اعمال کے
ضائع ہو جانے کا سبب ہے اور جو چیز ضیاع اعمال کا سبب ہو، کفر ہے، نتیجہ یہ ہوا
کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے ادبی کفر ہے، یہ بھی پیش نظر رہے کہ حیات ظاہری
میں اور وصال کے بعد نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان تعظیم و تکریم کے
سلسلے میں یکساں ہے۔

ابو جعفر منصور بادشاہ، سجد نبوی میں حضرت امام
امام مالک کا ابو جعفر منصور سے مکالمہ

مالک نے اسے فرمایا :

يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِي

هَذَا السُّجْدِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ آذَانَ
 قَوْمًا فَقَالَ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ
 النَّبِيِّ الْآيَةَ وَمَدَحُ قَوْمًا فَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ
 يَغْضُؤْنَ أَصْوَاتَهُمْ الْآيَةَ وَذَمُّ قَوْمًا إِنَّ الَّذِينَ
 يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ الْآيَةَ وَإِنَّ
 حُرْمَتَهُ مِثْلَ حُرْمَتِهِ حَيًّا فَاسْتَكَانَ لَهَا أَبُو جَحْضٍ
 وَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَادْعُ
 أُمَّ اسْتَقْبِلِ رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ
 وَجْهَكَ عَنِّي وَهُوَ وَسِيلَتُكَ وَوَسِيلَةُ ابْنِكَ
 أَدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَلِ اسْتَقْبِلُهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهِ
 فَيُشَفِّعَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ -

” اے مسلمانوں کے امیر! اس مسجد میں آواز بلند نہ کر کیونکہ اللہ
 تعالیٰ نے ایک جماعت کو ادب سکھایا اور فرمایا لَا تَرْفَعُوا
 أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ اور ایک جماعت کی تعریف
 کرتے ہوئے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُؤْنَ أَصْوَاتَهُمْ الْآيَةَ
 وہ لوگ کہ رسول اللہ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، اللہ
 تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تھوڑے کے لئے منتخب فرمایا ہے،
 اور ایک جماعت کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا إِنَّ الَّذِينَ
 يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ الْآيَةَ (جو لوگ
 تمہیں حجروں کے باہر سے پکارنے میں، ان میں سے اکثر بے عقل
 ہیں) بے شک بعد از وصال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت ایسی

جی جی آپ کی حیات ظاہرہ میں تھی ۔

(یسنکر) ابو جعفر نے فروتنی کا اظہار کیا اور کہا اسے ابو عبد اللہ
(امام مالک کی کنیت) قبضہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی طرف رخ کروں؟ امام مالک نے فرمایا تو حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے کیوں رخ پھیرتا ہے حالانکہ حضور قیامت
کے دن بارگاہ الہی میں تیرے اور تیرے جد امجد آدم علیہ السلام
کے وسیلہ ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف رخ کر اور شفاعت
کی درخواست کر، اللہ تعالیٰ تیرے لئے شفاعت قبول فرمائے گا۔“

ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم | امام اسحاق تجلیبی فرماتے ہیں :
صحابہ کرام، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ڈرتے تھے ان کا جسم لرز جاتا ان پر کچھ پی طاری ہو جاتی اور وہ
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور شوق کی بنا پر اور بعض صحابہ ہیبت اور تعظیم
کے سبب روتے تھے۔

ابراہیم تجلیبی فرماتے ہیں کہ :

”ہر مومن پر لازم ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کا ذکر کرے یا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے تو خضوع و
خشوع اور فروتنی اختیار کرے، وقار اور سکون سے رہے اور
اپنے آپ کو حرکت سے باز رکھے اور اس کی ہیبت میں محو ہو جائے
اور اس کی تعظیم میں اس طرح کوشش کرے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی کوشش کرتا اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اس کے روبرو ہوتے۔“

صحابہ کرام اور پیغمبر تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | شرف صحابیت پر فائز ہونے والوں کا حال سنئے !

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ نہ تو کوئی محبوب تھا اور نہ ہی میری نگاہ میں آپ سے زیادہ کوئی محترم تھا اس کے باوجود آپ کے احترام کے سبب میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال کی زیارت نہ کر سکتا تھا، اگر مجھ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت پوچھی جائے تو میں بیان نہیں کر سکوں گا کیونکہ میں آنکھ بھر کر آپ کے جمال سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا تھا، حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت میں اس حال میں حاضر ہوا کہ صحابہ کرام آپ کے گرد اس طرح بیٹھے ہوئے تھے گویا ان کے سروں پر پردے بیٹھے ہوئے ہیں یعنی وہ اپنے سروں کو حرکت نہیں دے رہے تھے کیونکہ پردہ اس جگہ بیٹھا ہے جو ساکن ہو،

قَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ حِينَ وَجَّهَتْهُ
قُرَيْشٌ عَامَ الْقَضِيَّةِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَأَى مِنْ تَعْظِيمِ أَصْحَابِهِ
لَهُ مَا رَأَى وَإِنَّهُ لَا يَتَوَضَّأُ إِلَّا ابْتَدَأَ وَأَوْضُوئَهُ
وَكَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَيْهِ وَ لَا يَبْصُقُ بِصَاقًا وَلَا
يَنْخَمُ نَخَامَةً إِلَّا تَلَقَّوْهَا بِأَكْفِهِمْ فَذَلِكُمْ
بِهَآءِ وَجُوْهِهِمْ وَأَجْسَادِهِمْ وَ لَا تَسْقُطُ مِنْهُ
شَعْرَةٌ إِلَّا ابْتَدَأَ رُؤُوسَهُمْ وَإِنْ أَمَرَ بِأَمْرٍ ابْتَدَأُوا
أَمْرَهُ وَإِذَا تَكَلَّمُوا خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَكَ مَا
يُجِدُونَ إِلَيْكَ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَكَ -

”عروہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جب قریش نے انہیں صلح حدیبیہ کے سال نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، انہوں نے صحابہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بے پناہ تعظیم دیکھی، انہوں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو صحابہ کرام وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے بے حد کوشش کرتے تھے کہ قریب تھا کہ وضو کا پانی نہ ملنے کے سبب لڑ پڑیں، اس نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دہن مبارک یا ناک مبارک کا پانی ڈالتے تو صحابہ کرام اسے ہاتھوں میں لیتے، اپنے چہرے اور جسم پر ملتے اور آبرو پاتے، آپ کا کوئی بال جسدا طہر سے جدا نہیں ہوتا تھا مگر اس کے حصول کے لئے جلدی کرتے، جب آپ انہیں کوئی حکم دیتے تو فوراً تعمیل کرتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو آپ کے سامنے آہستہ بولتے اور زاہد تعظیم آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتے۔“

فَلَمَّا رَجَعْنَا إِلَى قُرَيْشٍ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ
إِنِّي جِئْتُ كِسْرِي فِي مُلْكِكُمْ وَ قَيْصَرَ فِي مُلْكِكُمْ
وَ النَّجَاشِي فِي مُلْكِكُمْ إِنِّي وَ اللَّهِ مَا رَأَيْتُ مَلِكًا
فِي قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ فِي أَصْحَابِهِ -

”جب عروہ بن مسعود قریش کے پاس واپس گئے تو انہیں کہا اے قوم قریش! میں کسری، قیصر اور نجاشی یعنی شاہ فارس، شاہ روم اور شاہ حبشہ کے پاس ان کی حکومت میں گیا ہوں، بخدا میں نے ہرگز کوئی بادشاہ اپنی قوم میں اتنا محترم نہیں دیکھا جس قدر

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں معزز ہیں“

ایک روایت میں ہے :

إِنَّ تَرَايَتْ مَلِكًا قَدْ تَعَظَّمَهُ أَصْحَابَهُ مَا
تَعَظَّمَهُ مُحَمَّدًا أَصْحَابَهُ -

”میں نے کبھی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھیوں نے

اس کی اس قدر تعظیم کی ہو جتنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب نے

آپ کی تعظیم کی ہے“

وَقَدْ رَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُسْلِمُونَ

”تحقیق میں نے ایسی قوم دیکھی ہے جو کبھی بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کو نہیں چھوڑیں گے اور ہمیشہ آپ کی تعظیم کرتے رہیں گے“

یہ بھی روایات میں ہے :

لَمَّا أَذِنَتْ قُرَيْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ فِي الطَّوَّافِ بِالْبَيْتِ حِينَ وَجَّهَهُ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْقَضِيَّةِ أُنْجِي
وَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتَّى يَطُوفَ بِرَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

”جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو صلح حدیبیہ کے سال قریش کے پاس بھیجا تھا، قریش نے

انہیں بیت اللہ شریف کے طواف کی اجازت دے دی تو آپ

نے انکار کر دیا اور فرمایا میں اس وقت طواف نہیں کروں گا جب تک

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طواف نہیں کرتے“

حضرت برابر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَمْرِ فَأُخِّدُ
سَنْتَيْنِ مِنْ هَيْبَتِهِ -

” میں چاہتا تھا کہ کسی امر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کروں لیکن آپ کی ہیبت کے سبب دو
سال تک مؤخر کر دیتا تھا “

وَبَلَغَ مُعَاوِيَةَ أَنَّ كَابِسَ بْنَ رَابِيعَةَ
شَبَّهَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ
سَرِيرِهِ وَتَلَقَّاهُ وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَ
أَقْطَعَهُ الْمِرْغَابَ لِشَبَّهٍ صُورَةَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

” حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کابس

بن ربیعہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے (صورتہ) مشابہ میں چپ
حضرت کابس، حضرت امیر معاویہ کے گھر کے دروازے سے داخل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ

اپنے تخت سے اٹھ کھڑے ہوئے، ان کا استقبال کیا، ان کی آنکھوں کے درمیان

بوسہ دیا اور انہیں مرغاب (ایک مقام) عنایت فرما دیا (یہ سب کچھ

اس لئے تھا کہ) ان کی صورت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے

ملتی جلتی تھی “

اگر اجلہ صحابہ کرام کی تعظیم اور اس بابرکت بارگاہ کے احترام میں مبالغہ

کرنے اور ہر باب میں آداب کی رعایت کرنے کی روایات کا احاطہ کیا جائے تو کلام طویل ہو جائے گا، تمام صحابہ کرام اس ذاتِ کریم کو بہترین القاب، کمالِ تواضع اور مرتبہ مقام کی انتہائی رعایت سے خطاب کرتے تھے اور ابتداءً کلام میں صلوة و سلام کے بعد فَدَّيْتُكَ يَا أَبِي وَأُمِّي میرے والدین آپ پر فدا ہوں، يَا بِنْفْسِي أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ یا رسول اللہ! میری جان آپ پر نثار ہے، جیسے کلمات استعمال کرتے تھے اور فیضِ صحبت کی فراوانی کے باوجود محبت کی شدت کے تقاضے کی بنا پر تعظیم و توقیر میں کوتاہی اور تقصیر کے مرتکب نہیں ہوتے تھے بلکہ ہمیشہ خصوصاً سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و اجلال میں اضافہ کرتے تھے۔

تابعین اور تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | اسی طرح تابعین اور تبع تابعین صحابہ کے آثار کی اقتدار اور ان

کے انوار سے ابتداءً کرتے تھے، حضرت مصعب بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور ان کی پشت جھک جاتی، یہاں تک کہ یہ امر ان کے ہنشینوں پر گراں گزرتا، ایک دن حاضرین نے امام مالک سے ان کی اس کیفیت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا، جو کچھ میں نے دیکھا ہے تم دیکھتے تو مجھ پر اعتراض نہ کرتے، میں نے قاریوں کے سردار حضرت محمد بن منکدر کو دیکھا کہ میں نے جب بھی ان سے کوئی حدیث پوچھی تو وہ رو دیتے یہاں تک کہ مجھے ان کے حال پر رحم آتا تھا۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا حالانکہ وہ بہت خوش طبع اور خندہ رو تھے، جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر ان کے پاس کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، میں نے انہیں بے وضو نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک عرصہ تک ان کے ہاں میری آمد و رفت رہی، میں نے انہیں تین صفات کے علاوہ کسی صفت پر نہیں دیکھا یا تو نماز ادا کر رہے ہوتے، یا خاموش رہتے یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے، کبھی بے فائدہ گفتگو نہ کرتے، وہ خدا ترس، عبادت گزار علماء میں سے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن قاسم، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہدیت سے یوں معلوم ہوتا کہ جیسے ان کا خون کھینچ لیا گیا ہو اور ان کی زبان خشک ہو جاتی، میں حضرت عامر بن عبداللہ کے پاس جاتا تو انہیں اس حال میں دیکھتا کہ جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیتا تو وہ اتنا ہوتے کہ ان کی آنکھ میں کوئی آنسو نہ رہ جاتا، میں نے حضرت زہری کو دیکھا وہ بہت ہی نرم مزاج اور تمام لوگوں سے نہ زیادہ نزدیک تھے جب ان کے سامنے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس طرح ہو جاتے کہ گویا وہ تمہیں اور تم انہیں، نہیں پہچانتے۔

حضرت صفوان بن سلیم، جو بہت ہی عبادت گزار تھے، میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا، جب ان کے پاس کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرتا تو وہ رو دیتے اور اتنا ہوتے کہ لوگ ان کے پاس سے اٹھ جاتے اور انہیں روتا رہنے دیتے۔

یہ امام مالک کے کلام کا ترجمہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسوب یا صحابہ کی نظر میں احترام صحابہ کرام
صحابہ کرام
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے کہ آپ کے رشتہ داروں، آپ کے ساز و سامان، آپ کی منازل و مجالس اور مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ میں آپ کے کاشناہنگے

مبارکہ کی تعظیم کرتے، جس چیز کی آپ نے تعریف فرمائی یا جس چیز کی نسبت آپ کی طرف معروف ہوتی اس کی بھی تعظیم کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ سَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ وَأَطَافَ بِأَصْحَابِهِ
فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةً إِلَّا فِي يَدِ رَجُلٍ -
”تحقیق میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام
آپ کی حجامت بنا رہا تھا، صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے
تھے، وہ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے بال کسی صحابی کے ہاتھ کے
علاوہ کہیں واقع ہوں“

وَرَأَى ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
وَإِضْعَابَ يَدَيْهِ عَلَى سَقْعِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَسْبَرِ شُحْرًا وَضَعَهَا
عَلَى وَجْهِهِ -

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ انہوں
نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی جگہ منبر پر ہاتھ رکھا پھر
اسے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔“

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں بال تھے، جب وہ
بیٹھ کر انہیں کھولتے تو زمین تک پہنچ جاتے۔

فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَحْلِقُهَا فَقَالَ لَمَّا كُنَّ بِاللَّذِي
أَخْلَقَهَا وَقَدْ مَسَّتْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

علیہ وسلم بیدہ -

” حضرت ابو مخزومہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گیا کہ آپ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا میں ان بالوں کو کیسے منڈاؤں جب کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے چھوا تھا؟“
وَكَانَتْ شَعْرَاتٌ مِّنْ شَعْرِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَلْبِ سُوَّةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَلَمَّا
لَيْشَهُدْ بِهَا قِتَالًا إِلَّا أَسْرِقَ النَّصْرَ -

” نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند بال، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں تھے وہ اس ٹوپی کے ساتھ جس جنگ میں بھی گئے انہیں فتح و نصرت عطا کی گئی۔“

ہاں جب تابوتِ سکینہ جس میں آل حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے، کی برکت سے بنی اسرائیل کو فتح و ظفر حاصل ہوئی تھی تو اگر حضرت سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی بدولت یہ برکت اور یہ اثر بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ زائد خیر و برکت حاصل ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

وَكَانَتْ فِي قَلْبِ سُوَّةِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ
شَعْرَاتٌ مِّنْ شَعْرِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَقَطَتْ قَلْبِ سُوَّةِ فِي بَعْضِ حُرُوبِهِ فَشَدَّ عَلَيْهَا
شِدَّةً أَنْكَرَ عَلَيْهَا أَصْحَابُ النَّبِيِّ مِنْ كَثْرَةِ
مَنْ قُتِلَ فِيهَا فَقَالَ لِمَ أَكُنْ أَفْعَلُهَا بِسَبَبِ
الْقَلْبِ سُوَّةِ بَلْ مَا تَضَمَّتْ مِنْ شَعْرِهِ عَلَيْهِ
الصلوة والسلام لئلا أُسَلَبَ بَرَكَتَهُمَا وَتَقَعُ فِي

اَبْدِي الْمُسْتَرِكَيْنِ -

”حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چند بال تھے، ایک جنگ میں وہ ٹوپی اتر گئی، حضرت خالد نے اسے حاصل کرنے کے لئے اتنا سخت حملہ کیا کہ صحابہ کرام نے اس پر انکار کیا کیونکہ اس حملے میں بہت سے افراد شہید ہو گئے تھے حضرت خالد نے فرمایا : میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اس لئے کہ اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بال تھے، میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کی برکت مجھ سے چھین لی جائے اور وہ بال مشرکوں کے ہاتھ لگ جائیں۔“

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی تعظیم نہیں کرتا اور ان کی تعظیم کو کوئی اہمیت نہیں دیتا اور اس بے ادبی سے اس کے دل میں کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا اس کے دل میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت نہیں ہے اگرچہ آپ کی محبت کا دعویٰ دیا رہا اور اس بے باکی کی تاویل میں لاف و گزاف سے کام لیتا ہو، جن لوگوں کے دلوں میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت اور ایمان ہے، وہ آپ کے ایک بال مبارک کے مقابل تمام دنیا کو ایک جو کی اہمیت نہیں دیتے،

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ :

لَشَخْرَةٍ مِّمَّتْ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا
وَ مَا فِيهَا -

”نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک بال ہمیں دنیا و ما فیہا

سے زیادہ محبوب ہے۔“

لہ جیسا کہ مرد اجرت دہلوی نے ”حیات طیبہ“ میں اسمعیل دہلوی کے بارے میں لکھا ہے ۱۲ شرف قادری

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ۷

اگرچہ دوست بچیزے نمی خسرد مارا

بہ عالمے نفرو شمیم مویئے از سر دوست

”اگرچہ دوست ہمیں کسی چیز کے بدلے نہیں خریدتا، ہم اس کے

ایک بال کو پوری دنیا کے عوض بھی فروخت نہیں کرتے“

وَفِي الصَّحِيحِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُمَا أَخْرَجَتْ جُبَّةً

طَيِّبًا لِسَيِّئَةٍ وَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا

لِلرَّضَى نَسْتَشْفِي بِهَا ۷

”حدیث صحیح میں حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنها سے مروی ہے کہ انہوں نے طیالیسی جبہ نکالا اور فرمایا نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیب تن فرماتے تھے، ہم اسے بیماریوں

کے لئے دھوتے ہیں، اور اس سے شفا طلب کرتے ہیں“

حضرت قاضی ابو الفضل عیاض رضی اللہ عنہ نے اپنی سند روایت کیا ہے کہ ابوالقاسم بن میمون نے فرمایا ہمارے

پاکس نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک پیالہ تھا ہم بیماریوں کے لئے اس میں پانی

ڈالتے تھے پس اس سے شفا طلب کرتے تھے۔

أَخَذَ جَحْبَجَاهُ الْغِفَارِيُّ قَضِيبَ النَّبِيِّ

مِنْ يَدِ عَثْمَانَ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَهُ عَلَى رُكْبَتِهِ

فَصَاحَ بِهَا النَّاسُ فَآخَذَتْهُمُ الرَّجْمَةُ فَفَقَطَعَهَا
وَمَاتَ قَبْلَ الْغَوْلِ -

”حجاء غفاری نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عصائے
مبارک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے لیا تاکہ اسے
اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دے تو لوگوں نے بڑی شدت سے اسے
منع کیا کہ اسے مت توڑنا، اسی وقت اس کے گھٹنے پر ایک زخم پیدا
ہو گیا، بعد ازاں اس نے گھٹنا کٹوا دیا اور سال گزرنے سے پہلے مر گیا“

اس باب میں احادیث و آثار بکثرت ہیں، ان آثار صحیحہ اور نصوص صریحہ
سے ثابت ہو گیا کہ جو چیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت کا شرف رکھتی ہے
اور جو چیز آپ کے اعضاء اور قدموں سے مس ہو چکی ہے، اس کی تعظیم و تکریم تمام
مسلمانوں پر عوام ہوں یا خواص واجب اور لازم ہے اور جو شخص ان اشیاء شریفہ کی
توہین سے اپنی زبان آلودہ کرے یا ان کی اہانت کی امداد بر ملا یا پوشیدہ، قول یا فعلی
سے کرے، اس نے ایمان کو برباد کیا اور حسن اعتقاد کی جگہ ارتداد کو اپنے دل میں رکھا،
چنانچہ بعض ملعون اور بے دین زندیق کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نشان
قدم اس لائق ہے کہ اسے ایسی جگہ رکھا جائے کہ ہر کس و ناکس اس پر پاؤں رکھے،
یا کہتے ہیں کہ اگر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس مل جائے تو ہم اسے
پہننے کا کپڑا بنالیں اور اگر آپ کے نعلین مبارک مل جائیں تو انہیں پاؤں میں پہن لیں،
نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک! یہ کفر، الحاد، بے ایمانی اور ارتداد ہے، اس سے اور
اس جیسے دیگر مہلکات سے اللہ تعالیٰ ہمیں پناہ عطا فرمائے۔

لہ تفصیل کے لئے دیکھئے ”ابوالمقال فی استحسان قبلة الاجلال“ از امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

جس طرح ان تمام اشیا کی تعظیم واجب اور فرض ہے اسی طرح حضور صلی
تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور صحابہ کرام کی تعظیم بلا شک و شبہ بطریق اولیٰ فرض
ہے چونکہ مبسوط کتابیں ان عقائد اور مقاصد پر مشتمل ہیں اس لئے اس فتویٰ میں
امت اور تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔

دک شجر کی سلامی | سرور کائنات، مفرخ موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
محبت اور تعظیم کا وجوب اور اس کی فرضیت اس حد تک ہے
غیر انات خشک اور تر نباتات اور بے زبان جمادات، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
خدمت میں سلام عرض کرتے اور سجدہ کرتے تھے اور محبت کی شدت کی بنا پر گریہ و
ہی کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
عَنْهُمَا قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا سَجَدَ لَهُ۔
”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے
وہ آپ کو سجدہ کرتا“

عَنْ عَائِشَةَ عِنْدَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ لَمَّا اسْتَقْبَلَنِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
بِالْبَرِّ سَأَلَنِي جَعَلْتُ لَأَمْشِي بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا
قَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب جبریل امین علیہ السلام

رسالت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں جس پتھر یا درخت

کے پاس سے گزرتا، وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ!

فراقِ حضور میں آتنِ حمانہ کی آہ و زاری | کھجور کے تنے کا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت میں رونا بہتا رہتا۔

اور اس کی حدیث مشہور ہے :

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ الْمَسْجِدُ
سَقُوقًا عَلَى جَذُوعِ نَخْلٍ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خُطِبَ يَقُومُ إِلَى
جَذُوعِ مَنِّهَا فَلَهَا صَنِيعٌ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا
لِذَلِكَ الْجَذُوعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَائِرِ -

” حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ
مسجدِ نبوی کی چھت کھجور کے تنوں پر بنائی گئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ فرماتے تو ان میں سے ایک کے پاس
کھڑے ہوتے، جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا تو ہم نے اس تنے
سے حاملہ اونٹنیوں یا چھوٹے بچوں والی اونٹنیوں جیسی آواز سنی۔“

وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا خُطِبَ يَقُومُ إِلَى جَذُوعِ مَنِّهَا فَلَهَا صَنِيعٌ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا
لِذَلِكَ الْجَذُوعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَائِرِ -

” حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ
ستون اتنی شدت سے رو بہا کہ، اس کی آواز سے مسجد گونج اٹھی۔“

وَ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا خُطِبَ يَقُومُ إِلَى جَذُوعِ مَنِّهَا فَلَهَا صَنِيعٌ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا
لِذَلِكَ الْجَذُوعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَائِرِ -

”حضرت سہیل کی روایت میں ہے کہ صحابہ کرام اس ستون کی حالت

دیکھ کر بہت رونے لگے۔“

وَفِي رِوَايَةِ الْمُطَّلِبِ حَتَّى تَصَدَّعَ وَالنُّشِقِ
حَتَّى جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَتَ.

”حضرت مطلب کی روایت میں ہے وہ تھا اس قدر روپا کہ پھٹ

گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور
اپنا دست کرم اس پر رکھا تو وہ چپ ہو گیا۔“

وَنَرَادَ غَيْرُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا بَكَى لِمَا فَقَدَ مِنَ الذِّكْرِ
”مطلب کے علاوہ راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تھا اس لئے روپا ہے یہ ذکر سے
محروم ہو گیا ہے۔“

وَنَرَادَ غَيْرُهُ وَالَّذِي لَفِي يَدِهِ لَوْ
لَمَّا لَتَزِمَهُ لَمْ يَزَلْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَحْزُمًا
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”ایک اور راوی نے اس حدیث میں اضافہ کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے، اگر میں اس تنے کو انغوش میں نہ لیتا تو وہ رسول خدا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فراق میں قیامت تک روتا رہتا۔“

وَ ذَكَرَ إِلَّا سَفِرَا سَخِيْنَا إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

تعالیٰ علیہ وسلم دَعَا إِلَىٰ نَفْسِهِ فَجَاءَهُ
يَخْرِقُ الْأَرْضَ فَالتَزَمَ ثَمَّ أَمْرًا فَعَادَ
إِلَىٰ مَكَانِهِ -

” استاذ سفر اسی نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے اس تنے کو اپنی طرف بلایا وہ زمین کو چیرتا ہوا خدمت اقدس میں
حاضر ہو گیا، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے انوش میں لیا
پھر فرمایا واپس جا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔“

فَكَانَ الْحَسَنُ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا بَكَى وَ
قَالَ يَا عِبَادَ اللَّهِ الْخَشَبَةُ تَحِينُ إِلَىٰ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوْقًا
إِلَىٰ لِسَانِهِ فَإِنَّكُمْ أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوا
إِلَىٰ لِقَائِهِ -

” حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ واقعہ بیان کرتے
تو رو پڑتے اور فرماتے اے بندگانِ خدا! کھجور کا تنا نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ کی محبت کے سبب روتا تھا کیونکہ
آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کرتے تھے، تم اس امر کے
زیادہ مستحق ہو کہ آپ کے دیدار کا شوق رکھو۔“

ان آثار سے کہ بڑی مقدار میں سے چند بلکہ ہزار میں سے ایک کی حیثیت
رکھتے ہیں معلوم کیا جاسکتا ہے کہ سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا التزام اور
اعزاز اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فرض فرمایا ہے، درختوں، پتھروں اور حیوانات کا
سجدہ جو بہت سی احادیث سے ثابت ہے، سجدہ تعظیم تھا نہ کہ سجدہ عبادت کیونکہ نبی اکرم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معبود نہیں ہیں، یہ سجدہ اسی طرح تھا جس طرح فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو یا حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین اور بھائیوں نے انہیں سجدہ کیا تھا، پس جو لوگ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم میں کوشش نہیں کرتے یا دیدہ دانستہ اس قسم کی نصوص سے چشم پوشی کرتے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتے اور آپ کے شوق کے سبب ان کے دلوں میں رقت پیدا نہیں ہوتی، بے زبان حیوانات اور پتھروں اور خشک لکڑیوں سے گئے گزرے ہیں۔

صحابہ و تابعین کے پیروکار مخلص مومنوں کی شان یہ ہے کہ مباح چیزوں اور نفس کی خواہشوں میں بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی رعایت کرتے ہیں اور جو چیز آپ کو پسند تھی تقاضائے محبت کی بنا پر اسے پسند رکھتے ہیں، ترید (شور بے میں ڈالے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو) اور کدو کو بہترین طعام شمار کرتے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم | جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بہترین شامل و خصائل، اخلاق حمیدہ، عادات شریفہ، بے شمار انعامات، ہزاروں احسانوں اور رحمت و رأفت کی فراوانی میں غور کرے وہ معلوم کر سکتا ہے کہ ہم گنہ گار، سیہ کار جو ہر قسم کے گناہ اور سیہ کاری کا از تکاب کہ چکے ہیں اور کرتے ہیں پھر بھی دنیا اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے محفوظ ہیں گناہوں اور جرائم کے از تکاب کے سبب عذاب کے مستحق ہونے ہوئے بھی امن میں ہیں حالانکہ پہلی امتوں کو زمین میں دھنسا دیا گیا ان کی شکلیں مسخ کر دی گئیں، ان پر پتھر برسائے گئے، اس کے علاوہ کئی طرح کے عذاب نازل کئے گئے اور انہیں ہلاک کیا گیا، یہ صدقہ ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور آپ کی مقبول دعا کی برکت ہے کہ ہم امن میں ہیں

جو اس حقیقت کا انکار کرتا ہے اور اس کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے وہ کافر
نعمت (ناشکر) اور منکر رحمت ہے۔

اتباع رسول تفاضلے محبت ہے

یہ بھی جاننا چاہئے کہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل ترین محبت یہ

ہے کہ اوامر، نواہی اور سنن میں تہ دل سے آپ کی اطاعت کو لازم پکڑا جائے پس
جو شخص تمام امور میں صدق اور اخلاص کے ساتھ آپ کی اطاعت اور پیروی کرتا ہے
اس کی محبت کامل ہے اور جو شخص آپ کی اطاعت اور پیروی میں کوتاہی روا رکھتا
ہے، اس کی محبت ناقص ہے لیکن اس سے آپ کی محبت کی نفی نہیں کی جاسکتی
کیونکہ نافرمانی کا از نکاب ایمان اور اسلام سے خارج نہیں کرتا حتیٰ کہ گنہگاروں سے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کی نفی درست ہو کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کی محبت کے بغیر ایمان متصور نہیں ہے اور گناہگار اور کبائر کے مرتکب بلاشبہ ایماندار
ہیں جیسے کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی کتابوں میں مذکور اور ثابت ہے، اگر
یہ مومن نہ ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق نہیں ہوں گے
حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي

”میری شفاعت، میرے ان امتیوں کے لئے ہوگی جو کبائر

کے مرتکب ہوں گے“

یہ بھی فرمایا کہ :

وَلَكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ الْخَطَائِينَ

”لیکن شفاعت ان کے لئے ہوگی جو بہت ہی گنہگار ہوں گے“

نیز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی پر شراب پینے کی حد جاری

فرمائی۔ بعض صحابہ نے ان پر لعنت کی اور کہا کہ شراب نوشی کی کثرت کا سبب کیا ہے جنو
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا تَلْعَنُوْهُ فَاِنَّهُ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

” اس پر لعنت نہ کر کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے

محبت رکھتا ہے۔“

یہ بھی مروی ہے کہ :

اِنَّ سَرَجُلًا اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟
قَالَ مَا اَعْدَدْتَّ لَهَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَهَا
مِنْ كَثْرَةِ صَلْوَةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صَدَقَةٍ
وَالَكِنِّيْ اُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَالَ اَنْتَ مَعَ
مَنْ اَحْبَبْتَ۔

” ایک صحابی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ!
قیامت کب ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے
اس کے لئے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے اس کے لئے
بہت نمازیں، روزے اور صدقے تیار نہیں کئے لیکن میں اللہ تعالیٰ
اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں آپ
نے فرمایا تو اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔“

جو شخص بظاہر نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے اور پرہیزگار ہے اور اس کا
باطن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے اور آپ کی تعظیم شان اور
تکریم میں کوتاہی کا مرتکب ہے وہ مومن نہیں ہے جیسے کہ اہل شام کے لشکر نے میدان

کرب و بلا میں امام اہل اسلام سیدنا امام حسین علیٰ جدہ و علیہ السلام سے ناحق الجھڑ کر
حضرت امام کا خون بہایا اور اپنے ایمان کی آبرو ضائع کر کے اپنے سر پر ذلت و رسوائی
کی خاک ڈالی اور بدترین کفار اور اشرقیار اہل نار میں سے ہوئے یہ ظاہر مسلمانوں کی عقلیں
رکھتے تھے اور ظاہری اتباع سے باہر قدم نہ رکھتے تھے لیکن ان کے دلوں میں نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہرگز نہ ٹھٹی ورنہ ان سے آپ کے اہل بیت پر ایسا ظلم
کیسے صادر ہوتا۔

بے حجت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اتباع معتبر نہیں | اس سے معلوم
ہو سکتا ہے کہ

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری پیروی کا سبب آپ کی کامل محبت میں منحصر نہیں
ہے بلکہ بہت دفعہ آپ کی اطاعت اور پیروی میں دوسری اغراض و مقاصد پوشیدہ ہوتی
ہیں جو ظاہری تقویٰ اور صوری نیکی کے اختیار کرنے کا سبب بن جاتی ہیں، بعض لوگوں
کے سر میں شہرت، عزت اور عامۃ الناس کی راہبری ایسے بلند مقام کی ہوس سجا جاتی
ہے اور اس حیلہ سازی سے یہ مراد پوری ہو جاتی ہے، بے ریا محب اور باصفا مخلص
دنیا میں بہت کم ہیں، محبت کے مذکورہ آثار (ظاہری تقویٰ و پرہیزگاری) عجبان مخلص
کے امتحان کے لئے کسوٹی نہیں بن سکتے، اگر وہ آثار (اطاعت و فرمانبرداری) کسی
شخص میں بے تکلف پائے جائیں تو وہ محب صادق ہے ورنہ ریاکار و
منافق ہے۔

تنقیص شان کے مرتکب کا حکم | جب بارگاہ ایزدی کے مقربین کے سردار صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا کچھ حال تحریر ہو چکا تو اب
سید الخلق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں تخفیف کرنے والے کا حال سنئے!
شرح و قایہ پر علامہ جلیبی کے حواشی میں ہے :

قَدْ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّ الْإِسْتِخْفَانَ
 بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِأَيِّ
 سَبِيٍّ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ كَانَ كُفْرًا سَوَاءً فَعَلَهُ فَاعِلٌ
 ذَلِكَ اسْتِحْلَالًا أَمْ فَعَلَهُ مُعْتَقِدًا لِحُرْمَتِهِ
 وَلَيْسَ كَيْنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافٌ فِي ذَلِكَ وَ
 الَّذِينَ نَقَلُوا إِلَيْ جَمَاعٍ فِيهِ أَكْثَرُ مِنْ
 أَنْ يُحْصَى -

” بے شک تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم یا کسی اور
 نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کفر ہے عام ازیں کہ
 تخفیف کرنے والا اسے حلال جانتا ہو یا حرام، اس مسئلہ میں علماء کا
 کوئی اختلاف نہیں ہے اس مسئلہ پر اجماع نقل کرنے والے علماء
 سے باہر ہیں۔“

قَالَ الْقَاصِدُ فِي الشِّفَارِ إِنَّ جَمِيعَ مَنْ
 سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ عَبَّ
 أَوْ أَحَقَّ بِهِ نَقْصًا فِي نَفْسِهِ أَوْ نَسَبًا أَوْ دِينًا
 أَوْ خَصْلَةً تَبْنُ خِصَالِهِ أَوْ عَرَضَ بِهِ أَوْ شَبَّهَهُ
 بِشَيْءٍ عَلَى طَرِيقِ السَّبِّ أَوْ إِشْرَارًا عَلَيْهِ أَوْ
 التَّصْفِيرِ لِشَانِهِ أَوْ الْغَضِّ مِنْهُ أَوْ الْعَيْبِ لَهُ
 فَهُوَ سَابٌّ لَهُ وَحُكْمُ حُكْمِ السَّابِّ يُقْتَلُ
 كَمَا نُبَيِّنُهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَلَا نَسْتَتْنِي فُضْلًا
 مِّنْ فُضُولِ هَذَا الْبَابِ عَلَى هَذَا الْمَقْصِدِ

وَلَا نَمْتَرِي فِيهِ تَصْرِيحًا كَانَ أَوْ تَلْوِيحًا.

” حضرت قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ شفا شریف میں فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دے یا عیب لگائے آپ کی ذات شریف یا آپ کے نسب یا آپ کے دین یا آپ کی کسی خصلت کی طرف نقص کی نسبت کرے یا آپ کی طرف تعریض کرے (اشارہ عیب جوئی کرے) یا آپ کو کسی شے سے گالی یا توہین یا شان کی کمی کرنے یا آپ سے چشم پوشی کرنے یا عیب لگانے کے طور پر تشبیہ دے تو وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دینے والا ہے، اس کا حکم وہی ہے جو آپ کو گالی دینے والے کا حکم ہے یعنی اسے قتل کیا جائے گا جیسے کہ ہم بیان کریں گے، اس مقصد (قتل کرنے) سے ہم کسی قسم کا استثناء نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس میں شک کرتے ہیں خواہ صراحت ہو یا اشارہ “

وَكَذَلِكَ مَنْ لَعَنَ، أَوْ دَعَا عَلَيَّ، أَوْ
تَسَمَّى مَضْرُوبَةً لِي، أَوْ نَسَبَ إِلَيَّ مَا لَا يَلِيْقُ
بِمَنْصِبِي عَلَى طَرِيقِ الدِّمِّ أَوْ عَبَثٍ فِي
جِهَتِي الْعَرَبِيَّ بِسَخْفٍ مِّنَ الْكَلَامِ وَهُجْرٍ
وَمُسْكَرٍ مِّنَ الْقَوْلِ وَتَأْوِيلٍ أَوْ عَيْرَةً بِشَيْءٍ
مَّا جَرَىٰ مِنَ الْبَلَاءِ وَالْمِحْنَةِ عَلَيَّ، أَوْ غَمَصَةً
بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِيَّةِ الْجَائِزَةِ عَلَيَّ
السُّعُودَةَ لَدَيَّ.

” اسی طرح وہ شخص کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف

لعنت کی نسبت کرے یا آپ کے لئے بد دعا کرے یا آپ کے نقصان کی آرزو کرے یا آپ کی طرف ایسی چیز کی نسبت کرے جو آپ کے شانِ شان نہیں ہے بطورِ مذمت یا آپ کی جانب عزیزیت کھیلتے ہوئے ملکہ کلام یا سجو یا جھوٹے کلام سے یا آپ کو عیب لگائے اس آزمائش اور مشقت کی بنا پر جو آپ پر گزری یا آپ کو عیب لگائے بعض ان عوارض بشریہ سے جو آپ کے لئے جائز اور معلوم تھے:

وَهَذَا كُلُّهُ اجْتِمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَائْتِمَارِ
الْفَتَوَى مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ إِلَى هَلْمَةِ جَرًّا -

”یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ سے اس وقت تک کے تمام علماء اور ائمہ رفتولے کا اجماعی فیصلہ ہے“

یہ بھی شفاء شریف میں ہے :

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُوْحُنُونَ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ
عَلَى أَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالسُّنْقِصَ لَهُ كَافِرٌ وَالْوَعِيدُ جَارٍ عَلَيْهِ
بِعَذَابِ اللَّهِ تَعَالَى لَهُ وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْأُمَّةِ
الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِي كُفْرِهِ وَعَذَابِهِ فَقَدْ كَفَرَ -

”حضرت محمد بن سوحنون نے فرمایا علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کالی دینے والا اور آپ کی تنقیصِ شان کرنے والا کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید اس پر جاری ہے۔ اور امت یعنی تمام ائمہ کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے اور“

جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“

شفا شریف اور حواشی چلیپی میں ہے :

قَالَ ابْنُ عَبَّابٍ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ
مُوجِبَانِ أَنْ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَذَى أَوْ نَقْصٍ مُعْرِضًا أَوْ مُصْرِحًا
وَإِنْ قَلَّ فَقَتْلُهُ وَاجِبٌ -

”حضرت ابن عباب فرماتے ہیں کہ تحقیق قرآن و حدیث اس امر کو واجب کرتے ہیں کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دینے یا آپ کی تفتیش شان کا ارادہ کرے، تعریضاً ہو یا تصریحاً، اگرچہ قلیل ہو، اس کا قتل واجب ہے۔“

حواشی چلیپی میں ہے :

وَاعْلَمْنَا أَنَّ السُّتَقْرَرَ مِنْ تَتَبُعِ الْمُغْتَبِرَاتِ
أَنَّ السُّخْتَارَ أَنْ مَنْ صَدَرَ مِنْهُ مَا يَدُلُّ
عَلَى تَخْفِيفِ عَلَيِّ السَّلَامِ بِعَمْدٍ وَقَصْدٍ
مِنْ عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ يَجِبُ قَتْلُهُ وَ
لَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ بِسَعْنَى الْخَلَاصِ عَنِ
الْقَتْلِ وَإِنْ آتَى بِكَلِمَتِي الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوعِ
وَالتَّوْبَةِ لَكِنْ لَوْ مَاتَ بَعْدَ التَّوْبَةِ أَوْ قُتِلَ
حَدَّامَاتٍ مِيتَةَ الْإِسْلَامِ فِي غُسْلِهِ وَصَلْوَتِهِ
وَدَفْنِهِ -

”معتبر کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب مختار

یہ ہے کہ عامۃ المسلمین میں سے جس شخص سے قصد اور ارادۃ ایسا کلام صادر ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخیفِ شان پر دلالت کرتا ہو اس کا قتل واجب ہے اور اس کی توبہ بایں معنی مقبول نہیں ہے کہ وہ قتل سے پرج جائے اگرچہ وہ شہادت کے دو کلمے پڑھے اور اس جرمِ عظیم سے توبہ کرے لیکن اگر وہ توبہ کے بعد مرتے یا اس جرم کی سزا میں قتل کر دیا جائے تو اس کی موت اہل اسلام کی طرح ہوگی، غسل، نماز جنازہ اور دفن میں یعنی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ میں اس کا حکم تمام مسلمانوں کی طرح ہوگا اور اگر معاذ اللہ توبہ سے پہلے مر گیا تو کافر اور اس کے ساتھ اہل اسلام والا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

بلا ارادہ میں سے متحرک کا حکم | جانتا چاہئے کہ اس قائل نے قصدِ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخیفِ شان کی ہے اور اپنا ایمان برباد کیا ہے جیسا کہ مقامِ ثالث میں بیان ہوا ہے، جو شخص اس بڑے جرم کا قصدِ متحرک نہ ہوا ہو بلکہ کسی اور سبب سے یہ عظیم جرم اس سے سرزد ہوا ہو اس کے حال کا بیان اگرچہ ہماری گفتگو سے متعلق نہیں ہے تاہم تکمیلِ بیان کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا حال بھی ذکر کر دیا جائے لہذا سنئے!

شفا شریف اور حواشی حلبی میں ہے :

وَالْوَجْهُ الثَّانِي لَا حَقَّ بِي فِي الْبَيَانِ وَالْحِجْلَاءِ
وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْقَائِدُ لِسَاقِ فِي جَهْمَةٍ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ غَيْرَ قَاصِدٍ لِلشَّبِّ وَالْإِسْهَاءِ وَلَا مُعْتَقِدٍ لَهُ -

” دوسری وجہ بیان اور ظہور میں پہلی وجہ سے ملحق ہے اور وہ
یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یہ کلام کہنے والے
کا ارادہ گالی اور توہین کا نہیں ہے اور نہ ہی وہ اس کلام کے مضمون
کا عقیدہ رکھتا ہے۔“

وَلِكِنِّهَا تَكْلَمَةٌ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
بِكَلِمَةٍ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنِهِ أَوْ سَبِّهِ أَوْ تَكْذِيبِهِ
أَوْ إِضَافَةٍ مَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ أَوْ نَفْيِ مَا يَجِبُ
لَهُ بِمَا هُوَ فِي حَقِّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَقِيضَةً
مِثْلُ أَنْ يَنْسُبَ إِلَيْهِ إِثْمَانًا كَبِيرَةً أَوْ مَدَاهَنَةً
فِي تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَوْ فِي حُكْمِ بَيْنِ النَّاسِ
أَوْ لِعُضِّ مِنْ مَرَّتَيْتِهِ أَوْ شَرَفِ نَسَبِهِ أَوْ وَفُورِ
عَلِيهِ أَوْ شُرْهُدِهِ أَوْ يَكْذِبَ بِمَا اشْتَرَى
بِهِ مِنْ أُمُورٍ أَخْبَرَ بِهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِمَا رَدَّ خَبْرَهُ
أَوْ يَأْتِيَ بِسَفْهِ مِنَ الْقَوْلِ أَوْ بِقَبِيحٍ مِنَ الْكَلَامِ
وَلَوْ بِإِشَارَةٍ وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِي جِهَتِهِ
وَإِنْ ظَهَرَ بِدَلِيلٍ حَالِهِ أَنَّهُ لَمْ يَتَعَمَّدْ
ذَمًّا وَلَمْ يَقْصِدْ سَبًّا إِذَا لَجَّهَا لِحَمَلِهِ
عَلَى مَا قَالَهُ أَوْ بِضَجْرٍ أَوْ بِسُكْرٍ أَوْ قِلَّةِ مُرَاقَبَتِهِ
وَضَبْطِ لِسَانِهِ وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ فِي كَلَامِهِ
” لیکن اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کلمہ کفر

کہا یعنی لعنت یا تکذیب یا گالی یا ناروا چیز کی نسبت کی یا ایسی چیز کی نفی کی کہ آپ کے لئے ضروری ہے وغیر ذلک کہ آپ کے حق میں نقص نہیں مثلاً آپ کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کی یا تبلیغ احکام یا لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں مداخلت (ملاحظہ) کی نسبت کی یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقام، شرف نسب، فراوانی علم یا زہد میں کمی کی یا آپ کی خبر کی تردید کے ارادے سے ان امور کی تکذیب کی جو آپ سے مشہور اور متواتر ہیں یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کم عقلی یا برے کلام یا کسی قسم کی گالی کی نسبت کرے اگرچہ اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے آپ کی مذمت یا آپ کو گالی دینے کا ارادہ نہیں کیا بلکہ یا تو جہالت نے اسے اس کلام پر برا ٹھیکنا کیا ہے یا بے چینی یا نشہ نے اسے بھرا ہے یا زبان کے ضبط اور اس کی حفاظت کی کمی اور اس کلام میں سبلی اور بے باکی کی بنا پر کہہ گیا ہے۔

فَحُكْمُ هَذَا الْوَجْهِ حُكْمُ الْوَجْهِ الْأَوَّلِ
الْقَتْلُ دُونَ تَلْعِيمٍ إِذْ لَا يُعَدُّ أَحَدًا فِي الْكُفْرِ
بِالْجِهَالَةِ وَلَا بِدَعْوَى نَرَلِ اللِّسَانِ وَلَا شَيْئًا
يَمَّا ذَكَرْنَا إِذَا كَانَ عَقْلُهُ فِي فِطْرَتِهِ سَلِيمًا
إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُظْمَنٌ بِالْإِيمَانِ -

”پس وجہ ثانی کا حکم وہی ہے جو وجہ اول کا حکم ہے کہ اسے بغیر کسی تاخیر کے قتل کر دیں کیونکہ پیدا ہونے کی نشی طور پر کسی کی عقل درست ہو تو کسی شخص کے لئے کفر کے معاملہ میں جہالت یا زبان کی لغزش یا اشتباہ مذکورہ (بے چینی یا نشہ وغیرہ) کو عذر قرار نہیں دیا جائیگا سوائے اس شخص کے

جسے مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو،

اگر کوئی سچا کلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان پر دلالت کرتا ہو تو اس کا قائل کافر ہو جائے گا چنانچہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص عوارض بشریہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کرے، کافر ہو جائے گا حالانکہ وہ عوارض بشریہ آپ کے لئے جائز اور معلوم ہیں اسی لئے علماء نے اس شخص کے قتل کا فتوے دیا ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خسر سے تعبیر کر کے آپ کی تخفیفِ شان کا ارادہ کرے جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے اس مسئلہ کی جزئیات حد و حساب سے خارج ہیں، جو کچھ ہم نے بیان کیا وہی کافی ہے۔

اعترض کتب عقائد میں مذکور ہے کہ اہل سنت کے محققین کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے، پس اہل قبلہ میں سے جو شخص تنقیصِ شان کی قباحت کا مرتکب ہوا ہو اس کے کفر کا حکم کس طرح لگایا جاسکتا ہے؟

جواب کتب عقائد میں جو مذکور ہے کہ :

وَلَا تُكْفِرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ

”ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے“

قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ ان اہل قبلہ کے ساتھ مخصوص ہے جو ضروریات دین (وہ امور جو دین میں بدیہی اور یقینی طور پر معلوم ہوں) کا انکار نہ کرتے ہوں اور ان سے کفر کی کوئی علامت اور کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو اور جو شخص ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرے یا اس سے کفر کی کوئی علامت ظاہر ہو یا کفر کا کوئی سبب صادر ہو اسے بلا تامل کافر قرار دیا جائے گا اور وہ بلاشبہ کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے وہ

بھی کافر ہے کیونکہ ایسے شخص کی تکفیر میں شک کرنے کا مطلب ضروریاتِ دین میں شک کرنا ہے اور جو شخص ضروریاتِ دین میں شک کرے وہ بلاشک و شبہ کافر ہے۔

حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں :

شَمَّا عَلِمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِأَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِينَ
اتَّفَقُوا عَلَى مَا هُوَ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ
كَحُدُوثِ الْعَالَمِ وَحَشْرِ الْأَجْسَادِ وَعَلِيٍّ لِلَّهِ
بِالْكَلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ
مِنَ السَّائِلِ الْمُهَيَّمَاتِ فَمَنْ وَاظَبَ طُولَ
عُمُرِهِ عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ
بِقِدْمِ الْعَالِمِ أَوْ نَفِيِّ الْحَشْرِ أَوْ نَفِيِّ عِلْمِهِ
سُبْحَانَ الْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُونُ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ
وَأَنَّ الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيرِ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ
الْقِبْلَةِ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّهُ لَا يَكْفَرُ مَا لَمْ
يُوجَدْ شَيْءٌ مِنْ أَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَامَاتِهِ
وَ لَمْ يَصْدُرْ مِنْهُ شَيْءٌ مِنْ مُوجِبَاتِهِ -

” اہلِ قِبْلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ضروریاتِ دین پر متفق ہوں،
مثلاً عالم کا حادث (عدم کے بعد موجود) ہونا، قیامت کے دن اجسام
کا (مع ارواح) کے اٹھایا جانا، اللہ تعالیٰ کا تمام کلیات اور جزئیات
کو جاننا اور اس جیسے دیگر اہم مسائل، پس جو شخص طویل عمر، طاعت و
عبادت پر عمل پیرا رہا اس کے ساتھ ساتھ عالم کے قدیم اے ابتداء
ہونے یا حشر جسمانی یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات کو نہ جاننے کا قابل تھا

وہ اہل قبیلہ سے نہیں ہوگا، اہل سنت کے نزدیک اہل قبیلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس سے مراد یہ ہے کہ جب تک کفر کی کوئی علامت نہ پائی جائے اور اس سے کفر کا کوئی سبب صادر نہ ہو،

شرح مواقف میں ہے :

وَلَا يَكْفُرُ أَهْلُ الْقِبْلَةِ إِلَّا بِسَافِيَةٍ نَفِيٍّ
لِلدَّائِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيمِ أَوْ شِرْكٍ أَوْ انْكَارِ لِلتَّبَوَاتِ
أَوْ انْكَارِ مَا عَلِمَ بِمَجِيئِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِحُ
ضْرُورَةٍ أَوْ الْمُجْمَعِ عَلَيْهِ كَاسْتِحْلَالِ الْمُحْرَمَاتِ
الَّتِي أُجْمِعَ عَلَى حُرْمَتِهَا فَإِنْ كَانَتْ ذَلِكَ الْمُجْمَعُ
عَلَيْهِ بِمَا عَلِمَ حُرُورَةً مِنَ الدِّينِ فَذَلِكَ
ظَاهِرٌ وَدَاخِلٌ فِيمَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ وَإِلَّا فَإِنْ
كَانَ إِجْمَاعًا ظَنِيًّا فَلَا كُفْرَ بِسُخَالَفَتِهِ وَإِنْ
كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيهِ خِلَافٌ اِنْتَهَى

”اہل قبیلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی مگر ایسے کلام سے جس میں قدرت والے علم والے خالق کی نفی یا شرک یا نبوت سے متعلق امور کے انکار یا ایسی اشیاء کے انکار سے جن کے بارے میں براہتہ ثابت ہے کہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لائے ہیں یا جن پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے مثلاً ان محرمات کو حلال جاننا جن کے حرام ہونے پر اجماع ہے اگر وہ متفق علیہ ضروریات دین سے ہے تو اس کے انکار کا کفر ہونا ظاہر ہے اور وہ ماقبل میں داخل ہے ورنہ اگر اجماع ظنی ہے تو اس کا انکار کفر نہیں ہے اور اگر اجماع قطعی ہے تو اس کے

انکار کے کفر ہونے میں اختلاف ہے۔

اسی طرح دوسری کتابوں میں ہے۔

جب ثابت ہو گیا کہ امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم اور دیگر
انبیاء علیہم السلام کی تخیفِ شان کفر ہے اور یقیناً یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہے
پس جو شخص اس مسئلہ میں شک کرے وہ کافر ہے، تخیفِ شان کے مرتکب کا
کیا حال ہوگا؟

اس مقام میں گفت کو ختم ہوئی۔

خلاصہ فتوے

جب چاروں مقام مکمل ہو گئے تو اب خلاصہ فتوے اور استفتاء

کا جواب سنئے!

سائل نے تین سوال کئے تھے:

(۱) یہ کلام حق ہے یا باطل؟

(۲) اس کا یہ کلام حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین آپ پر

صلوٰۃ بھیجنے والوں کی پاکیزہ ترین صلوٰۃ، سلام بھیجنے والوں کا بہترین سلام،

فرشتوں اور مسلمانوں کا پسندیدہ ترین تحفہ ہو، کی شانِ عالی اور قدرِ جلیل و جمیل کی

تنقیص و تخفیف ہے یا نہیں؟

(۳) اگر یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کی قباحت پر مشتمل

ہے تو اس کے مرتکب کا حال اور حکم شرعی کیا ہے اور وہ دین و ملت کے

لحاظ سے کون ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ قائل کا کلام مذکور ستر یا پاجھوٹ، دروغ، فریب

اور دھوکہ ہے کیونکہ وہ گناہگاروں کی نجات کے لئے شفاعت کے سبب ہونے

کی نفی کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دیگر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام

اور اصفیاء سے شفاعت و جہاد، اور شفاعتِ محبت کی نفی کرتا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ کتابِ مبین،

احادیثِ سید المرسلین اور اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے جیسے مقامِ اول میں تفصیلاً

ثابت ہوا اور مقامِ ثانی میں اس کلام کے کچھ حصوں کا بطلان دلائل سے واضح ہوا۔

دو تہرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا کلام بلاشبہ بارگاہِ النبی کے مقربین کے سردار، دیگر انبیاء، ملائکہ، اصفیاء، مشائخ اور اولیاء، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقیصی شان پر مشتمل ہے اور استخفاف پر دلالت کرتا ہے جیسے مقام ثالث میں مذکور ہوا اور اس سے پہلے دلائل سے ثابت ہوا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بیہودہ کلام کا قائل از روئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے جو شخص اس کے کفر میں شک و تردد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے کافر و بے دین اور نامسلمان و لعین ہے مگر کافر اور بے دینی میں اس شخص سے کم ہے جو اس گمراہانہ کلام کو قابل تحسین جانتا ہے اور اس کلام کے اعتقاد کو ضروریات دین میں سے شمار کرتا ہے، ایسا شخص کفر میں قائل کے برابر ہے بلکہ استخفاف میں اس سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس نے نبی اکرم، دیگر انبیاء، ملائکہ اور اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے استخفاف کو مستحسن جانا اور اسے ضروریات دین میں سے گمان کیا، اسی طرح جو شخص ظاہراً یا باطناً ایسے مسائل میں اس قائل کی طرفدار ہی روارہ کھتا ہے اور اہل علم میں اس کی عزت کے تحفظ کے لئے دورانہ کار تاویلات اختیار کرتا ہے وہ بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان کا مرتکب ہوا ہے کہ ایک بے دین کی طرفدار کی کو سید الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت و حرمت پر تہذیبِ صحیحہ دی اور ملامت کے خوف بلکہ بقا ضائع بدبختی اس کلام کے ثابت کرنے کے درپے ہوا جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخفیفِ شان پر دلالت کرتا ہے اور یہ سب کفر اور الحاد ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کے طفیل اس سے محفوظ رکھے، چوتھے مقام میں ان مقاصد کے ثابت کرنے سے فراغت حاصل ہوئی، پس ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ

اب کفر کی گہری ظلمت چھٹ گئی اور ایمان کا نور جگمگا اٹھا، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے، ہدایت کے پیروکاروں پر سلام ہو۔ یہ تحریر ہدایت دینے والے بے نیاز رب کی طرف محتاج بندے محمد فضل حق بن محمد فضل امام فاروقی حنفی خیر آبادی کی ہے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان دونوں پر بطف و کرم فرمائے اس ذات کریم کے طفیل جو مجالس کو زینت دینے والوں میں سب سے بہتر ہیں، جن کی عنایت نے پکارنے والے کی پکار کا جواب دیا اور وسیع کرم سے دشمن کو جو دوسخا سے نوازا، شہری اور دیہاتی کو اپنی بروقت نوازش، ظہر عطا اور بے انداز نعمتوں سے مالا مال کیا مقابلہ کرنے والوں کو ہلاک کیا، دشمنوں کی روہیں قبض کر لیں اور جنہیں ایک ماہ کی مسافت کے قصبوں اور دیہاتوں تک ہنیت سے مدد دی گئی، اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر رحمتیں نازل فرمائے جو بیابانوں کے تارے اور روز قیامت کے شفیع ہیں جس دن (رحمت الہی کے بغیر) کوئی قیدی نجات نہیں پائے گا اور راہِ راست پر چلنے والا قید نہیں

کیا جائیگا (یہ بارانِ رحمت) اس وقت تک رہے جب تک
 حُدیٰ خوانوں کا سردار اونٹنیوں کو وجد میں لاتا رہے، بلند آواز اور
 خوشنوائی سے شوق والوں کو گرمانا رہے اور آفاقِ عالم میں انعامات
 اور حوادث کے بادل برستے رہیں، میں نے اس تصنیف کا نام

تحقیقِ لفتویٰ فی البطل الطغویٰ

(طغیان اور سرکشی کے رد و ابطال میں فتوے کی تحقیق) رکھا۔
 مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اسے میرے لئے ذخیرہ
 آخرت اور معاند کے لئے تنبیہ بنائے گا کیونکہ مخالف تحریر سے میرا
 ارادہ احباب میں فخر کرنے کا نہیں ہے، میں تو حسب استطاعت
 اصلاح چاہتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہی مجھے توفیق دینے والا ہے اسی پر
 مجھے اعتماد ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں، اے ہمارے
 رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کو واضح فرما، تو ہی سب
 سے بہتر حق کو واضح فرمانے والا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ مُحَمَّدٍ

وَآلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ۔

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ

(۱) محمد فضل حق ۱۴۳۷ھ

(۳)

حاجی محمد قاسم

(۲)

المتوکل علی اللہ محمد شریف ۱۴۴۰ھ

(۵) کریم اللہ

(۴) فقیر محمد حیات الاری

(۶) محمد رشید الدین

(۸) محمد رحمت

(۷) مخصوص اللہ

(۹) غبدر الخالق

(۱۱) محمد موسیٰ

(۱۰) محمد عبد اللہ

(۱۲) خادم محمد

(۱۴) محمد شریف

(۱۳) احمد سعید مجددی

(۱۵) محمد حیات

(۱۷) رحیم الدین

(۱۸) جب میں نے اس کتاب کے دعاوی اور ان کے

(۱۶) صدر الدین

دلائل کسی عناد اور مخالفت کے بغیر نظر انصاف سے دیکھے اسے ایسا حق پایا جسے باطل کسی جانب سے لاحق نہیں ہو سکتا تو میں نے اس پر پھر تصدیق ثابت کر دی۔

محبوب علی

(بجہمہ تعالیٰ ۸ رمضان المبارک ۱۴۱۳ گشت ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء کو ترجمہ مکمل ہوا۔ محمد عابد الحکیم شرف قادری)

مسئلہ شفاعت کی معرکہ نما آرا تحقیقاً

فارسی
تحقیق فی
بین الفسوی
فی

ابطال الطغوی

کہ
در ۱۲۴۰ھ ۱۸ رمضان المبارک تالیف یافتہ ،

در

ردتہ الایمان کہ در ۱۲۴۰ھ ۱۵ محرم تالیف شدہ

انام حکمت و کلام علامہ محمد فضل حق خیر آبادی قدس العزیز

فہرست (فارسی)

۲۵۷	استغفار
۲۶۱	جواب
۲۶۳	مقام اول
"	اقسام شفاعت
"	شفاعت و جاہت
۲۶۶	شفاعت محبت
۲۷۰	شفاعت و دعا
"	مقبولیت دعائے انبیاء و اولیاء
۲۷۵	شفاعت بالاذن
۲۷۶	ازالہ شبہ
۲۷۸	شفاعت محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
"	مقام مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
"	آیت مبارکہ
۲۹۰	اعادیت طیبہ
۳۰۲	شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۳۳۰	کلام بر عبارت تقویۃ الایمان بہ پیار و ہوجہ
۳۳۱	سوال و جواب او
۳۴۷	مقام ثانی (در تردید عبارتہ منقضانہ تقویۃ الایمان)

- ۳۲۶ مطلب امکان نظیر
 ۳۲۸ تردید بوجه اول
 ۳۵۱ دلیل امتناع نظیر
 ۳۵۳ دلیل امکان کذب و رد آں
 ۳۵۴ دلیل دوم بر امتناع نظیر
 " شبه بر اینکه امتناع بالذات داخل تحت قدت نیست و جواب آں
 " مطلب آیه کریمه ان الله على كل شئ قدير
 ۳۶۱ دلیل عقلی بر امکان نظیر و جواب آں
 ۳۶۲ جواب اعتراض
 ۳۶۳ دلیل نقلی بر امکان نظیر و جواب آں
 ۳۶۵ دیگر دلیل نقلی بر امکان نظیر و رد آں
 ۳۶۶ از الة شبه
 ۳۶۸ مقام ثالث (عبارت تقویة الایمان بر تنقیص مشتمل است)
 " معیار دلالت کلام بر تعظیم یا توہین
 ۳۶۴ چارده وجوه توہین در عبارت تقویة الایمان
 ۳۸۸ عذر گناه و رد آں
 ۳۸۹ عذر دیگر و دفع آں
 ۳۹۲ عقیده اہل ایمان
 ۳۹۹ مقام رابع در بیان حکم ترکیب تنقیص شان
 ۴۰۰ ایمان بغیر محبت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصور نیست
 ۴۰۱ علامات محبت -

- ۲۰۳ بے ادبی در شانِ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر است
- ۲۰۴ مکالمہ امام مالک بابو جعفر
- ۲۰۵ تعظیم و ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۰۶ صحابہ کرام و تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۰۹ تابعین و تعظیمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
- ۲۱۰ تعظیمِ اشیاء منسوبہ بانحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از صحابہ کرام
- ۲۱۶ سلام سنگ و شجر
- ۲۱۷ گرسین استن خانہ در فراق
- ۲۲۰ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
- ۲۲۱ اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقتضائے محبت است
- ۲۲۲ اتباع بے حبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نامعتبر است
- ۲۲۳ حکم مرتکب تنقیصِ شان
- ۲۲۸ حکم مرتکب تنقیصِ بلا ارادہ
- ۲۳۱ مطلب تکفیر اہل قبلہ ممنوع است
- ۲۳۳ خلاصہ فتویٰ
- ۲۳۵ خاتمہ
- ۲۳۶ خوانیم علمائے کرام

قابل مطالعہ کتب

تصنیف : علامہ مشتاق احمد حشمتی، انوار العلوم ملتان

حجیت حدیث پر جامع کتاب، قیمت ۵۰/۰۰

مقام سنت

از پروفیسر محمد مسعود احمد

عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر بدایونی

قیمت ۱/۵۰

تصنیف : علامہ مشتاق احمد نظامی

قیمت ۱۲/۰۰

عقائد اہل سنت

تصنیف : علامہ غلام رسول سعیدی

قیمت ۹/۰۰

ذکر بالجہر (۲ حصے)

تصنیف : علامہ ارشد القادری

قیمت ۱۲/۰۰

زُلف و زنجیر

تصنیف : علامہ ارشد القادری

قیمت ۱۲/۰۰

سیرِ گلستان

امام احمد رضا بریلوی
مولوی اشرف علی محقق النوی

قیمت ۲/۲۵

دواہم فتوے

تصنیف : مولانا علامہ محمد اشرف سیالوی

سورۃ کوثر کی تفسیر

قیمت ۱۶/۵۰

کوثر الخیرات

تصنیف : علامہ غلام رسول سعیدی

ائمہ محدثین اور ان کی تصانیف حدیث پر مشتمل کتاب

قیمت ۱۶/۵۰

تذکرۃ المحدثین

تصنیف : مولانا عبدالجلیل پشوری

مذہب حنفی کا کتاب و سنت سے اثبات، قیمت ۵۰/۰۰

سیف المقلدین

استفتاء

بِسْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَامِدًا لِلّٰهِ وَالْيَوْمَ مُتَضَرِّعًا وَمُصَلِّيًا عَلَى حَبِیْبِهِ وَوَالِدِهِ
 إِلَيْهِ مُسْتَشْفِعًا مُتَذَرِّعًا،
 چہ پھر مایند علمائے شرع متین و مفتیانِ مخلصین از اہلِ صدق و یقین
 در حق کسے کہ یک رسالہ بزبانِ ریختہ اردو در بیان بعضے مسائلِ اعتقاد یہ برائے
 تلقین عوامِ سوقیہ سوادِ فارسیت ہم ندارند، تالیف دادہ در بیان شفاعت،
 زبانِ خود بایں کلمات بیالاید و بایں عبارت، عقیدہ مکنونہ ضمیر خود و انما ید
 ” اس جگہ ایک بات بڑے کام کی ہے اس کو کان رکھ کر سن
 لینا چاہئے۔۔۔۔۔ کہ شفاعت کہتے ہیں سفارش کو اور دنیا میں
 سفارش کئی طرح کی ہوتی ہے جسے ظاہر کے بادشاہ کے ہاں کسی
 شخص کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر و وزیر اس کو اپنی سفارش
 سے بچائے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ بادشاہ کا جی تو اس چور کے
 پکڑنے ہی کو چاہتا ہے اور اس کے آئین کے موافق اس کو سزا پہنچتی
 ہے مگر اس امیر سے دب کر اس کی سفارش مان لیتا ہے اور اس

۱۔ حامد والیہ (۱) حبیب الوجودیہ (۲) سوال (پ) ۱۰ دین اپ ۱۰ اردو

۲۔ بعض (پ) ۱۰ شوقیہ (پ)۔ ۱۰ ناید۔ کذا (پ)

چور کی تقصیر معاف کر دینا ہے کیونکہ وہ امیر اس کی سلطنت کا بڑا رکن ہے اور اس کی بادشاہت کو بڑی رونق دے رہا ہے، بادشاہ یہ سمجھ رہا ہے کہ ایک جگہ اپنے غصے کو نظام لینا اور ایک چور سے درگزر کر جانا بہتر ہے اس سے کہ اتنے بڑے امیر کو ناخوش کر دینے کے بڑے بڑے کام خراب ہو جائیں اور سلطنت کی رونق گھٹ جائے، اس کو شفقت و جاہت کہتے ہیں یعنی اس امیر کی وجاہت کے سبب سے اس کی سفارش قبول کی، اس قسم کی سفارش اللہ کی جناب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتی اور جو کوئی نبی و ولی کو یا امام اور شہید کو یا کسی فرشتے کو یا کسی پیر کو اللہ کی جناب میں اس قسم کا شفیع سمجھے وہ اصلی مشرک ہے اور بڑا جاہل کہ اس نے خدا کے کچھ معنی ہی نہیں سمجھے اور اس مالک الملک کی قدر کچھ بھی نہ پہچانی، اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کُن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن اور فرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر پیدا کر دے اور ایک ہی دم میں سارا عالم عرش سے فریٹ تک الٹ پلٹ کر ڈالے اور ایک اور ہی عالم اس جگہ قائم کرے کہ اس کے تو محض ارادے ہی ہر چیز ہو جایا کرتی ہے، کسی کام کے واسطے کچھ اسباب اور سامان جمع کرنے کی کچھ حاجت نہیں۔ اور جو سب لوگ پہلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر جبریل اور پیغمبر ہی سے ہو جائیں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں ان کے سبب کچھ رونق بڑھ نہ جائے گی اور جو سب شیطان اور دجال ہی سے ہو جائیں تو اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں، وہ ہر صورت میں بڑوں کا بڑا ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ، اس کا نہ کوئی کچھ

بگاڑ سکے اور نہ کچھ سوار سکے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی بادشاہ زادوں میں سے یا بیگمات میں سے یا بادشاہ کا معشوق اس چور کا سفارشی ہو کر کھڑا ہو جاوے اور چور کی سزا نہ دینے دے اور بادشاہ اس کی محبت سے لاپچار ہو کر اس چور کی تقصیر معاف کر دے تو اس کو شفاعتِ محبت کہتے ہیں یعنی بادشاہ نے محبت کے سبب سے سفارش قبول کر لی اور یہ بات سمجھی کہ ایک بار غصہ پی جانا اور ایک چور کو معاف کر دینا بہتر ہے اس رنج سے کہ جو اس محبوب کے روٹھ جانے سے مجھ کو ہوگا۔ اس قسم کی شفاعت بھی اس دربار میں کسی طرح ممکن نہیں اور جو کوئی کسی کو اس جناب میں اس قسم کا شفع سمجھے وہ بھی ویسا ہی مشرک ہے اور جاہل، جیسا کہ اول مذکور ہو چکا، وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے اور کسی کو عبیب کا اور کسی کو خلیل کا اور کسی کو کلیم کا اور کسی کو روح اللہ و جیہ کا خطاب بخشے اور کسی کو رسول کریم اور ملکین اور روح القدس اور روح الامین فرمادے مگر پھر مالک، مالک بے اور غلام غلام، کوئی بندگی کے رتبے سے قدم باہر نہیں رکھ سکتا اور غلامی کی حد سے زیادہ نہیں بڑھ سکتا جیسا اس کی رحمت سے ہر دم خوشی سے جھکتا ہے ویسا ہی اس کی بیبیت سے رات دن زہرہ پھٹتا ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ چور پر چوری ثابت ہو گئی مگر وہ ہمیشہ کا چور نہیں اور چوری کو اس نے کچھ اپنا پیشہ نہیں ٹھیرایا مگر نفس کی شامت سے قصور ہو گیا اس پر شرمندہ ہے اور رات دن ڈرتا ہے اور بادشاہ کے آئین کو سرو آنکھوں پر رکھ کر اپنے تئیں تقصیر وار سمجھتا ہے اور لائق

سزا کے جانتا ہے اور بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر و وزیر کی پناہ نہیں
ڈھونڈتا اور اس کے مقابلہ میں کسی کی حمایت نہیں جتنا اور رات دن
اس کا منہ بکھیر رہا ہے کہ دیکھئے میرے حق میں کیا حکم فرماوے؟ اس
کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے دل میں اس پر ترس آتا ہے مگر آئین بادشاہت
کا خیال کر کے بے سبب درگزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کے دلوں میں اس
آئین کی قدر گھٹ جائے، کوئی امیر و وزیر اس کی مرضی پا کر اس تقصیر وار
کی سفارش کرتا ہے اور بادشاہ امیر کی عزت بڑھانے کو ظاہر میں اس
کی سفارش کا کام کر کے اس چور کی تقصیر معاف کرتا ہے، اس امیر نے
اس چور کی سفارش اس لئے نہیں کی کہ اس کا قراستی ہے یا آشنا یا اس
کی حمایت اس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو
بادشاہ کا امیر ہے نہ چوروں کا بھائی، جو چور کا حمایتی بن کر اس کی سفارش
کرتا ہے تو آپ بھی چور ہو جاتا ہے اس کو شفاعت بالاذن کہتے ہیں یعنی
یہ سفارش خود مالک کی پروا نہی سے ہوتی ہے، اللہ کی جناب میں ایسی
قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے اور جس نبی ولی شفاعت کا قرآن و حدیث
میں مذکور ہے، اس کے معنی یہی ہیں، ہر بندے کو چاہئے کہ ہر دم اللہ
ہی کو بچا رہے اور اسی سے ڈرتا رہے اور اسی کی التجا کرتا رہے اور
اسی کے روبرو اپنے گناہوں کا قائل رہے اور اس کو اپنا مالک بھی سمجھے
اور جہاں بھی اور جہاں تک خیال دوڑائے اللہ کے سوائے کہیں اپنا
بچاؤ نہ جانے اور کسی کی حمایت پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ وہ خود بڑا غفور
رحیم ہے، سب مشکلیں اپنے ہی فضل سے کھول دے گا اور سب گناہ
اپنی ہی رحمت سے بخش دے گا اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے اس کا

شفیع بناوے کا ثبوت

آیا قولِ ایں قائلِ حق است یا باطل؟ و علی التقدیرین آیا ایں کلام بر استخفاف و انتقاص شانِ عالی مقام حضرت سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام دلالت دارد یا نہ؟ و بر تقدیر اشتمال و دلالتِ آن بریں جرمیہ عظیمہ و جریمہ کبیرہ قائل از روئے دین و ملت کیست؟ و حال و حکم او شرعاً چیست؟ و چون مسکلهٰ ہذا از مسائل دین و متعلق بہ شانِ حضرت افضل المرسلین، سید الاولین و الآخرین علیہ از کی صلوات المصلین و اسنی تسلیمات المسلمین است، مامول از علمائے مخلصین آنست کہ در تبیین حقیقتِ حال و کشفِ غطار از سوال، پاس کسے و رعایتِ متنفسہ ملحوظ ندارند و لغووائے لَا تَأْخُذْهُمْ فِي الْحَقِّ لَوْمَةٌ لَّيْسَ كَلِمَةٌ حَقٌّ بَرِّزَانٍ آرند و جوابِ واقعی بلا زینغ و میل برنگارند و الیشاں را بیچ گونه تساہل و در رفعِ تبیس و التباس در نگیرد تا باطل در اذہان مسترشدین پیرایہ حق پذیرد۔

(جواب)

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا

ایں کلام لا طائل پر تطویل از اکاذیبِ اقاویل و اغاجیبِ باطیل ہرگز از راستی مساسے و با صدق التباسے ندارد و قائل در بیان وجوہ شفاعت مرکب و جوہ شنا شدہ اقرار استخفاف بہ شان منیف اثرت ہمہ اشرف از اسلاف و اخلاف بلا نزاع فی ذالک و الاخلاف کردہ آبروئے ایمان خود ریختہ فتنہ غوایت و ضلال و ظلمتکدہائے

عہ اسمعیل دہلوی مولوی: تقویۃ الایمان (مطبوعہ دفتر اخبار محمدی ہاڑہ ہند و راول، دہلی) ص ۳۸، ۳۵

لہ اشتمال و دلالت (پ) لہ ایں (ذ) لہ قائل آن (پ) لہ او (ذ) لہ صلوة (ذ) لہ

پاس (پ) لہ باطیل است (پ) لہ و (پ) لہ قائل آن (پ) لہ فتنہ و غوایت (ذ)

بواطن جمال انگیزتہ است۔

تفصیلِ این مقال و تفصیلِ این اجمال در چار مقام بہ ضبط ارقام می آید۔

مقامِ اول در بیان حقیقت شفاعت و وجوہ آن عموماً و شفاعت جناب خلائق مآب سید الشافعیین یوم الحساب خصوصاً و ضمن این مقام بر بعض وجوہ فساد

این کلام، اشعار و اعلام خواهد رفت۔

مقامِ ثانی در بیان بطلان کلمہ بلاطائل کہ این قائل در شان سید الاخرین الاولیاء بر زبان آورده۔

مقامِ ثالث در اثبات دلالت و اشتمال این مقال ^{لہ} بر ضلال و اختلال و بر استخفاف و انتقاص شان مفروض الاجلال، سرور و مقربان بارگاہ ذی الجلال۔

مقامِ رابع در حکم ترکیب این جبریمہ شنیعہ عند علماء الشرعیہ۔

لہ مقام (پ)

المقام الاول

ہایدانت کہ شفاعت، سفارش را گویند و آل بردو گونه است،
یکے سفارش در خط جرائم و عفو سیات است،
دوہمی سفارش در رفع مناصب و اعلائے درجات،
وسفارش کسے در حق کسے برائے ہمیں مقبول و پذیرا می شود کہ شفیع را
نزد تشفع الیہ کرمتے و مکانتے و منزلتے حاصل باشد و حصول کرامت و منزلت
یکسے نزد کسے بچند وجہ متصور می شود،
یکے آنکہ تشفع الیہ آل کس را کہ شفیع فرض کردہ شود بجنوری خود تقریبے
وازمیان منتسبان حضرت خود کرمتے و امتیازے بخشیدہ و منزلتے و مکانتے کرامت
کردہ کہ از جملہ آل کرامت و مکانت این است کہ اورا بعرض سخن در بارہ استعلائے
مناصب دیگر زبردستان و استعفائے جرائم گناہکاراں ماذون و عرض اورا
باجابت و شفاعت اورا بہ پذیرائی مقرون فرمودہ و اگر عرض او پذیرا نفرماید یا سفارش
اورا ندارد و بیچ گونه مضرتے یا رنجے از دل گرفتگی و کسبیدگی آل ذی منزلت بحضرت او
نمی تواند رسید مگر عرض او نہ پذیرفتن و سخن اورا بار نہ دادن منافی آل تشریف و بندہ

۱ است (ذ) ۲ تشفع الیہ (ذ) ۳ تشفع (ذ) ۴ تشفع (ذ) ۵ تشفع (ذ) ۶ تشفع (ذ) ۷ تشفع (ذ) ۸ تشفع (ذ) ۹ تشفع (ذ) ۱۰ تشفع (ذ)

مناصب (ذ) ۱۱ فرماید (پ) ۱۲ ندارد (ذ) ۱۳ کشیدگی (پ) -

نواز بہا است کہ حضرت او نسبت باں کس کرامت فرمودہ است۔

این شفاعت و جاہت است و درین شفاعت شرط نیست کہ مستشفع ایہ از ناخوشی و نارضا مندی شفیع اندیشہ ناک باشد و مخافت مضرت در صورت نہ پذیرفتن سفارش داشته باشد چہ معنی شفاعت سفارش است و معنی و جاہت روداری و منزلت، اندیشہ و ترس مستشفع ایہ از کلام حرف تو ان فہمید، و یاں ہمہ ہر عاقل و نادان می داند کہ سفارش دیگر است و حکم دیگر، در سفارش حکم نمی باشد۔

اگر کسی گفتہ کسی باندیشہ زیانی و خوف ضررے لعل آورد نتوان گفت کہ سفارش پذیرفت چہ این سفارش پذیرفتن نیست، از دفع مضرت از خود است این را اطاعت تو ان نامید کہ خوف مضرت در صورت عدم اطاعت می باشد نہ در صورت عدم قبول شفاعت، مثلاً اگر شہر یار ذی اقتدار کسی را از اہل بار چہاں منزلت و جاہ و مکانت و جاہیکہ شفاعت فرمودہ کہ او را در عرض حاجت امیداران و استعطاف و آمرزش خواستن برائے گناہکاران پروا نیگی و اختیار و سخن او را بخصور خود بار و اورا منجملہ بار یاف تنگان بساط قرب، مزید اعتبار و منزلت فخار کرامت کردہ است و آن کس بخصور بادشاہ، در بارہ سعفواں گناہ کہ آمرزش آن حضرت بادشاہ بعید و بدیع نیست، عرضداشت سفارش کند و حضرت شاہ بیاس منزلت جاہ آن مقرب بارگاہ از مواخذہ آن گناہ در گذرد و مقرب آن را بیامزد و بقبول سفارش آن مقرب، آثار علو منزلت و سمو مکاتشس منزلت فرماید، نتوان گفت کہ بادشاہ بخوف و اندیشہ اختلال در کارخانہ جات سلطنت خود سفارش پذیرفت بلکہ

لہ نسبت x (پ) لہ یعنی (پ) لہ استطاعت (پ) لہ د x (ذ) لہ و آن (پ) لہ آن را (ذ)

لہ د x (ذ)۔

راست این است کہ بادشاہ بیاس منزلت مقرب حضرت و خاطر داشت نزدیک ترین
اہل خدمت خود، سفارش پذیرفت و قبول فرمود و از گناہ فلاں مجرم درگذشت۔

و اگر کسی بنام بادشاہ باشد و بہرگز در رتق و فتق امور سلطنت و حل و عقد
صواب مملکت مداخلت نہ داشته و دیگر اہل برکار خانہ جات دولت، تسلط و اقتدار
و در سبت و کشادہ مہمات و نظم و نسق ممالک، استقلال و اختیار یافتہ باشند، یکے از
متسلطین مذکورین ازال بادشاہ اسمی، استغفائے جرمیہ گنہگارے کند و آن بادشاہ
اسمی باندیشہ این کہ اگر حسب گفتہ ایشان بعمل نہ آرد مضرتے از ایشان خواہد رسید کہ آن
سلطنت صوری و مملکت ظاہری در ہم برہم خواہد شد، گفتہ ایشان بعمل آورد و از جرمیہ عفو
و درگذر کرد نتوان گفت کہ بادشاہ شفاعت ایشان قبول فرمود بلکہ در حقیقت آن بادشاہ
نسبت بان متسلطین محکوم و مامور و در امتثال گفتہ ایشان ناچار و مجبور است این خود
فرمانبرداری و اطاعت است نہ قبول شفاعت۔

پس ظاہر شد کہ وجاہت و منزلت بے آنکہ خوف و اندیشہ بان منضم کردہ
شود باعث قبول شفاعت اما عقلاً فلما ذکرنا و اما نقلاً فلقلوہ تعالیٰ سبحنہ :

وَجِبَّتْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ

کہ او سجدہ در شان حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام ارشاد فرمود و ایشان بوجاہت
و دنیا و آخرت مدوح نمودہ اند، اہل تفسیر وجاہت را در آخرت بر شفاعت محمول کردہ اند
فی تفسیر البیضاوی فی تفسیر نذرہ الآیۃ :

الْوَجَاهَةُ فِي الدُّنْيَا السُّبُوءَةُ وَ فِي الْآخِرَةِ الشَّفَاعَةُ

لہ سفارش و قبول فرمودہ و از گناہ غلامان مجرم (ذ) لہ در رتق و فتق (ذ) لہ حل عقد (پ) لہ لیاقت

(ذ) لہ اشتعال (ذ) لہ جرائم (پ) لہ ایشان (ذ) لہ در ہم (پ) لہ او (ذ) لہ باد (ذ)

(ذ) لہ فرمودہ (ذ) لہ آن (ذ) لہ و (ذ) لہ اندیشہ (پ)

باید فهمید کہ این ہمہ مقتضائے محبت است والا خاکسارانِ ناچار کد ام رنج و آزار
بحضرت پروردگار تو اندر سانسید، آرزو سے شانِ محبوبانِ حضرت ایزدی آن است کہ
در حدیث قدسی ارشاد شدہ :

فَإِذَا أَحْبَبْتَهُ كُنْتَ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ
وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا
وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي بِهَا،

و در روایتی آمدہ :

وَلِسَانَهُ الَّذِي يَنْطِقُ بِهِ

یعنی ہر گاہ دوست داشتی آن بندہ را پس ہاشم من گوش او آنکہ بدان می شنود و دیدہ او
آنکہ بدان می بیند و دست او آنکہ در گیر بدان دپائے او آنکہ می رود بدان و زبان او
آنکہ می گوید بآن

ازیں حدیث قدسی، تقرب و کرامتِ محبوبانِ الہی در یافتہ بہ آثارِ محبوبیت
البتہا یقین باید آورد و برائے قبولِ شفاعت، وجوہ دیگر اند کہ مالِ ہمہ مہین است کہ
نزد متشفع الیہ شفیع را منزلت و مکانت حاصل باشد، ذکر آن وجود کہ متعلق مقام نیست
زاید می نماید۔

بعد سماعتِ این تمہید باید شنید کہ در بارگاہِ عز و جلالِ ایزد متعال تعالمت
کبریائہ و جلت اسماؤہ ہر مخلوق را نسبتِ بندگی و عبودیت حاصل است و ہمہ مخلوقات
بکبیر یا صغیر یا و تقیر یا و قطیر یا از بشر و ملائکہ و غیر ہما از انبیاء تا امام و از ملوک تا خدم در باز

اے کلنت (ذ) اے الذی (ذ) اے الذی (ذ) اے آں (پ) اے من (پ) اے ادا (پ)

اے بدان (پ) اے دریافتہ (ذ) اے را (ذ) اے تعالمت (تا) بکبیر یا (ذ)۔

عبودیت بآں حضرت متقدسه متعالیہ نسبت واحدہ دارند و کسے را با و در ملک و اقتدار
 او مسابمت یا در مشیت و اختیار او مزاحمت یا در حکم و کردار او مقاومت بوجہ من
 الوجہ نیست او ہرچی می خواہد می کند و ہرچی می خواہد قضای فرماید و بہ ہرگونہ کہ مشیت
 او می آید در ملک و ملکوت تصرف می نماید، اورا نہ شریکے ہست و نہ انبازے و نہ
 دکارے و نہ کار سازے و نہ اورا بتدبیر کد ام و زیر و معاونت کد ام ممد و ظہیر
 نیازے از رضا و خوشنودی کسے رونق مملکتش نمی افزاید و از نارضا منتری و
 رنجش متنفسے اختلال در کار خجابت حکمتش پدید نمی آید۔

إلا و سبحانہ آفریدگان خود را بمراتب متفاوتہ و مدارج متباعدہ آفریدہ و قرار
 دادہ است و بون بعید در رتب و درجات ایشان در میان نہادہ، بعض را برگزیدہ
 و از مقربان بارگاہ عز و جلال و بعضے را راندہ از دور افتادگان ذل و ضلال گردانیدہ
 و در ہر دو قسم مراتب متفاوتہ و درجات متباستہ مرتب فرمودہ و ہر یکے را از مقربان
 بارگاہ خود علی قدر تفاوت درجات و علی حسب مراتب منزلت و مکانتے بخشیدہ آنچه
 از تشریف و اکرام مناسب ہر یک منزلت و مکانت است باصحاب آل از انانی
 داشتہ و شفاعت ہر یک از مقربان حضرت کبریائے خود، نسبت بجادات و بستگان
 متوسلان او در دین و دنیا بسبب وجابت آل مقرب و محبت حضرت خود با و مقبول
 پذیرامی فرماید و مقربان آل بارگاہ را علی اقدار منازلہم و مراتبہم از حضرت ادسجانه
 در شفاعت و بستگان و متوسلان خود ہا در دارین در بارہ دفع مصرت و نکال و
 جلب منافع در حال و مال ماذون و مجاز و بدین تشریف از سائر خلق بکرامت ممتاز

لہ بر (پ) کہ اختلاے (پ) کہ و (ذ) کہ ایشان x (ذ) کہ مناصب (ذ) کہ کرامت (پ)
 کہ خود x (ذ) کہ با و (پ)۔

می گرداند۔

ازین جاست که اکثر خلق در مهمات و حاجات خود با در دارین از حضرت مقررین استشفاع کرده و سفارش خواسته بفیض شفاعت مقررین که در حضرت باری جل شانہ اکثر مقبول و پذیرامی شود بمقاصد خود یا رسیده اند و می رسند و خواهند رسید و اکثر کسان که مصدر ایندائے ایشان و اسارت ادب بحضرت ایشان قولاً و فعلاً شدند در غضب الهی ماخوذ شده دنیا و دین خود بر باد داده اند و می دهند و خواهند داد۔
و به همین جهت که منزلت و وجاهت مقررین در حضرت کبریا سبب استجابت سوال و پذیرامی شفاعت ایشان می شود ادعیه صالحین نسبت با دعیه دیگران زیادہ تر مستجاب در حضرت او سبحانه می شوند و اگر کسی این سخن را عناداً نہ پذیرد یا اورا بمقتضائے سورا اعتقاد شکے درگیرد در سیر حضرت سیدالمقربین صلوات اللہ علیہ و علی آله و صحبه اجمعین که در کتب صحاح احادیث مذکور است بنکره و نادریابد که کسانی که انزال حضرت دعا خواسته و استشفاع کرده بودند در دارین فائز بہ خیرات و برکات شدند و کسانی که مصدر اسارت ادب شدند گرفتار ممالک و داخل اسفل الدرجات گردیدند۔

و چوں شفاعت عبارت از سفارش است و قول بسفارش و قبول آن در حضرت او سبحانه چنانکه بیان کرده شد مستلزم قول بہ تسلط کسی بر کار حاجات تقدیر آں یگانہ قدیر و احتمال اختلال در سلطان آں ذوالجلال یا اندیشہ لمخوق مضال یا خوات منافع یا امکان راه یافتن رنج و ملال در ساحت قدس آن حضرت بے مثال سبب خاطر شکستگی و دل گرفتگی شافع نیست بلکه قول بقبول شفاعت قول است

له اصحابه (ذ) لک بهمال (پ)۔

بمنزلت اہل محبت و طاعت کہ آل حضرت تعالیٰ شانہ ایشانرا بمزید انعام و اکرام نواختہ و درجات ایشان بر دیگر خلایق افراختہ ایشان را از مقربان بارگاہ خود ساختہ است۔

الحال دلیل ثبوت شفاعت و قبول آل در حضرت او تعالیٰ شانہ باید شنید کہ شفاعت کسے در حق کسے و دعا کردن کسے برائے کسے فی المعنی یک است و این ہر دو لفظ را یک معنی واحد مشترک، پس از دو حال خالی نیست یا کفنتہ شود کہ دعا لغوی بے حاصل و فعل لا طائل است، ہیچک اثر در کار نجات قضا و قدر از ہیچک بشر و ہیچک خیر و شر از جب نفع و دفع ضرر ندارد و دعا کردن یا دعا نہ کردن یکساں و برابر و وجود و عدم آل تساوی است ما

یا کفنتہ شود کہ دعا از اسباب حصول مدعا از جلب منافع و دفع مصیبت و بلا از پیش گاہ حضرت اینزد جل و علا تواند شد، اول باطل و ناصواب و مخالف نصوص سنت و کتاب است،

قال سجانہ :

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنْ صَلَوَتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ
”یعنی دعا کن برائے ایشان کہ بدستی دعا بر طمانینت و سکن است بر ایشان
وقال سجانہ :

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنُوبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ
”آفرینش بخواہ برائے گناہ خود (یعنی امرے کہ شایان شان تو نبود) و برائے
مؤمنین و مؤمنات،
الی غیر ذلک من الآیات التي لا یجادان تخصی،

لہ آر عزت (ذ) گہ می تواند (پ) گہ طمانیت (پ) گہ لا کجا د باید گہ ان x (پ)۔

قال الرسول ﷺ
لَا يُرَدُّ الْقَضَاءُ إِلَّا إِلَىٰ عَائِدَةٍ
”برنی گرداند قضاء را اگر دعا“

و دیگر آثار بسیار درین باب وارد اند و حسن و حسن و غیره کتب علمائے دین برائے
جمع و ضبط آن معقود، بکثرت در هر جا در ایدی طلاب موجود اند، انکار فضل دعا و بودن
آن عبادت الہی و استجابت آن در حضرت ایزدی کفر صریح و مستلزم انکار نصوص قرآنی
و احادیث صحیح است۔

پس ثابت شد که دعا را از اسباب حصول مأمول و بحضرت او سجانہ مستجاب
مقبول می باشد درین صورت یا دعوات انبیار و اولیاء نسبت بدعوات عامہ و اشقیاء
و دعوات ابرار یا دعوات اشرار یکساں و برابر باشد و مقربان محمودین بارانندگان مطرودین
و مومنان صالحین با کفار طالحین در باب استجابت و عدم استجابت دعوات با کثرت و
قلت آن نسبت تساوی و برابری و ہم رنگی و ہم سری داشته باشد۔۔۔۔۔ یا گفته شود
که دعوات انبیار و اولیاء و ابرار و مومنین و صالحین نسبت بدعوات عامہ و اشقیاء و اشرار
و کافرن و طالحین زیادہ تر مستجاب و از اسباب اکثریہ بفتح البواب می شود،
شق اول باطل است،

اولاً عقلاً چه اجابت دعا را از رحمت الہی است و رحمت او سجانہ قریب از محسنین
نیکوکار و دور از مفسدین نامہنجار است انبیار و اولیاء و صالحین و ابرار را یا عامہ

لہ الرسول x (پ) لہ فضل و دعا بودن (ذ) لہ در عبادت (ذ) لہ ملزم (ذ) لہ و x (ذ) لہ دعوت
(پ) لہ و x (ذ) لہ ظالمین (پ) لہ عدم (ذ) لہ و x (ذ) لہ و x (پ) لہ اکثر (ذ)
لہ از x (ذ)

و اشقیار و مفسدین و امثرار در قرب و بعد رحمت الہی برابر دانستن زندقہ و کفر است،
ثانیاً سمعاً کہ آثار بسیار وارد و شاہداند برینکہ دعوات انبیار و صالحین نسبت
بدعوات عامہ و طالحین زیادہ تر مستجاب و مقبول و از اسباب اکثریت حصول مسؤل
است، انکار این معنی ہم بکفر و زندقہ می کشد و فی المعنی بانکار نبوت و ولایت می رسد۔
پس متعین شد شق ثانی و بوضوح و تحقیق پیوست کہ استجاب و انجیح دعا و
الحاح از امارات و آثار تقرب و صلح است۔

و چون دعا منجملہ عبادات و وسیلہ نیل سعادات است ہر کس بدعا و حاجت
خواستن از دہ گاہ خدا جل و علا برائے ذات خود یا برائے کد ام بیگانہ یا آشنا ماذون
است مگر بدین شرط کہ نہی از دعا خواستن از و سبحانہ برائے آل کس وارد نشدہ باشد
چنانکہ او سبحانہ آل حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و مومنین را از امرزش خواستن برائے
مشرکین نہی فرمودہ و ارشاد کردہ :

مَا كَانَ لِلشَّيْطَانِ وَالذَّيْنِ اٰمَنُوۡا اَنْ يَّسْتَخْفِرُوۡا
لِلشُّرَكَیۡنَ وَاُوۡلٰٓئِکَ اُوۡلٰٓی قُرۡبٰی مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ
لَهُمۡ اَنۡہُمۡ مِّنۡ اَصۡحَابِ الْجَحِیۡمِ

یعنی نیست مرپیچا مبر خدا را و نہ مسلماناں را کہ امرزش خواہند برائے مشرکان اگرچہ
باشند اقربا، پس ازاں کہ آشکار شد برائے ایشان کہ بدرستی آنها اصحاب دوزخ اند
ولہذا حضرت خلیل اللہ صلوات اللہ و سلامہ علی نبینا و علیہ پیش از نہی استغفار برائے
مشرکین و برائے از امرزش می خواست باین کہ خدائے تعالیٰ اورا با بیان موفق گرداند۔

لہ روئے (ذ) لہ اکثر (پ) اکثر یہ باید لہ دعا (ذ) لہ خواستن x (ذ) لہ کلام x (ذ) لہ علیہ و
آر (پ) لہ ایشان (ذ) لہ آمد (ذ) لہ ابراہیم (پ) لہ علیہ علی نبینا (پ) لہ نہی x (پ) لہ دعا x (پ) لہ موثق (پ)۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَكَ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأْنَا مِنْهُ إِنَّا

إِبْرَاهِيمَ لَا وَآلَ حَلِيمٍ

”پس ہر گاہ کہ ظاہر شد برائے ابراہیم کہ بد رستی او دشمن خدا است

بیزاری کرد از او بد رستی ابراہیم مترجم صاحب علم است“

و نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام بسبب رقت قلب و فرط ترحم نمی خواست کہ قوم^ش حضرت لوط علیہ السلام بہ ہلاکت در آیند،

قال سبحانه :

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَهُ

الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ إِنَّا إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ

أَوَّاهٌ مُنِيبٌ

”یعنی پس ہر گاہ کہ رفت از ابراہیم علی نبینا و علیہ السلام خوف و ترس

و آمد اورا بشارت مجادلہ مکبرہ دمارا در قوم لوط کہ بد رستی ابراہیم حلیم است

و مترحم و راجع الی اللہ است“

و او سبحانه این مجادلہ را از حضرت ابراہیم مستحسن ندانستہ، چہ بآن

حضرت تا آن وقت ازالہ نمی نہ فرمودہ بود بلکہ آنحضرت را بحکم و رقت قلب کہ اورا

باعث بر مجادلہ شدہ بود نعت و مدح فرمودہ بعد ازاں ارشاد کردہ :

يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّكَ قَدْ جَاءَ أَمْرٌ بِكَ

لہ ابراہیم (تا) و نیز x (ذ) لہ ابراہیم صاحب (ذ) لہ سبب (پ) لہ مرقوم (ذ) لہ

پس x (ذ) لہ با (پ) کہ در (ذ) لہ ندانست (ذ) لہ حضرت ابراہیم (ذ) لہ تا

آن وقت (تا) آنحضرت را x (ذ) لہ شد (ذ) لہ نعت (ذ) -

وَأَنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ -

”اے ابراہیم! کنارہ کن اذیں کہ بد رستی شان این است کہ بہ تحقیق آمد
حکم پروردگار تو بد رستی کہ آئندہ است مراں قوم را عذابے کہ برگشتنی
نیست نہ مجاولہ نہ بدعا،“

اذیں بہ این ظاہر گشت کہ شرط قبول شفاعت دو چیز است :
یکے اینکه مستشفع ^{تہ} کہے کہ برائے او شفاعت کرده شود انچنان باشد کہ
از خواستن خیر و کردن دعا برائے او از حضرت او سجانہ نہی وارد نشدہ باشد۔
دوئم اینکه شافع را نزد مستشفع ^{تہ} الیہ منزلت و تقرب باشد، پس کہے کہ مقرب
بارگاہ الہی است اگر شفاعت کند برائے کہے کہ بشفاعت او اذن الہی است،
یعنی از شفاعت برائے او نہی وارد نشدہ، شفاعت او نافع و مقبول است کما
قَالَ سُبْحٰنَہٗ :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ
الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا

” یعنی نہی کند شفاعت نزد او سجانہ مگر برائے کہے کہ اذن دادہ است
او سجانہ برائے شفاعت او“

وقال سبحانہ :

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ
وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا

لہ کہ (پ) لہ و (ذ) لہ مرقوم عذابے (ذ) لہ (پ) لہ کردہ (ذ) لہ شافع الیہ

(پ) لہ یعنی نہی (ذ) لہ نہی (ذ) لہ نافع (ذ) لہ یعنی نا، و رضی لہ قولاً (ذ) -

” یعنی روز قیامت سود نخواهد کرد شفاعت مگر شفاعت کسی که اذن

فرموده برائے اور حمن سبحانہ و پسندیدہ قول او“

یعنی کسی که صاحب منزلت و پسندیدہ گفتار باشد نزد او سجده، کساف قال

سُبْحَانَہٗ

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا

و در حدیث صحیح آمدہ است کہ کسی سوائے رسل در آن روز ماذون الکلام نخواہد بود و کسی کہ پیچ گوئی منزلت نزد او ندارد و پسندیدہ گفتار نزد او سجده نیست، منصب حرف زدن و نہ ہر آئے لب بشفاعت جنبا نیدن در بارگاہ او ندارد و یا معنی کہ ہمہ این است کہ روز قیامت نفع نخواہد کرد شفاعت مگر کسی کہ اذن دادہ است برائے شفاعت او و حمن جل شانہ و پسندیدہ است برائے او گفتارے یعنی گناہکاراں لاکہ او سجده بہت استغفار برائے ایشان اذن دادہ است و قول اشہد و اقرار بکلمتی الشہادۃ از ایشان پسندیدہ -

امام رازی در تفسیر آورده کہ این آیت از اقوی دلائل است بر سبب شفاعت برائے فساق نافع است این چنین باید فهمید معنی شفاعت بالاذن، مثلاً اگر در بارگاہ بادشاہ مجرمے را گرفتار آرند کہ بادشاہ اکثر جرائم را کہ بجرمیہ آں مجرم مانند آمرزیدہ است و بعضی نزد یکاں بساط سلطنت را کہ بار سخن بجنور بادشاہ دارند و از حضور او بگریزید توقیر و جاہ در امثال و اشتباہ ممتاز اند، شفاعت آں مجرم منظور افتد، می توانست کہ

لے سفارش مگر سفارش (ذ) لے بر قول (پ) لے د (پ) لے بکلام (پ) لے و (پ) لے یارے

(پ) لے شاز (ذ) لے کہ (ذ) لے تشہید (پ) لے بکلمتی (پ) لے پسندیدہ ایم (ذ) لے باید (ذ)

لے اد (ذ) لے اشتباہ (پ) لے می تواند (ذ) -

بعضو را و لب به شفاعت کشائیند، چه ایشان از حضور او بعرض و التماس در باره استغفار
 همچو جرائم مازون اند و جریمه آنچنان نیست که بادشاه عہد کرده باشد کہ ہر آئینہ تبرکب
 آل عقوبتے باید رسانید و تواند شد کہ بادشاه نظر بر منزلت و جاہ ایشان کہ کرامت فرمودہ
 او است سفارش بپذیرد و آل مجرم را بعقوبت درنگیرد۔

آرے ہر کس و ناکس کہ در بارگاہ بادشاہ سخن کردن بلکہ دم زدن
 نمی تواند این چنین پایہ ندارد کہ سوئے آل مجرم بنگرد کہ بیچارہ خویشتن گم است سخن
 اورا چہ بار و اورا چہ اعتبار تا بشفاعت چہ رسد، یا اگر مجرم آل چنان باشد کہ عادت
 بادشاہ قطعاً بر مکافات آل بعقاب جاری است، کہ نمی تواند کہ بحضور بادشاہ
 استغفائے آل کند و آمرزش آل خواهد، چہ ہر کس می داند کہ بادشاہ خود عہد کرده
 است کہ البتہ بیاداشش این جریمہ عقاب باید کرد، پس توان کہ نیست کہ عادت
 مستمرہ بادشاہ بگرداند و آل مجرم را از مواخذہ وارہاند۔

دریں صورت نتوان فهمید کہ بادشاہ از خود بر مجرم ترحم آوردہ می خواست
 کہ گناہ او بخشد، سفارش مقربان لغو و بے سود است زیرا کہ بادشاہ از خود رحم
 آوردہ بلکہ التماس و سفارش شفیع سبب او شدہ، پس اگر مجرم این چنین گوید کہ بادشاہ
 خود رحم فرمودہ گناہ مرا آمرزید، شفاعت شفیع را ہیچ گونه نسبت نیست کافر نعمت
 شفاعت باشد۔

دریں جاہلجانے در خواطر فاجرہ می گزرد کہ اگر در حضرت باری شفاعت
 مقبول باشد از دو حال خالی نیست کہ آیا در سابق قضای نوشتہ تقدیر، آمرزش

لے پذیرد (پ) لے در بارہ (پ) لے کم (پ) لے قدر (ذ) لے با خود (پ) لے سر بہ سمت بادشاہ (ذ) لے
 بالتماس و سفارش شفیع، پس (پ) لے سبب (پ) لے بخاطر (پ) لے قضای و تقدیر (پ)۔

گناہ مجرم مثبت بود یا نہ؟ اگر مثبت بود، شفاعت چه کرد، ہرچہ در قضا و تقدیر بودہ است
ناچار شدنی است کہ سفارش کند یا نہ کند، اگر در سابق قضا مثبت نہ بود، شفاعت
قضا را تغیر نمی تواند داد و از کار بستہ قضا شفاعت چه خواهد کشاد۔
و این خلجان از وہی ہمیش نیست، چہ اگر این شبہ راست باشد تکلیف
اعمال شرعیہ بلکہ تمام مساعی دینی و دنیوی باطل است و تکلیف لا طائل، زیرا کہ چنین
ہر دو شق در ہمہ جاری است۔

و حل شبہ این است کہ شق اول اختیار کردہ شود و گفتہ آید کہ امر نہ ش
مجرم در جریدہ تقدیر بدیں شرط مثبت است کہ اگر فلاں استغفائے جریمہ خواهد کردہ امر نہ ش
امر نہ کار، اجابت خواهد فرمود چنانکہ در فلاح و خسران در جریدہ تقدیر مثبت است کہ
اگر فلاں کس ایمان خواهد آورد و عمل نیک خواهد کرد و بفلح خواهد رسید و اگر کافر خواهد
بود و عمل بد خواهد نمود آخر کار بخسران گرفتار خواهد گردید۔

دقیقہ امر و مغز سخن این است کہ ہر چیزے کہ او سبحانہ آن را با سبب
پیدا کردہ است، وجود آن وابستہ بہاں اسباب فرمودہ، اگرچہ او سبحانہ
توانا است برینکہ اگر می خواست آن چیز را بے اسباب پیدا می کرد، مثلاً اگر کسے
کسے را کشت پس او نعالے موت مقتول بسبب فعل قاتل پیدا کرد و موت کشته را
وابستہ بسبب قتل گردانیدہ با وجود اینکہ او سبحانہ توانا است براین کہ اگر می خواست
موت او بسبب قتل قاتل نمی شد۔

لہ داد و اند × (ذ) لہ قضا × (ذ) لہ دنیوی نفس (پ) لہ می شود (ذ)
لہ فلاںے (پ) لہ در × (ذ) لہ و × (ذ) لہ کافر خواهد بود و × (ذ) لہ
فقہ امر (پ) لہ پیدا × (ذ) لہ را × (پ) لہ کشته بسبب قتل (ذ)۔

پس اگر کسی کو یہ کہ موت مقول، مثبت جریدہ تقدیر ہو رہا ہے است و قاتل را بیچ گویند
در آدغل نبوده است، از قاتل چہرہ اقصا ص باید خواست، گفته او در خور سماعت نیست۔
ہچناں اگر کسی کو یہ کہ آمرزش گناہ فلاں مثبت جریدہ تقدیر ہو رہا ہے، شافع را در اں دخل
نیست، سخن او رتبہ پذیرائی ندارد۔

این است کلام در بیان حقیقت شفاعت عموماً، اما ذکر شفاعت جناب
خلیق مآب، سید الشافعیں یوم الحساب علیہ از کی الصلوٰت و اسنی التسلیمات
پس بگوش دل باید شنید کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الاولین و الآخرین
و افضل الانبیاء و المرسلین و اکرم الخلق جمعین علی رب العالمین و محبوب ترین بر ایا
سوی حضرت او جل شانہ ہستند و آنجناب را در حضرت رب العزت منزلتے
و مکانتے و وجاہتے و کرامتے است کہ بیچ کس را از خلق در اں شکر و مساوات
با آنحضرت نیست و آیات قرآنی و احادیث نبوی و آثار صحابہ و تابعین و اقوال ائمہ
مجتہدین و جمیع علماء دین بدان ناطق و بر صدق این دعوی حجت قاطع و دلیل ساطع
و بر ہان یقینی صادق است کہ دعوائے اسلام می کند نمی تواند کہ در خلاف دریں
باب دم زند،

اما الايات القرآنية فمنها قوله عَزَّ مِنْ قَائِلٍ :

وَمَا آتَاكَ سَلْطَنَ الْاَوْحَانِ لِّلْعَالَمِينَ

” یعنی نفرستادیم ما تر اے محمد! مگر از جهت رحمت بر تمام جہانیاں“

لہ کہ x (ذ) لہ را x (ذ) لہ چہرا x (پ) لہ فلانے (پ) لہ عموماً شفاعت (پ)

لہ لکن (ذ) لہ الصلوٰة (ذ) لہ او x (ذ) لہ بیچ یک (پ) لہ اصحاب (ذ)

لہ اقادیل (پ) لہ ائمہ و (پ) لہ کند (ذ)۔

دریں عموم کافہ خلق از اولین و آخرین من الملائکہ والناس وما سواہما جمعین داخل اند۔
حکایت کردہ شدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب جبل
علیہ السلام پہنچے تو چیزے ازین رحمت رسید؛ گفت آریے بودم کہ می ترسیدم
از آخر کار پس امین شدم از جہت ثنا گفتن خدائے تعالیٰ عزوجل بگفتار خویش:

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ

پس وجود آنحضرت برائے تمام جہانیاں رحمت بود و وفات آنحضرت نیز

رحمت بود چنانچہ ارشاد فرمودہ اند کہ:

حَيَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَّكُمْ

”یعنی زندگانی من بہتر است مرثا را و وفات من بہتر است مرثا را“

کما قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةً بِأُمَّتٍ قَبَضَ بِنِيَّهَا قَبْلَهَا

فَجَعَلَهُ لَهَا فَرَطًا وَسَلَفًا۔

”یعنی چوں خواہد خدائے تعالیٰ رحمت بامت قبض کند پیغامبر آنرا

پیش آں امت پس بگرداند اور آں امت را سازندہ کار و پیشرو الشیال

سوئے دارالقرار“

فرط کے را گویند کہ پیش از قافلہ در منزل رود و کار ساز ایشاں شود و طعام

و آب و علف و دواب میا سازد، چوں قافلہ بیاید ہمہ پیش اندازد۔ ابن عباس رضی اللہ

تعالیٰ عنہما فرمود کہ اوصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رحمت است برائے مومناں و کافراں،

لہ کافہ x (ذ) لہ کہ بہت (پ) لہ کہ x (پ) لہ و x (پ) لہ و فی الاصل رحمتہ بامتہ

لہ آں x (پ) لہ ایشاں در منزل (پ) لہ و آب و طعام (پ) لہ فرمودہ (پ) لہ کافراں (ذ)

زیرا کہ عافیت دادہ شد نماز چیزیکہ رسید غیر ایساں را از امتہائے گزشتہ کما قال

سبحانہ :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

”یعنی نیست شان خدا کہ عذاب کند ایساں را و حال آنکہ تو در میان

ایشانی“

و منها قوله سبحانه :

وَسَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

”اے برکردیم ما برائے تو ذکر ترا“

چوں ذکر کردہ شوم، ذکر کردہ شوی بامن، چنانچہ در کلمہ و اذان است، قتادہ
گفته برکرد خدائے تعالیٰ ذکر آنحضرت در دنیا و آخرت زیرا کہ نیست هیچ خطبہ
و نہ هیچ تشہد خوانند و نہ هیچ نماز گزارے مگر آنکہ این کلمہ بر زبان آرد :

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا

رَسُولُ اللَّهِ-

و حضرت ابوسعید خدری روایت کردہ کہ بدرستی پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرمودہ آمد بامن جبرئیل پس گفت مرا بدرستی پروردگار تومی فرماید ترا کہ آیا
می دانی اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ چگونه برداشتم ذکر ترا در جہاں، گفتم خدا
دانانتر است، جبرئیل گفت فرمود خدائے تعالیٰ اس سخن کہ چوں ذکر کردہ شوم ذکر کردہ
شوی بامن و ابن عطار گفت می فرماید خدائے تعالیٰ کہ تمامی ایمان بندگان من با ذکر تو ختم

۱۰۰ (ذ) ۱۰۰ ذکر کردہ شوم x (ذ) ۱۰۰ چنانکہ (ذ) ۱۰۰ خطیبے (پ) ۱۰۰ کہ آیا x (پ) ۱۰۰ گفت

(ذ) ۱۰۰ گفت کہ (ذ) ۱۰۰ خدائے تعالیٰ کہ ہر گاہ کہ ذکر کردہ شوم (ذ) ۱۰۰ کہ x (پ) ۱۰۰ ایمان را (پ)۔

دگفت کہ می فرماید خدائے تعالیٰ گز انبیاء ام ترا ا سے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ذکر سے از ذکر خویش، زیرا کہ ہر کہ ذکر کند ترا ذکر کند مرا پیش یا ہر کہ ذکر تو کرد ذکر من آورد
اوسجانہ فرمود:

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا تَرَسُؤْلًا

”یعنی بدرستی فرستاد خدائے تعالیٰ سوئے شما ذکرے اکہ رسول است“

و حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ، می فرماید خدائے تعالیٰ، پیچ
کس ترا ا سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، برسالت ذکر نکند مگر آنکہ ہر بوبیت ذکر کند مرا و منجملہ
ذکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با ذکر خدائے تعالیٰ این است کہ خدائے تعالیٰ
اطاعت خود با طاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چپانید و نام خود با نام آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرین گردانید، زیرا کہ فرمود:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَ الرَّسُولَ

وَ آمِنُوا بِاللَّهِ وَ رَسُولِهِ

پس کجا کرد میان نام خود و نام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بواو عطف کہ
برائے جمع است و این چنین در حق غیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درست نیست۔
و در شرح شفاء آورده:

رُبَّمَا يُقَالُ إِنَّ اسْمَهُ سُبْحَانَهُ مَعَ اسْمِ رَسُولِهِ

مَسْرُومٌ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مِّنَ الْأَشْيَاءِ بِحُكْمِ قَوْلِهِ وَ رَفَعْنَا

۱۔ گردانیدم (پ) ۲۔ پیش (ذ) ۳۔ صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ذ) ۴۔ فرمودہ کہ خدائے

تعالیٰ می فرماید کہ (ذ) ۵۔ پیچ یکے برسالت ذکر کند ترا (پ) ۶۔ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) ۷۔

مزیں (پ) ۸۔ و (ذ) ۹۔ اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ)

لَكَ ذِكْرَكَ أَنَّى جَعَلْنَا ذِكْرَنَا مَعَكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ مِّنْ مَّا تَمَلَّكَ
 فَلَكَ وَبِنَاءِ وَسَمَاءِ وَفَرَشِ وَعَرْشِ وَحَجَرِ وَ
 مَدْرٍ وَشَجَرٍ وَشَمْرِ وَنَحْوِ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ الْخَلْقِ
 لَا يَبْصُرُونَ تَصْوِيرَهُمْ وَنَظِيرَهُ قَوْلُهُ سُبْحَانَ وَ
 إِنَّ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنَّ لَا تَفْقَهُونَ
 تَسْبِيحَهُمْ -

” یعنی بسا گفته میشود که بدرستی نام او سبحانه با نام پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم منقوش است بر ہر چیز از چیزها بجز نام او سبحانه تعالیٰ و رفعنا
 لَكَ ذِكْرَكَ اے گردانیدہ ام ذکر خود را با ذکر تو در ہر چیز از فرشتہ و
 آسمان و بنا و سما و فرش و عرش و سنگ و خشت و درخت و بار و مانند
 آن لیکن اکثر خلق نمی بیند تصویر ایشان و نظیر آن قول او سبحانه است کہ
 نیست چیزے مگر تسبیح می کند بجا و سبحانه لیکن نمی دانید شما تسبیح ایشان“
 وَمِنْهَا قَوْلُهُ تَعَالَى :

وَإِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَدِيَّةِ لَسَاءَ اتَّيْتُكُمْ مِّنْ
 كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا
 مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ
 وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا وَقَالَ
 فَأَشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ

لہ لا x (پ) لہ دسار x (ذ) لہ مین (ذ) لہ نمی بینند (ذ) لہ کہ x (پ)
 لہ آقررتم علی ذلک (ذ) -

” یعنی یاد کن اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقتے را کہ گرفت خدائے تعالیٰ
 پیمان از پیغامبران ہر آئینہ چیز کے کہ دادم شمارا از کتاب و حکمت پس
 بیاید بر شما پیغامبرے معظم و بزرگ کہ تصدیق کنندہ است مر کتابے
 را کہ باشما است، ہر آئینہ ایمان بیاید بدراں رسول و ہر آئینہ یاری بدبید
 اورا بر کافراں، گفت خدائے تعالیٰ آیا پذیرفتید شما و گرفتید برآں
 عہد مرا؟ گفتند پذیرفتیم ما، گفت خدائے تعالیٰ پس گواہ باشید و من باشما
 از گواہانم برآں اقرارے“

پس ظاہر شد کہ او سبحنے آن جناب را بہ فضل و کرامت اختصاص بخشید کسے دیگر
 را از خلق، او سبحنے بانحضرت درآں فضل شرکت ندادہ و آنحضرت را از سائر انبیاء و
 مرسلین بدیں تشریف ممتاز و افضل گردانید۔

مفسر آن گفتہ اند کہ نہ فرستاد خدائے تعالیٰ پیغامبرے را از پیغامبران مگر آن کہ
 ذکر کرد مرا و را نام آنحضرت و وصف آنحضرت و گرفت برآں پیمان خود کہ اگر در یاد آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را ایمان آرد بدو، و جناب امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ می فرماید
 کہ نہ فرستاد خدائے تعالیٰ پیغامبرے از آدم پس کہ بعد بود مگر آنکہ گرفت خدائے تعالیٰ بر او عہد
 را درآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ اگر آنحضرت مبعوث شود و آں پیغامبر
 زندہ بود، ہر آئینہ ایمان بدو آرد و نصرت او لازم پندارد و عہد باں بر قوم خود گیرد۔
 و منها قوله تعالیٰ عز مجده :

وَإِذَا أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَ

لہ و x (پ) لہ تفضیے و کرامت (ذ) بفضلہ کرامت (پ) لہ مقررآں (پ) لہ مر x (پ)

لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) لہ علی مرتضیٰ (پ) لہ کہ x (پ) لہ ہر آئینہ x (پ)

مِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ -
 ” یعنی یاد کن اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چوں کہ قسیم ما از پیغمبران محمد
 ایشان را و از تو و از نوح و ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم، کہ ہمہ رسل
 اولوالعزم اند “

روایت کردہ اند از حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ بد رستی او
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت در سخن کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بدان سخن
 کہ لیت، پس گفت پدر و مادر من فدائے تو باد اے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم ہر آئینہ بد رستی رسید فضیلت تو نزد اللہ تعالیٰ بمرتبہ کہ فرستاد ترا آخر ہمہ
 انبیاء علیہم السلام و یاد کرد ترا اول ایشان پس فرمود :

وَإِذَا اخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ
 نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ -

پدر و مادر من فدائے تو باد! اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ہر آئینہ بد رستی رسید فضیلت تو نزد او سبحانہ بمرتبہ کہ بد رستی اہل دوزخ آرزو کنند کہ
 اطاعت می کردند ترا و حال این است کہ ایشان معذب می شوند و می گویند
 اے کاشکے ما اطاعت می کردیم خدا را و فرمان می بردیم رسول را -

قتادہ گفتہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ بودہ ام من اول پیغمبران
 در خلقت و آخرین ایشانم در بعثت :

اہ بکن (پ) ﷺ اللہ علیہ وسلم × (پ) کہ ہمہ رسل اولوالعزم اند × (ذ) کہ کردہ شد (ذ)
 ہ فاروق × (ذ) کہ × (پ) کہ را × (پ) کہ گفت عمر (پ) رسول اللہ (ذ) علیہم
 السلام × (پ) ﷺ و × (ذ) کہ بمرتبہ × (پ) کہ فرمودہ بودم (ذ) -

ومنہا قولہ سبحانہ :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ ط
مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ -

”یعنی ان رسولِ عظامِ فضلِ دادیم بعض ایشاں را بر بعض، بعضے از ایشاں
کے است کہ خدائے تعالیٰ باو بے واسطہ سخن کر دو وبالائے برداشت

بعض ایشاں را درجہا“

اہل تفسیر گفتمند خواستہ است خدائے تعالیٰ بقولِ خویش و رفع
بعضہم درجات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را زیرا کہ آنحضرت مبعوث
شدہ است سوئے سرخ و سیاہ یعنی تمام خلق و حلال گردانیدہ شد برائے آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غنیمتہائے کفار و ظالمین شد برد و دست او معجز ہائے بسیار و
نیست بچکس از انبیا کہ دادہ شد فضیلت و نہ کرامت الا آنکہ بدرستی دادہ شد
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانند ان۔

و بعض مفسران گفتمند انداز فضل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است
کہ بدرستی خدائے تعالیٰ خطاب کردہ انبیا گذشتہ را بنام ایشاں و خطاب کردہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بہ نبوت و رسالت در کتابِ خویش زیرا کہ گفتمند یٰٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ
يٰٰٓأَيُّهَا الرَّسُولُ -

ومنہا قولہ :

لہ از دو (پ) لہ تر × (ذ) لہ خواستہ است (ارادہ کردہ است) (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ)

لہ بر سوئے × (پ) لہ خلق تمام (پ) لہ گردانیدہ ام (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) لہ مظاہر

شد (ذ) لہ شود (ذ) لہ کردہ (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) -

ظُهُ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْتَقِيَ

”یعنی اے ظاہر یا اے رہنما نافرستادیم بر تو قرآن را تا رنج بکشی“
 اذیں آیت شفقت بے غایت و اکرام بے نہایت خدا کے تعالیٰ بر آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہویدا است کہ او سجانہ رنج کشی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 در بندگی خود روانداشته۔

وَيَسْأَلُكَ

وَالصُّحُفِ وَالْمَيْلِ إِذَا سَجَىٰ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ
 وَمَا قَلَىٰهَ وَاللَّخِرَةَ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَلَسَوْفَ
 يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔

یعنی سوگند وقت ضحیٰ و سوگند شب چوں ساکن شود، نگذاشته است
 ترا پروردگار تو و نہ دشمن داشته است و ہر آئینہ مرثیہ آخرت از دنیا بہتر
 است و ہر آئینہ سرانجام دہد ترا پروردگار تو پس خوشنود شوی۔

باید دانست کہ در بعض احیان بعض وجوہ رسیدن وحی از حضرت ایزدی
 با حضرت درنگے کرد، مشرکین بدین گفتند کہ پروردگار آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم را گذاشت و دشمن داشت و آنحضرت از درگی وحی دل گرفتہ بودند تا این کہ
 حضرت جبریل علیہ السلام از بارگاہ ایزدی این وحی پر بشارت آورد کہ در آل او سجنہ بیاد

لہ کشی (پ) لہ بغایت (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ او دیک (پ) لہ والآخرۃ
 (پ) لہ سوگند (پ) لہ سوگند شب (پ) لہ ہر آئینہ آخرت دتر از دنیا (پ) لہ پروردگار در
 آخرت (پ) لہ تو (پ) لہ جہان (پ) لہ دریکے (پ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ
 و (ذ) لہ گرفتہ دل (پ) لہ بر (ذ) لہ آوردہ (ذ) لہ در آل (پ)۔

سوگند نفی توذیع و قلاصراحتہ کہ مشرکین و ملاحین می گفتند فرمود و آنحضرت را تسلی کرد کہ پروردگار تو، ترا نگذاشته و نہ دشمن داشته بلکہ برائے تو در بارگاہ او یوما فیوما افزائش مراتب و ترقی مناصب است و تشریف تو در آخرت بہتر است از تشریفی کہ در دنیا بتو کرامت فرمودہ، چہ تو در دنیا می کنی آنچه پروردگار تو از تو می خواہد، جنائے آن در آخرت پروردگار تو خواہد کرد، آنچه در خواست کنی از ہر آئینہ خواہد داد ترا تا اینکہ خوشنود شوی۔

روایت کردہ اند کہ چوں این آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ہرگز راضی نشوم و حال آنکہ یکے از امت من در دوزخ باشد، پس گویا او سبحانہ در کرمیہ پر بشارت بیا سوگندی فرماید کہ پروردگار تو، ترا نگذاشته بلکہ مناصب عز و شرف تو یوما فیوما خواہد افزود و برائے رضا خواستن تو و خوشنود داشتن خاطر تو بر کسے از اتباع و اشباع تو غضب نخواہد آورد بدین جہت کہ در غضب آوردن بر یکے از بہار ضائے تو نخواہد بود یعنی آل جبل و علار و ادار توذیع و قلا نسبت بکسے کہ بہ آنحضرت علیہ السلام اتباع و ولادار دنیایت تا بحال آنحضرت چہ رسد، انہیں آیت کہ میہ تو او دریافت کہ او سجنہ استر ضار آنحضرت می کند و خوشنود می خاطر ایشال می خواہد۔ آری آنحضرت حبیب او سجنہ است و محب برائے حبیب و دوست بلا اشتباہ خوشی خواہ و رضا خواست، و نعم ما قیل ہ

لہ و x (پ) لہ چہ (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) لہ کنوں (پ)
 ہہ اشباع (ذ) لہ در اصل "و بدین جہت" کہ و فلانست (پ) لہ علیہ
 اسلام x (پ) لہ ایشال خاطر (ذ) لہ حبیب او است (پ) لہ
 و محب x (ذ)۔

بگفتا وصل بہ یا ہجر از دوست

بگفتا ہر چہ میل خاطر اوست

و منها قوله عن شانہ :

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ

”یعنی قسم بہ عمر تو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بد رستی آہنا یعنی قریش یا قوم لوط ہر آئینہ در گمراہی خود سرگرداں می شوند“

اہل تفسیر اتفاق کرده اند بریں کہ این کلام سوگند است از وسجانہ بہ مدت زندگانی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و معنی آن بسوگند بقائے تو اے محمد! و بعضی گفتند بسوگند عیش تو اے محمد! و بعضی گویند بسوگند زندگانی تو اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و این نہایت اجلال و تعظیم و غایت تشریف و تکریم آنحضرت است، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمودہ نیا فرید خدائے تعالیٰ پیچ نفسہ با کریم نزد خود از محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شنیدیم کہ خدائے تعالیٰ بسوگند یاد کند بہ زندگانی کسے سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابوالجوزا رگفتہ بسوگند یاد نہ کرد خدائے تعالیٰ بر زندگانی کسے سوائے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کریم ترین تمام خلق است نزد او سبحانہ۔

و منها قوله تعالى :

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ

وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ۔

لہ بیاد ہجر (پ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) لہ ما (پ) لہ پیش (پ) لہ اے محمد

x (پ) لہ و معنی آن بسوگند (پ) کہ جلال (ذ) لہ و x (ذ) لہ نافرید (پ) لہ سوگند

یاد کرد (پ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) لہ سوگند (پ) لہ کسے لہ (ذ)۔

”یعنی قسم می خورم باین شهر درحالی که تو فرود آمده دریں شهر و قسم
بزانده و آنچه زائیده“

در لفظ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ چه قدر احوال قدر و بزرگی
اندازه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہادہ اند کہ ہر ذی ذوق سلیم بآں پے تواند بردو
در بعض تفاسیر آندہ کہ مراد از مَا وَلَدَ آنحضرت است۔

وَمِنْهَا قَوْلُهُ سَبَّحْنَهُ :

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ
يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔

” بدرستی کسانے کہ بیعت می کنند ترا جز ایں نیست کہ بیعت می کنند

بخدا، دست خدا بالای دستہائے ایشان است“

وَمِنْهَا قَوْلُ سُورَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَسُورَةِ وَالنَّجْمِ كَمَا مَثَلُ اسْتِ بَرِذِكْرِ مَعْرَاجِ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مسجد حرام سوئے مسجد اقصیٰ و از آنجا سوئے سماء علی از
آنجا سوئے اشرف مستوی و ذکر آیات قرآنی و احادیث نبوی و اقوال صحابہ و ائمہ
دریں باب بہ تطویل و اطناب می کشد و محققان صحابہ و ائمہ و مجتہدین برآں اند کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را معراج بجد مبارک در حال بیداری تا عرش مستوی واقع شدہ
و آنحضرت بشریف مناجات و مکالمہ الہی بے واسطہ و رؤیت و تجلی ذات مقدسہ
نور بصر یا نور بصیرت علی اختلاف فیما بینیم^{لہ} فائزہ گردیدہ و بجمال قرب و نزدیکی بمسافت
دَنَا فَتَدَلِّي فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى

لہ سوگند (پ) لہ بزائیدہ شد (پ) لہ بسوئے (ذ) لہ تطویل (ذ) لہ داشت

(پ) لہ فامرا (پ)۔

فی الجملہ باید دانست کہ قرآن مجید و فرقان حمید از اول تا آخر بجلالت و
نیابت جناب خاتم رسالت و برکمال حظوظ و علوم منزلت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دلیلے صادق است در ضبط و احاطہ آں تفسیر کبیر باید پرداخت۔

در اینجا بر آنچه مذکور شد اکتفا رفت کہ آیات مذکورہ برائے اثبات اینکہ
آنحضرت سید الانبیاء و المرسلین و اکرم الاولین و الاخرین علی رب العالمین و محبوب
ترین خلق جمعین سوئے ایزد تعالیٰ جل شانہ است و اینکہ او سبحانه آنحضرت را
بر جمیع انبیاء و مرسلین رتبه مقبوعیت و سیادت بخشیدہ و از انبیاء و مرسلین پیمان فرماید
و نصرت و یاری آنحضرت گرفتہ و این کہ او سبحانه رضا خواہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کافی و وفا فی است۔

و آسا الاحادیث النبویۃ فمنہا :

مَا رَوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ اللَّهَ قَسَمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ
قِسْمًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ أَصْحَابُ الْيَسِينِ وَأَصْحَابُ
الشِّمَالِ فَأَنَا مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ وَأَنَا خَيْرُ أَصْحَابِ
الْيَمِينِ ثُمَّ جَعَلَ الْقِسْمَيْنِ أَثْلًا ثَلَاثًا فَجَعَلَنِي
فِي خَيْرِهَا ثَلَاثًا فَذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى أَصْحَابُ

له مجید x (پ) له بجلالت و نیالت (پ) له خطوت و منزلت (پ) له تفسیر کبیر (پ)

له ہر (پ) له اکرام (پ) کہ ہماں (پ) له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) له من خیرم (پ)

له ثلاثا (ذ) له و ذلک (پ) له تعالیٰ x (پ) له ناصحاب (ذ)۔

السَّيْمَنَةَ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ وَالسَّبِقُونَ السَّبِقُونَ
فَأَنَا مِنَ السَّابِقِينَ وَأَنَا خَيْرُ السَّابِقِينَ ثُمَّ جَعَلَ
الْأَثَلَةَ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهَا قَبِيلَةَ وَذَلِكَ
قَوْلُهُ جَعَلَنِي شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَى اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ وَأَنَا اتَّقَى
وُلْدِ آدَمَ وَأَكْرَمُهُمْ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَلَا فَخْرَ ثُمَّ جَعَلَ
الْقَبَائِلَ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِهَا بَيْتًا فَذَلِكَ
قَوْلُهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

روایت کردہ اندل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ گفت
ابن عباس کہ فرمود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدرستی کہ خدائے
تعالیٰ تقسیم کرد مخلوق بدو قسم، جن و انس پس گردانید مرا از بہترین
قسم ایشان ^۱ و آل قول او سجانه است کہ یکے اصحاب یمن دوم اصحاب
شمال است پس منم از اصحاب یمن و من بہترین اصحاب یمن ^۲
پس خدائے تعالیٰ دو قسم را سے قسم گردانید، مرا در نیکو ترین ^۳ ان قسم
و آل قول او سجانه یکے اصحاب میمنہ و دوم اصحاب مشائمہ بیوم سابق
سابقا ^۴ اند، پس از سابقانم و من نیکو ترین سابقانم پس خدائے تعالیٰ

۱۔ ان اللہ سلیم خیر (ذ) ۲۔ وانا اتقی (پ) ۳۔ حضرت (پ) ۴۔ کہ (د) ۵۔
کہ خدایتعالیٰ کردید و قسم خلق انسان (پ) ۶۔ خلق (ذ) ۷۔ کہ (د) ۸۔ پس قسم از اصحاب یمن
(پ) ۹۔ قسم گردانید، باید ۱۰۔ تعالیٰ شانہ (پ) ۱۱۔ سابقان (پ)۔

آں اثلاث را قبیلہ ہا ساخت و مرا از بہترین آں قبیلہ ہا ساخت و این قول
خدا است و گردانیدیم ما شمار اصول و گروہ ہا تا با ہم شناسید، بدستی
کہ کریم ترین شمارند خدا پرہیزگارترین شمار است، بدستی خداے تعالیٰ
دانا و آگاہ است، پس من اتمہم فرزندانِ آدم پرہیزگارترم و کریم ترین
ایشانم بر خدا و فخر نمی آرم،

س گردانید خداے تعالیٰ قبائل را خانہ خانہ، دار ہا پس
گردانید مراد بہترین خانہ ہا از روے خانہ، پس این قول او سجدہ است
منی خواهد خدا مگر اینکہ دور کند از شما پلیدیگی را اے اہل بیت و پاک گرداند
شمارا پاک گردانیدنی۔“

ومنتہا حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

أَنَا كَرِيمٌ وَوُلْدِ أَدَمَ عِنْدَ رَبِّي وَلَا فَخْرَ

” یعنی من کریم ترین فرزندانِ آدم نزد پروردگارم و فخر بدین نمی آرم۔“

ومنتہا حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما :

أَنَا كَرِيمٌ الْأَوْلِيَيْنِ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ

” یعنی من از خلق، اولین و آخرین کریم ترم و بدین فخر نمی برم۔“

ومنتہا ما روی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علیہ السلام :

لہ قبیلہ (پ) لہ از × (پ) لہ پرداخت (پ) لہ فی الاصل گردانیدم (پ) لہ

تا ما ہم شناسا بشید (پ) لہ کریم ایشتم (ذ) لہ محشر (پ) لہ خانہ دار ہا (پ) لہ در ×

(پ) لہ خانہ ہا (پ) لہ ای × (پ) لہ تا بگرد دور (پ) لہ و × (پ) لہ حدیث

لہ عنہا × (پ) لہ علیہ السلام × (پ)

آتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيَّ السَّلَامُ فَقَالَ لِي قَلْبَتُ مَشَارِقِ
الْاَرْضِ وَمَغَارِبِهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ
وَلَمْ اَرَ بَنِيَّ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ .

” روایت کردہ انداز حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انداز
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ فرمودہ آمد نزد من جبریل علیہ السلام پس گفت
برائے من کہ گردانیدم مشارق زمین و مغارب آں، پس ندیدم مردے فاضل تر
از محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ندیدم فرزند ان بیچک پدرے فاضل تر۔“
وا ز روایت ابن وہب است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
گفت کہ خدائے تعالیٰ گفت اے محمد از من بخواہ گفتم چه بخواہم اے پروردگار
کہ خلیل گرفتنی ابراہیم را و سخن گفتنی باموسے بے واسطه و برگزیدی نوح را و دادی
سلیمان را ملکہ کہ سزاوار نیست برائے کسے از پس او، پس فرمود خدائے تعالیٰ
آنچه ترا دادیم از جمله آں بہتر است، دادم ترا حوض کوثر و گردانیدم نام تو با نام خود کہ
ندا کردہ می شود بال در میان آسمان و گردانیدم زمین مر ترا و مرا مت ترا اظہور و
پاک تر و آمرزش کردم برائے تو آنچه پیش شد از گناہ و آنچه پس باشد پس می روی
در میان مردمان در اں حال کہ ہستی آمرزش کردہ شد برائے تو و نکردم آں اعزاز و
اکرام برائے کسے پیش از تو و گردانیدم دلہائے امت ترا مصاحف ایشان کہ ایشان

لہ فی (پ) لہ اسم از حلاً (پ) ولم ارنی (ذ) لہ کردہ اند x (پ) لہ اند (پ) لہ
علیہ السلام x (پ) لہ معارف (پ) لہ محمد رسول اللہ (پ) لہ فرزندان x (ذ) لہ ابن x
(پ) لہ خلیل اللہ (ذ) لہ را (ذ) لہ نزد (پ) لہ گناہ تو (پ) لہ از پیش
(پ) لہ انت (پ)

قرآن یاد می گیرند و پوشیده نگاه داشتند برائے تو شفاعت تو پوشیده نداشتند آل ابرائے
پیچک پیغامبرے جز تو۔

و در حدیث طویل آمدہ از قول فرشتگان بانحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مَا أَكْرَمَكَ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ مَعَكَ وَمَلَائِكَتُهُ

”چه بزرگ گردانید ترا بر خدائے تعالیٰ بدرستی خدا با توست و فرشتگان او“

در کتاب شفاء از ابو محمد مکی و ابواللیث سمرقندی و غیرہما آورده کہ آدم علیہ

السلام نزدیک معصیت خود گفت اے پروردگار! بحق محمد پیام زگناه مرا، پس خدائے

تعالیٰ مرا آدم را فرمود از کجا شناختی محمد را؟ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آدم علیہ السلام

گفت دیدم ہر جائے از بہشت نوشتہ :

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

و برایتے مُحَمَّدٌ عَبْدِي وَرَسُولِي، پس دانستم کہ بدرستی بزرگ ترین

خلق تو برتست، پس خدائے تعالیٰ آدم را توبہ بخشید و گناہ او را بپایم زید و ہمین است

نزد قابل این کلام، تاویل قول او سجدہ :

فَتَلَقَىٰ آدَمَ مِنْ تَرَابِهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ

”یعنی گرفت آدم از پروردگار چند کلمہ، پس خدائے تعالیٰ توبہ او پذیرفت“

و در روایتے دیگر مذکور است پس آدم گفت ہر کہ مرا آفریدی برداشتم سر خود را بسوئے

عرش تو، زنگاہ دریاں نوشتہ است

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

لہ چخیر (پ) لہ و فرشتگان او x (پ) لہ در کتاب (تا و غیرہما آورده x (ذ) لہ از x (پ)

لہ ما x (ذ) لہ است x (پ)

پس دانستم کہ بدرستی شان این است کہ نسبت ^{بچشم} بزرگ تر اندازہ، نزد تو از کسی کہ گردانی
 نام خود را با نام ^{تو} او، پس وحی فرستاد خدائے تعالیٰ سوئے آدم علیہ السلام بسوگند
 عزت و جلال من کہ بدرستی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آئینہ آخر پیغمبران است از
 ذریت تو، اگر او نبود سے نمی آفریدیم ترا، گفت و بود آدم علیہ السلام کنیت کردہ و شد
 ”بابی محمد“۔

وگفتہ اند بروایتی کہ کنیت کردہ شد ”بابی البشر“ یعنی بہ ابوت نام کے
 دیگر سوئے آنحضرت کنیت کردہ نشد و مروی است از شریح بن یوسف کہ
 بدرستی او گفت کہ بدرستی خدائے تعالیٰ را فرشتگانے اندگشت کنندگان بزمین
 کہ کثرت زیارت ایشان مرخانہ را است کہ درال خانہ احمد یا محمد نام است انہ
 جہت اکرام از ایشان کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راست کہ تعظیم کردند
 آل خانہ را کہ درال بہنام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است (حاشیہ نسخہ ز)
 وروایت کردہ است ابن قانع قاضی از ابی حمزہ کہ گفت فرمود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم ہر گاہ کہ مرا سوئے آسمان بردند ناگاہ بر عرش نوشتہ بود

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

و از ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی است برد بہشت نوشتہ است :-

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

لَا أَعَذِّبُ مَنْ قَالَهَا۔

”یعنی بدرستی من خدائیم، هیچ معبود جز من نیست، محمد رسول خدا است، عذاب

لہ بیچ کیے (پ) لہ دے (پ) لہ بر (پ) لہ کہ برائے (پ) لہ دین قانع (پ) لہ ابی حمزہ

(پ) لہ لا اعذب من قالها (ذ) لہ خدائیم (پ)

نکتم کسے را کہ این کلمہ گوید۔

امام جعفر صادق از پدر خود محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرد کہ چون بود
روز قیامت ندا کنند اکنندہ گو کہ بر خیز دہر کہ نامش محمد است، پس بگو کہ در آید
بہ بہشت از جنت کرامت نام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
و در مشکوٰۃ شریف است از حضرت امام جعفر صادق بن محمد از پدر ایشان

مروی است :

إِنَّ سَرَّ جُلَامٍ مِّنْ قُرَيْشٍ دَخَلَ عَلَىٰ أَبِي عَالِيٍّ بِنِ
الْحُسَيْنِ فَقَالَ أَلَا أَحَدٌ ثُكَّ عَنْ رَّسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلَىٰ حَدَّثْنَا
عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

”بدستی مردے از قریش داخل شد بر پدر ایشان یعنی پدر حضرت
محمد باقر، علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پس گفت حضرت علی بن
الحسین آیا خبر دسم ترا از پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، گفت ان
مرد آرسے خبر دہ مرا از ابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

قَالَ لَمَّا مَرِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَتَاهُ جِبْرَائِيلُ،

”گفت علی بن الحسین ہر گاہ کہ بیمار شد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم آمد نزد او و جبرئیل علیہ السلام“

۱۰۰ گوید (پ) ۱۰۰ روایت کردہ انداز حضرت امام جعفر صادق بن محمد باقر علیہ السلام (پ) ۱۰۰ روایت کردہ (پ) ۱۰۰

ندا کنند (پ) ۱۰۰ گوید (پ) ۱۰۰ از (پ) ۱۰۰ صادق (پ) ۱۰۰ فقال (پ) ۱۰۰ حسین (ذ) ۱۰۰ حضرت (ذ) ۱۰۰

حسین (ذ) ۱۰۰ گفت (تا) وسلم (پ) ۱۰۰ فرض (پ) ۱۰۰ حسین (ذ)۔

فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ تَكْرِيمًا
لَكَ وَتَشْرِيفًا لَكَ وَخَاصَّةً لَكَ يَسْأَلُكَ عَمَّا هُوَ أَعْلَمُ
بِهِ مِنْكَ يَقُولُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ أَجِدُنِي يَا جِبْرِئِيلُ
مَغْمُومًا وَاجِدُنِي مَكْرُوبًا.

پس گفت جبرئیل علیہ السلام کہ بدستی خدائے تعالیٰ فرستاده است مرا سوئے
تو برائے تکریم تو و برائے تشریف تو خاصتہ برائے تو کہ می پرسد از چیزے
کہ او سبحانہ دانایتر است باں، از تو می فرماید کہ چگونه می یابی خود را، گفت
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می یابم خود را سے جبرئیل عم گرفته و می یابم خود
ریخ گرفته :

ثُمَّ جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّانِي فَقَالَ لَهُ ذَلِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا رَدَّ أَوَّلَ يَوْمٍ ثُمَّ
جَاءَهُ الْيَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ يَوْمٍ وَرَدَّ
عَلَيْهِ كَمَا رَدَّ عَلَيْهِ.

پس ترم آمد جبرئیل علیہ السلام نزد آنحضرت روز دوم پس گفت با آنحضرت
ہماں سخن پس جواب باز داد مگر جبرئیل علیہ السلام را پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم چنانکہ جواب دادہ بود اول روز، پسترا آمد جبرئیل علیہ السلام نزد آنحضرت
روز سوم پس گفت جبرئیل با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چنانکہ گفتہ
بود اول روز و جواب باز داد آنحضرت بجبرئیل چنانکہ جواب دادہ بود بارہ

۱۰۰ قال (ذ) ۱۰۰ بیانی (پ) ۱۰۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) ۱۰۰ کہ خود را سے جبرئیل (پ) ۱۰۰

فرده فرده (ذ) ۱۰۰ جا ایوم (ذ) ۱۰۰ کہ بر (پ) ۱۰۰ را (پ) ۱۰۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) ۱۰۰ چنانکہ (ذ) ۱۰۰ -

وَجَاءَ وَمَعَهُ مَلَكَ يُقَالُ لَهُ اسْمُعِيلُ عَلَى مِائَةِ
 أَلْفِ مَلَكٍ وَكُلُّ مَلَكٍ عَلَى مِائَةِ أَلْفِ مَلَكٍ
 فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ فَسَأَلَهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ جِبْرِيلُ
 هَذَا مَلَكَ السَّمَوَاتِ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكَ مَا اسْتَأْذَنَ
 عَلَيَّ إِذْ مَجِي قَبْلَكَ وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلَيَّ إِذْ مَجِي بَعْدَكَ فَقَالَ
 اسْتَأْذِنْ لِي فَأَذِنَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ -

” و آمد ہمراہ جبرئیل علیہ السلام فرشتہ کہ اور اسمعیل گویند برصد ہزار فرشتہ
 کہ ہر فرشتہ برصد ہزار فرشتہ است، پس اذن خواست برائے آمدن بر
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، پس پرسید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم جبرئیل را ازاں فرشتہ پس ترا جبرئیل علیہ السلام گفت ای ملک الموت
 است کہ اذن درخواست دارد از تو، اذن نخواسته بود از پیچک آدمی پیش
 تو و نہ استیذان خواهد کرد از کسے بعد تو، پس گفت جبرئیل اذن بہ فرہائی
 برائے او، پس اذن داد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائے او،
 پس سلام کرد اں فرشتہ بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

ثُمَّ قَالَ يَا حَمْدُ إِنَّ اللَّهَ أَرْسَلَنِي إِلَيْكَ
 فَإِنْ أَمَرْتَنِي أَنْ أَقْبِضَ رُوحَكَ قَبِضْتُ وَإِنْ أَمَرْتَنِي
 أَنْ أَشْرُكَهُ تَشْرِكُهُ فَقَالَ وَتَفَعَّلُ يَا سَلَكُ السَّمَوَاتِ

سَلَكُ (ذ) سَلَكُ فَاسْتَأْذَنَ (پ) سَلَكُ قَالَ (پ) سَلَكُ قَالَ مَلَكَ الْمَوْتِ (پ) سَلَكُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ (پ) سَلَكُ (ذ) سَلَكُ وَوَالَهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (پ) سَلَكُ (ذ) سَلَكُ وَوَالَهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 (ذ) سَلَكُ (ذ) سَلَكُ فَإِنِّي (ذ) سَلَكُ وَتَفَعَّلُ (پ) -

قَالَ نَعَمْ بِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأُمِرْتُ أَنْ أُطِيعَكَ.

”پس آفت ملک الموت اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدرستی خدائے فرستادہ است مرا سوئے تو پس اگر فرمان دہی ہاں کہ قبض کنم روح تو قبض کنم و اگر فرمان دہی کہ بگذارم آں را بگذارم آںرا، پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود خواہی کرد (اے مامور مرا) اے ملک الموت کہتے آ رہے من فرمان دادہ شدم بآنکہ فرمان تو برم“

قَالَ فَنَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جِبْرِئِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ جِبْرِئِيلُ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ اشْتَقَّ إِلَى لِقَائِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَكَ الْمَوْتِ إِمْرًا لِمَا أُمِرْتُ بِهِ

”راوی گوید پس نغمہ لیت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسوئے جبرئیل علیہ السلام، پس گفت جبرئیل علیہ السلام اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بدرستی خدائے تعالیٰ مشتاق شدہ سوئے لقائے تو پس گفت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ملک الموت بجآرہ آنچه فرمان دادہ شدی ہاں، پس قبض کردہ روح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

ازیں حدیث کرامت و جلالت و محبوبیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ان دریافت و از زیارت حضرت جبرئیل علیہ السلام مر آنحضرت راتاسہ بار، فرستادہ جناب او سجائے برسم عبادت و بیچارہ پرستی و استغیذان

۱۔ گفت آنحضرت ملک الموت (پ) ۲۔ بدرستی خدائے تعالیٰ (د) و دفعہ (پ) ۳۔ کہ کہ (د) ۴۔ آرا (د) ۵۔ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم (پ) ۶۔ اے مامور (پ) ۷۔ ہاں (د) ۸۔ پس (پ) ۹۔ باینکہ (پ) ۱۰۔ قبض (پ) ۱۱۔ استغیذان (پ)

حضرت ملک الموت در باب ادراک شرف زیارت و در قبض روح پُر فتوح و مامور بودن ایشان از پیش گاہ حضرت رب العزت بہ فرمانبرداری آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عرض حضرت جبرئیل علیہ السلام اشتیاق جناب الہی، سوئے تقائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمنزلت و مکانت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ال بارگاہ پے توں برد۔

و در حدیث اسرار مروی است کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ از حال ملاقات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با انبیاء علیہم السلام روایت آورده و کلام ایشان و کلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر کرده، پس گفت :

إِنَّ مُحَمَّدًا أَشْنَىٰ عَلَيَّ سَرِيًّا

” بدرستی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شمار بہ پروردگارِ خویش آورد“

فَقَالَ كَلِّكُمْ أَشْنَىٰ عَلَيَّ سَرِيًّا وَأَنَا أَشْنَىٰ عَلَيَّ سَرِيًّا

” پس فرمود بہ ہر شمار شمار کہ در پروردگارِ خویش، من شمار کم بہ پروردگارِ

خویش“

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَنِي رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
وَكَافَّةً لِّلنَّاسِ أَجْمَعِينَ بَشِيرًا وَنَذِيرًا۔

” حمد خدائے تعالیٰ را آنکہ فرستاد مرا از ہمت رحمت برائے تمام

جہانیاں و فرستاد مرا فرستادنی عام برائے جمیع مردمان در آں حالے کہ مژدہ

رسانندہ ام و ترسانندہ ام“

وَأَنْزَلَ عَلَيَّ الْفُرْقَانَ فِيهِ تَبْيَانٌ كُلِّ شَيْءٍ

” و فرود آورد بر من فرقان را کہ در ال بیان ہر چیزے است“

لہ تقائے (پ) لہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ x (ذ) لہ و کلام ایشان x (ذ) لہ و نزل (ذ)۔

وَجَعَلَ أُمَّتِي أُمَّةً وَسَطًا

”وگردانیدہ امت مرا بہترین و گردانید امت مرا میانہ و ستودہ“
 وَجَعَلَ أُمَّتِي هُمَا أَوْلَىٰ وَلَهُمُ الْآخِرُونَ
 ”وگردانیدہ امت مرا کہ ایشان اولانند در دخول جنان و آخرانند
 در وجود در آخر زمان“

وَشَرَحَ لِي صَدْرِي وَوَضَعَ عَنِّي وَنَسِيَ
 ”یعنی و دل مرا کشاد برائے علم و حکم و بار رسالت از من فرود نهاد
 و توفیق تبلیغ آل داد“

وَرَفَعَ ذِكْرِي وَجَعَلَنِي فَاتِحًا وَخَاتِمًا
 ”و بالا برد داشت ذکر من و گردانید مرا فاتح و اول ہمد اولین و
 آخرین و آخر و خاتم انبیاء و مرسلین“

فَقَالَ اِبْرَاهِيمُ بِهَذَا فَضَلَكُمُ مُحَمَّدٌ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

”پس گفت ابراہیم باین فاضل شد بر شما سے انبیاء و محمد صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

و نیز در احادیث اسرار مروی است :

فَقَالَ لَدَرْبَةِ تَعَالَىٰ قَدِ اخْتَدَتْكَ حَبِيبًا
 فَهُوَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَةِ مُحَمَّدٌ حَبِيبُ الرَّحْمٰنِ۔

لہ خیرامۃ (پ) لہ الاخرین (ذ-پ) لہ علوم حکم (ذ) لہ وبالابرداشت (پ) لہ

اسرار x (ذ) لہ حبیباً x (ذ)

” پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را پروردگار او تبارک و تعالیٰ بدرستی حبیب گزینم ترا، پس آن مکتوب است در توراہ کہ محمد است حبیب الرحمن“

وَأَرْسَلْنَاكَ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَجَعَلْتُ أُمَّتَكَ
هَمًّا لَّوَلُونَ وَهُمْ الْأَخِرُونَ۔

” و فرستادیم ترا فرستادنی عام سوئے جمیع مردمان و گزیدانیدم امت
ترا کہ ایشان اند پیشرواں در سعود و پس آیندگان در وجود“
وَجَعَلْتُ أُمَّتَكَ لَا يَجُوزُ لَهُمْ خُطْبَةٌ حَتَّى
يَشْهَدُوا وَأَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي۔

” و گزیدانیدم امت ترا کہ روان بود برائے ایشان خطبہ تا کہ گوای
ندہند، تو بندہ منی و فرستادہ منی“

وَجَعَلْتُكَ أَوَّلَ النَّبِيِّينَ خَلْقًا وَآخِرَهُمْ بَعَثًا
” و گزیدانیدم ترا اول پیغمبران در خلقت و آخر ایشان در بعثت“
وَاعْطَيْتُكَ سَبْعًا مِنَ الْمُثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ
” و دادم ترا ہفت از مثنائی یعنی فاتحہ قرآن کہ ہفت آیت است در اول
یا ہفت سورت طوال کہ در قرآن است“

وَلَمَّا أُعْطِيَهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ
” و ندادم آن را بیچک پیغمبر پیش از تو“

لہ پر (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) لہ فرستادم (پ) لہ ستود (ذ) لہ امت ترا
x (ذ) لہ دران است (پ) لہ و نداده ام (ذ)۔

وَاعْطَيْتُكَ خَوَاتِمَ سُورَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ كَنْزٍ
تَحْتَ عَرْشِي لَمَّا عَطَيْتُهَا نَبِيًّا قَبْلَكَ -
” و دادیم ترا آخر آیتها که بدان سوره بقره تمام گشت از گنج زیر عرش من
و دادیم آل پیغمبر را پیش از تو “

وَجَعَلْتُكَ فَاتِحًا وَخَاتِمًا

” و گردانیدم ترا اول همه پیغمبران و آخر ایشان “

و در حدیث آمده :

أَنَا سَيِّدٌ وُلِدَ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَبِيَدِي
لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ
فَمَنْ دُونَهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنَشَقُّ
عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ -

” یعنی من سرور فرزندان آدم هستم بر روز قیامت و در دست من نشان
حمد است و فخر نمی کنم و نیست هیچ پیغمبر در آن روزند آدم و کسیکه
جز او است مگر زیر لوائے منست و من هستم اول کسی که تنگ گرفته شود از او
زمین و فخر نمی آرم “

و نیز مروی است :

أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَكُونَ إِبْرَاهِيمُ وَعِيسَى فِيكُمْ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّهُمَا فِي أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ -

له آخراً (ذ) له آن را (پ) له و (ذ) له سواہ (پ) له نکم (پ) له

و (ذ) له مکم (ذ) -

” آیا خوشنودنی شوید بیدال کہ باشند ابراہیم و عیسیٰ در شمار روز قیامت

بدرستی کہ آل ہر دو در امت من ہستند بروز قیامت “

بالجملہ آیات قرآنی و احادیث نبوی دریں باب چنداں بے شمار اند کہ اگر
احصاء و استقصائے آل باید ساخت، دفتر ہا باید پرداخت و اگر کسے سوئے حصر و
ضبط آل روئے آرد و خود را تمام عمر عزیز دریں شغلِ شریف مصروف دارد ہنوز اند
ہزار، یکے واز بسیار، اند کہ منجملہ مواہبِ الہی و مناقبِ نامتناہی کہ در ذاتِ ستودہ
صفات آل سید ممکنات و سرور کائنات، برگزیدہ مخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بودہ اند بہ حیثہ بیان ناوردہ باشد۔

چوں بالاجمال بعض مراتبِ عز و اجلالِ آل برگزیدہ حضرت ایزد متعال
بادراک و اطلاع و جملہ از فضائلِ جمیدہ و مناصبِ جلیلہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم را بہ حضرت او تعالیٰ باستماع در آودہ شد، حالاً بگوشِ دل و بتوجہِ کامل
باید شنید کہ چوں معلوم شد کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در بارگاہِ کبریا و جہتے
و کرامتے و رتبہِ محبوبیت و منزلتِ مقبولیت آنچنان است کہ کسے را اند اولین و آخرین
و احدے را اند انبیاء و مرسلین در آل حضرت مشارکت و مسابقت نیست و سابق
معلوم شدہ کہ مرتبت و جاہت و کرامت و رتبہِ محبوبیت، سببِ قبولِ شفاعت و پذیرائی
سفارش است، الحال تظنن باید کرد کہ شفاعتِ کبریٰ مقبولہ، خاصہ منصبِ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شفاعتِ آنحضرت بلاشبہ مقبول و مستجاب و آنحضرت صلی اللہ

۱۰ شوندا آنکہ اپ) ۱۱ اگر × (ذ) ۱۲ در (خود را × ذ) ۱۳ از (ذ) ۱۴ کہ برگزیدہ (پ)

۱۵ حضرت × (ذ) ۱۶ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم × (پ) ۱۷ مقبولیت (تا) کسے × (پ) ۱۸

در اصل نسخہ بسبب۔

تعالیٰ علیہ وسلم رحمتِ ہمہ عالمیاں و ملجا و پناہِ اجنتہ و ملائکہ و آدمیان و بہ برکتِ وجودِ فالض^ہ
الجودِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشرکینِ مکہ از عذابِ الہی بالتشریفِ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکہ مشرفہ در امان ماندند،
وذلك قوله :

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ
وہر گاہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مکہ شریفہ بہ طیبہ منیفہ تشریف^ہ
الذاتی داشتند، خدائے تعالیٰ مشرکینِ مکہ را بعذاب در گرفت و مومنان را
برایشان متسلط و غالب و تیغہائے مسلمانان را در آہنا حاکم گردانید و زمین و دیار
و اموال ایشان غنیمت و نصیبِ اہل اسلام فرمود،
وذلك قوله تعالیٰ :

وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ
یعنی چسیت برائے ایشان کہ عذاب نکند ایشان را خدائے تعالیٰ
چوں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از آنجا تشریف فرمائے
مدینہ مقدسہ شدند،

و مقبول بودن شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در عفو
جرائم گناہکاران و رفع درجات نیکوکاران از روئے کتاب و سنت ثابت است
اما الكتاب فمنه قوله تعالیٰ :
وَاسْتَغْفِرْ لِدُنُوبِكِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

لہ جن (ذ) ۱۰۰ فانزل الجود (ذ) ۱۰۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، (پ) ۱۰۰
مقدسہ (پ) ۱۰۰ شریف (ذ) ۱۰۰ تعالیٰ (ذ) ۱۰۰

ظاہر است کہ آمرزش خواستن برائے مؤمنین و مؤمنات، شفاعت برائے
 ایشان است و او سجانہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را امر فرمود برائے ایشان
 شفاعت کند و آمرزش خواهد، پس از دو حال خالی نیست، یا این شفاعت مقبول شود
 یا نہ، و ثانی باطل است زیرا کہ بریں تقدیر لازم می آید کہ امر عبث و بے سود بلکہ از قبیل
 سحر یہ نامحرم یا اخلاف موعود باشد العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک فتعین الاول و هو المقصود،
 و منہ قولہ تعالیٰ :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ
 فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ
 لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا

یعنی اگر آن منافقان وقتیکہ ظلم کردند بر خود با باز نکاب نفاق،
 می آوردند بر توبہ برائے اعتذار پس آمرزش می خواستند از خدا کے
 تعالیٰ بتوبہ از نفاق و اختیار اخلاص کے و آمرزش می خواست رسول برائے
 ایشان از جرائم کبیرہ ایشان بر آئینہ می یافتند خدا را توبہ پذیر و
 رحیم فرما،

ازیں آیه کریمہ معلوم شد، توبہ پذیرفتن و رحم آوردن او سجانہ معلق است
 بر استغفار ایشان از نفاق و شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائے ایشان
 از کبار ذنوب و اگر العیاذ باللہ شفاعت آنحضرت را، بیچگونہ بسببیت نبود کے کلمہ

له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) له فرموده (پ) له خدای تعالیٰ x (پ) له
 اخلاص x (پ) له پذیرفتن x (ذ) له متعلق (پ) له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ)
 له است (ذ)

وَاسْتَغْفِرَ لَهُمُ الرَّسُولُ فَاذْنَبَتْهُ -

و در مدارک آورده که اعرابی بر قبر مقدس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسید
خود را بر قبر مقدس انداخت و خاک قبر مہمبون بر سر خود کشیدہ گفت ای رسول خدا!
بر خود ظلم کردہ ام و توبہ و استغفار آورده ام، تو برائے من آمرزش بخواہ، از ہمایوں قبر
ندار آمد کہ آمرزیدہ شدی از گناہ، آہے افادت شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یکساں و وجاہت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہر حال در بارہ گاہ ایند مستعال و
محبوبیت آل کامل الجلال و جمیل الکمال در حضرت ذی الجلال کہ در ہر دو صفت سبب
قبول شفاعت است در حیات و بعد وفات یکساں است۔

وسنہ قولہ تعالیٰ :

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ وَ لَسَوْفَ
يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔

” بر آئینہ آخرت بہتر است برائے تو از اولی یعنی در آخرت منزلت
تو خواہد افزود و تو مرجع و جائے جمع خلایق روز قیامت خواہی بود، آئینہ
سرا انجام خواہد داد مر ترا پروردگار تو پس خوشنود خواہی شد،“

و جب استدلال اولاً این است کہ خدائے تعالیٰ فرمان داد آنحضرت را
بآمرزش خواستن برائے مومنین و مومنات در دنیا و پیر ظاہر است کہ کسے چیزے
از کسے می خواہد خوشنود نمی شود باین کہ درخواست اور دکردہ شود، خود سند نمی گردد

لہ و شہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ کن (ذ) لہ آفریدہ شدہ (ذ) آمرزیدی شدی (پ)

لہ آنحضرت (ذ) لہ کمال (ذ) لہ سبب (ذ) لہ مات (پ) لہ بر یکساں (پ)

لہ و الآخرة (پ) لہ فرضی (پ) لہ در اصل نسخہ ترا (ذ) لہ مومنات (پ)۔

مگر باجابتِ آن و خدائے تعالیٰ وعدہ مؤکد فرمود یابیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ خواہد داد تا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشنود و خواہد شد، پس این وعدہ موثق است برائے قبول شفاعت در حق مؤمنین و مؤمنات۔

و ثانیاً این است کہ آثار بسیار وارد اند یابیں کہ خوشنودی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در آمرزش گناہگار ان امت بود و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہموارہ در چارہ سازی گناہگار ان امت خود بوده اند تا ایشان از عذاب نار دستگار شوند پس این وعدہ کہ بتاکید برائے خوشنود کہ دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وارد شدہ است وعدہ دستگاری امت او بسبب شفاعت و وجاہت و محبوبیت آنحضرت است و مروی است کہ چوں ایں آیت نازل شد آنحضرت فرمود :

إِذَا لَأَسْرَضِي وَوَاحِدًا مِّنْ أُمَّتِي فِي النَّارِ

ازیں روایت بہ ثبوت پیوست کہ بیچک از مومنان امت آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نخواہد بود کہ آنحضرت در حق او شفاعت نخواہد نمود۔

از حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی است کہ :

أَهْلُ الْقُرْآنِ يَقُولُونَ أَسْرَجِي آيَةَ قَوْلِهِ تَعَالَى

يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَيَّ أَنْفُسِهِمْ وَأَمَّا

أَهْلُ الْبَيْتِ فَيَقُولُونَ أَسْرَجِي آيَةَ قَوْلِهِ تَعَالَى

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى، إِنَّهَا الشَّفَاعَةُ

كِيُعْطِيَهَا فِي أَهْلِ لَأِ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حَتَّى يَقُولَ رَضِيْتُ۔

” یعنی اہل قرآن می گویند کہ امید دہندہ ترین آیتے قول او تعالیٰ است

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ باید کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) کہ ازیں رو بہ (پ) کہ اہل القرآن (پ)

يَعْبَادِي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَيَّ اَلْغُفْرَةَ هَمَّ، انا اهل بيت گویند که امید و بندہ
 ترین آیتتے قول او تعالیٰ است و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى
 بدرستی آل عطیہ شفاعت است کہ ہر آسنہ خواهد داد او سجانہ آل شفاعت را
 وراہل لا الہ الا اللہ تا این کہ خواهد گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 خوشنود شدم

و از حضرت امام جعفر صادق روایت کرده اند :

رَضِيَ جَدِّي أَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ مُوْحِدًا

” خوشنودی جد من یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است

کہ در نیاید در دوزخ هیچ توحید کنندہ “

در مشکوٰۃ شریف از صحیح مسلم از عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ

عنه روایت کرده :

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللَّهِ
 تَعَالَى رَبِّ إِثْمَنَ أَضْلَلَنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ
 تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَقَالَ عَلِيٌّ إِنَّ تَعَدَّبَهُمْ
 فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أُمَّتِي
 أُمَّتِي وَبِكِي فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا جِبْرَائِيلُ إِذْ هَبْ
 إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبِّكَ أَعْلَمُ فَاَسْأَلُهُ مَا يَبْكِيهِ فَأَنَاءَهُ

له آیت قرآن (پ) له است (ذ) له فبدرستی (ذ) له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ)

له در اصل نسخہ شوم له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) له کہ (ذ) له انهم اضلین (پ)

له ان تعذبهم عبادک (پ)

جِبْرِئِيلُ فَسَأَلَ فَأَخْبَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ فَقَالَ اللَّهُ لِيَجِبْرِئِيلُ
إِذْ هَبَّ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ
وَلَا نَسْوُوكَ -

”یعنی بدرستی کہ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواند قولِ خدائے تعالیٰ
اے پروردگار! بتاں گمراہ کہ وہ اند بسیار سے را از مرد ماں پس کسے کہ
پیروی من کن دان من است و این مقولہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
است و گفت عیسیٰ اگر عذاب کنی ایشان را پس بدرستی ایشان بندگان
تواند، پس برداشت آنحضرت ہر دو دست خود پس گفت اے
یارِ خدایا! امت من! امت من! او کہ سیت، پس گفت خدائے
تعالیٰ اے جبرئیل رسوئے محمد و حال آنکہ پروردگار تو دانانہ است
پس پرس اورا چه چیز اورا می گریاند، پس آمد آنحضرت را جبرئیل
علیہ السلام پس پرسید جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم را، پس خبر داد جبرئیل را پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بآنچه کہ گفتہ، پس گفت خدائے تعالیٰ بہ جبرئیل کہ برو سوئے محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم پس بگو کہ بدرستی ما عنقریب خوشنود خواہیم کرد ترا در امت
تو و ناخوش نخواہیم کرد ترا“

ازین حدیث شریف مقدار شفق و رأفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۔ انارضک (پ) ۲۔ از آن من (ذ) ۳۔ ایشان (ذ) ۴۔ علیہ السلام (پ) ۵۔ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم (پ) ۶۔ خواہیم (ذ) ۷۔ خواہم کرد (پ)

برحال امت خود و رافت و محبتِ خدائے تعالیٰ با آنحضرت و رضا خواستنِ او سبجانہ برائے
ایشان و پذیرا کردن او تعالیٰ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارہ امت
اوتانکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راضی شوند تو ان دریافت و ازین حدیث معنی
قول او سبجانہ و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ تو ان فہمید۔

ومنها قوله تعالى :

عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

” نزدیک است کہ بفرستد ترا پروردگاری تو در مقامِ محمود“

انہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کردہ اند کہ می گفت بد رستی مردمان در
روزِ قیامت، جماعتِ جماعتِ خواهند گشت، ہر امتی در پی پیغامبر خود خواهند
رفت و خواهند گفت کہ اے فلاں! شفاعت کن برائے ما، اے فلاں! تا نہایت
گیر و شفاعت بہ پیغامبرِ مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس ہماں روز لیست کہ خواہد فرستاد
آنحضرت را خدائے تعالیٰ در مقامِ محمود۔

وانہ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی است کہ پرسیدند ازین آیت
رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود کہ آن شفاعت
است و کعب بن مالک انہ آنحضرت روایت کردہ کہ حشر کردہ خواہند شد مردمان در روز
قیامت پس من و امت من در بلندی خواہیم بود و خواہد پوشانید مرا پروردگاری من حلقہ سبز
پس خواہیم گفت آنچه خواست خدائے تعالیٰ اینکہ بگویم، پس ہماں مقامِ محمود است۔
وانہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مروی است

لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) کہ شود (پ) کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ)

ہے و گفت ابن مالک (ذ) کہ خواہم بود (پ) کہ خواہیم (ذ)

کہ بد رستی مقام محمود مقامیست از راستائی عرش کہ با ایستادن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
در اں مقام کہ نہ ایستد در اں غیر او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ہمہ غبطہ کنند با و علیہ السلام
پیشینیاں و پسینیاں در اں مقام۔

و در روایتی آمده کہ فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اَلْ مَنْ مَقَامِ مُحَمَّدٍ مَقَامِ
کہ شفاعت کنم در اں مقام برائے امت خویش۔
و از حدیثی آورده اند کہ گفت :

يَجْمَعُ اللَّهُ النَّاسَ فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ حَيْثُ
يَسْمِعُهُمُ الدَّاعِيَ وَيَنْفُذُهُمُ الْبَصَرَ حِفَاةً
عُرَاةً كَمَا خُلِقُوا سَكُوتًا لَا تَتَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِذَنْبٍ۔

”جمع کرد اند خدائے تعالیٰ مردمان را در زمینے هموار، جائے کہ داعی

ایشان شنواند و بصر بہ ہمہ ایشان رسد، در اں حال کہ بر بہنہ پا و اندام
بود چنانکہ آفریدہ شدہ بودند و خاموش باشند، سخن نگویند، هیچ نفس جز
بہ پروا نگی پروردگار۔“

فَيُنَادِي مُحْتَمِدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”پس ندا کند خدائے تعالیٰ محمد را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ

وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ۔

”پس بگوید آنحضرت بطاعت تو ایستادم و نیک بختی از دست و ہمہ نیکی

لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) لہ لای تکلم (پ) لہ بودند (ذ) لہ سخن x (ذ) لہ بگو

(پ) لہ شفاعت ایستادم (ذ)

از تو بود و بدی را سوائے تو نسبت کرده نشود یا گویند بدی سوائے تو
بالا نرود“

وَ الْهُتَدِي مَنْ هَدَيْتَ وَعَبْدُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ
”راہ یا بندہ کسے است کہ تو او را راہ نمودی و بندہ تو پیش تو ایستادہ
است بطاعتی کہ فرمودی“

وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِلَيْكَ لَمَلْجَأٌ وَلَا مَنْجَأُ مِنْكَ
إِلَّا إِلَيْكَ-

”و مرترا است حمد و سوائے تست و نیست جائے پناہ و جائے نجات
از تو مگر سوائے تو“

تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ سُبْحَانَكَ رَبِّ الْبَيْتِ
”بزرگی و برتری و پاکیزگی مرترا است از آنچه نام سرا است اسے پروردگار
کعبہ!“

فَذَلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللَّهُ

”پس ہمیں مقام محمود است آنکہ ذکر فرمود آنرا خدا نے تعالیٰ“

و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما گفتہ :

إِذَا دَخَلَ أَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَأَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ
فَتَبْقَىٰ آخِرُ مَرَّةٍ مِنَ الْجَنَّةِ وَالْآخِرُ مَرَّةٍ مِنَ
النَّارِ فِي النَّارِ-

”چوں در آید اہل دوزخ در دوزخ و اہل بہشت در بہشت، پس

۱۔ تو (پ) ۲۔ لہ لعل لعل لعل (ذ) ۳۔ لہ جائے پناہ و (ذ) ۴۔ لہ فی الاصل ”تو“

باقی بماند آخر گروہ از اہل بہشت و آخر گروہ اہل دوزخ در دوزخ ۱
 فَتَقُولُ نُرْمَرَةُ النَّارِ لِرُمَرَةِ الْجَنَّةِ مَا نَفَعَكُمْ
 اِيْمَانُكُمْ۔

”پس بگوید گروہ دوزخ مرگروہ بہشت را کہ سود نکر د شمارا ایمان شما“
 فَيَدْعُونَ رَبَّهُمْ وَيَضْجُونَ فَيَسْمَعُهُمْ اَهْلُ
 الْجَنَّةِ فَيَسْئَلُونَ اَدَمَ وَعَئِيرَةَ بَعْدَهُ فِي
 الشَّفَاعَةِ لَهُمْ۔

”پس بخوانند پروردگار خود را و نالش و فریاد کنند، پس شنوند
 ناله ایشان را اہل بہشت، پس سوال کنند آدم و غیر او را، پس او،
 در شفاعت برائے ایشان ۱“

فَكُلٌّ يَعْتَذِرُ حَتَّى يَأْتُوا مُحَمَّدًا فَيَشْفَعُوا
 لَهُمْ فَذَلِكَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ۔

”پس ہمہ پیغمبران عذر نمایند تا کہ اہل بہشت در حضرت محمد صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم آیند و آنحضرت برائے ایشان شفاعت نمایند، پس
 ہماں مقام محمود است ۱“

و مروی است کہ حضرت جابر بن عبد اللہ برائے یزید فقیر گفت آیا شنیدی مقام
 محمد را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی آن مقام کہ خواہد فرستاد آنحضرت را خداے تعالیٰ
 در آن مقام، یزید گفت آری، جابر گفت بدرستی آن مقام محمد است کہ محمود نام دارد و
 آنکہ بیرون آرد خداے تعالیٰ بدان مقام کسے را کہ بیرون آرد اند دوزخ

لہ باقی × (پ) لہ خود × (پ) لہ کنند × (پ) لہ تا آنکہ، باید شہ کہ یعنی (پ)

و ذکر محمد جابر حدیث شفاعت در بر آوردن عاصیان امت از دوزخ و همچنین از انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ گفت پس ہمیں مقام محمود است آنکہ وعدہ کردہ است خدائے تعالیٰ
با آنحضرت، و از شیبان آمدہ کہ بدستی مقام محمود شفاعت است در امت بروز قیامت
قتادہ گوید :

كَانَ أَهْلُ الْعِلْمِ يَرَوْنَ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ شَفَاةً

يَوْمَ الْقِيَامَةِ

” بودند اہل علم می دانستند مقام محمود را شفاعت آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم بروز قیامت“

وَإِنَّمَا السُّنَّةُ فَمِنْهَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ :

لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُوُ بِهَا وَ اخْتَبَأْتُ

دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

” یعنی ہر پیغمبر سے را دعوت مستجاب است کہ دعا کند بدل آن ومن پوشیدہ

داشتم دعوت خود را برائے شفاعت امت خود بروز قیامت“

اہل علم گفتہ اند کہ معنی حدیث این است کہ ہر پیغمبر را دعوتے مستجاب آنچنان

است کہ اجابت آن لازم گرفتہ شدہ و با اجابت آن وقت دعوت یقین دادہ شدہ است

و الّا برائے ہر پیغمبر سے دعوات بسیار مستجاب اند و برائے پیغمبر یا کہ دعوات

مستجابہ خارج از حصر و حساب - ازہل حدیث ثابت است کہ شفاعت و دعائے

آنحضرت را برائے ایشان بالیقین مستجاب و مقبول است -

۱۔ و ذکر محمد جابر حدیث شفاعت x (پ) ۲۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ x (ذ) ۳۔ گفت انس (پ) ۴۔

شفاعت و رأفت بروز قیامت (پ) ۵۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (پ) ۶۔ براں (ذ) ۷۔ کہ را نباید

وَمِنْهَا مَا رَوَى عَنْ النَّسِيِّ :

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا شَفَعَنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا كَثْرَتُ مَسَائِرِي فِي الْأَرْضِ مِنْ حَجَرٍ وَشَجَرٍ -

”گفت انس شنیدم پیغمبر خدا را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ می فرمودند بر آئینہ شفاعت خواہم کرد در روز قیامت برائے مردمانیکہ بیشتر انداز آنچہ در زمین است از سنگ و درخت“

وَمِنْهَا مَا رَوَى فِي الصَّحَاحِ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :

يَجْمَعُ اللَّهُ الْأَوْلِيَيْنَ وَالْآخِرِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيهِمْ تَمُّونَ أَوْ قَالَ فَيُلْهَمُونَ فَيَقُولُونَ لَوْ اسْتَشْفَعْنَا إِلَى رَبِّنَا -

فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”جمع کند خدائے تعالیٰ اولین و آخرین را بروز قیامت پس ہمہ نمکین شوند یا گفت کہ الہام کردہ شوند بدینکہ برائے طلب شفاعت روند، پس بگویند کہ اگر کسے را شفیع خواہیم سوائے پروردگار خود“

در بعض روایات آمدہ :

مَا جَاءَ بَعْضُهُمْ فِي بَعْضٍ

”برہم شوند مردمان، بعض ایشان در بعضے“

و از ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی شدہ :-

لَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (پ)

فَتَدْنُو الشَّمْسُ فَيَبْلُغُ النَّاسُ مِنَ الْغَمِّ
مَا لَا يُطِيقُونَ وَلَا يَحْتَمِلُونَ فَيَقُولُونَ لَا تَنْظُرُونَ
مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ

” یعنی پس نزدیک شود آفتاب پس رسد مردمان را از غم آنچہ طاقت
آں نیارند و برداشت آں ندارند، پس بگویند باہم آیامنی بنید کسے را
کہ شفاعت کند کسے برائے شما“

فَيَأْتُونَ آدَمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ آدَمُ أَبَوَالْبَشَرِ خَلَقَكَ
اللَّهُ بِيَدِهِ وَنَفَخَ فِيكَ مِنْ تَرْوِجِهِ وَأَسْكَنَكَ جَنَّةً
وَاسْجَدَ لَكَ مَلَائِكَتُهُ وَعَلَّمَكَ أَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ
إِشْفَعُ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ حَتَّى يُرِيحَنَا مِنْ مَكَانِنَا
أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ

” پس بیایند بر آدم علیہ السلام پس بگویند کہ تو آدم ابوالبشر،ستی
آفریدہ ترا خداے تعالیٰ بدست قدرت خود و دردمید در تو از روح خود
و جانے داد ترا در بہشت خود و ساجد گردانید برائے تو فرشتگان خود
را و آموخت ترا نامہائے ہر چیز، سفارش کن برائے ما نزد پروردگار
خود تا کہ راحت دہد ما را ازیں جائے دشواری، آیامنی بینی ایں دشواری
را کہ ما دریں ہستیم“

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ
قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَنَهَانِي هُنَّ

لہذا لا یحتملون (ذ) لہذا دراصل، کند x لہذا جنتہ (ذ)

الشَّجَرَةَ فَعَصَيْتُ، نَفْسِي، إِذْ هَبُّوْا إِلَىٰ غَيْرِي
إِذْ هَبُّوْا إِلَىٰ نُوحٍ -

”پس آدم علیہ السلام گوید کہ بدستی پروردگار من خشم کرده است
امروز خشم کردنی کہ مانند آن پیش ازین نکرده و بعد ازین مانند آن نخواهد
کرد و مرا از خوردن درخت منی کرده بود پس از من عصیان روی
نمود بر وید سوئے غیر من، بر وید سوئے نوح“

فَيَا تُونَ نُوحًا فَيَقُولُونَ أَنْتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَىٰ
أَهْلِ آلِهِ رُضٍ وَسَمَّاكَ اللهُ عَبْدًا شَكُورًا أَلَا تَرَىٰ
مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَىٰ مَا بَلَّغْنَا آلَا تَشْفَعُ لَنَا
عِنْدَ رَبِّكَ -

”پس بیایند بر نوح علیہ السلام پس بگویند کہ تو اول رسولان هستی
سوئے اهل زمین و نامیده است ترا خدا تعالیٰ بنده شکر، آیا
نمی بینی آنچه سیدہ است مارا، آیا شفاعت نمی کنی برائے ما نزد
پروردگار خود“

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ
قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَا يَغْضَبُ بَعْدَكَ مِثْلَهُ، نَفْسِي نَفْسِي -
”پس بگوید نوح علیہ السلام کہ بدستی پروردگار من خشم کرده است
امروز خشم کردنی کہ خشم نکرده است قبل ازین مانند این و خشم نخواهد کرد
بعد ازین مانند این و او علیہ السلام گوید نفسی نفسی“

و در روایت انس آمده :

وَيَذْكُرُ خَطِيئَتَهُ الَّتِي أَصَابَ سُؤَالَ سَرَبَةَ
بِغَيْرِ عَلْمٍ-

” و یاد کند نوح علیه السلام خطائے خود را که رسیده بود که آن

سوال او است مرپور دگاہ خود را به نجات پس خود بی علم “

و در روایت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آمده (در قول نوح علیہ السلام)

وَقَدْ كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُهَا عَلَى قَوْمِي

” یعنی خواہد گفتم نوح علیہ السلام به تحقیق بود مراد عورتی که

دعا کردم بدان مرقوم خود را “

إِذْ هَبُوا إِلَىٰ غَيْرِي إِذْ هَبُوا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ

فِي آثَةِ خَلِيلِ اللَّهِ-

” بروید سوئے غیر من، بروید سوئے ابراهیم که بدستی او خلیل اللہ

است “

فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنْتَ سَبَيْتَ اللَّهَ

وَخَلِيلَهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ إِنْ شَفَعْنَا عِنْدَكَ

أَلَا تَتْرَىٰ مَا نَحْنُ فِيهِ-

” پس بیایند برابر ابراهیم علیه السلام پس بگویند که تو پیغمبر خدا و خلیل او از

اہل زمین بدستی، سفارش کن برائے ماسوئے پروردگاہ خود آیامی بینی آنچه

ما در آن هستیم “

فَيَقُولُ إِنَّ رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا فَذَكَرَ مِثْلَهُ

وَيَذْكُرُ ثَلَاثَ كَلِمَاتٍ كَذِبُهُنَّ، نَفْسِي نَفْسِي

وَ لَكِن عَلَيْنِكُمْ بِمُوسَىٰ فَاِنَّ كَلِمَةَ اللّٰهِ -

” پس بگویدا براہیم علیہ السلام مانند آنچه نوح علیہ السلام فرمود و یاد کند
آں سہ کلمہ کہ بدو رخ گفتہ بود لیکن شما بر موسیٰ علیہ السلام بروید زیرا کہ او
ہم سخن پروردگار است “

فَاِنَّ عَبَدَاتَاۤءَ اللّٰهِ الشُّرَآءَ وَ كَلِمَةً
وَ قَرَبَةً نَّجِيًّا -

” زیرا کہ بدستی او بندہ ایست کہ داد خدائے تعالیٰ اور اتوریت و کلام
کہ دبا و نزدیک داد او را در حالت مناجات “

قَالَ فَيَا تُوْنِ مُوسَىٰ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَ يَذْكُرُوْ
خَطِيئَتَهَا الَّتِي اَصَابَ وَ قَتَلَهُ النَّفْسَ وَ لَكِن عَلَيْنِكُمْ
بِعِيْسَىٰ فَاِنَّ رُوْحَ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهُ -

” پس آیند بر موسیٰ علیہ السلام پس گوید موسیٰ علیہ السلام نسبتم برائے
شفاعت و یاد خواہد کرد خطائے را کہ رسید و کشتن خود جان قبطی، نفسی
نفسی، لیکن بر شما لازم است کہ بر عیسیٰ علیہ السلام بروید زیرا کہ او روح خدا
و کلمہ اوست “

فَيَا تُوْنِ عِيْسَىٰ فَيَقُوْلُ لَسْتُ لَهَا وَ لَكِن عَلَيْنِكُمْ
بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدٌ غَفَرَ اللّٰهُ
لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَ مَا تَاَخَّرَ -

” پس بیایند بر عیسیٰ علیہ السلام، پس بگوید برائے شفاعت نسبتم لیکن شما

لازم است کہ پروردگار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، او بندہ ایست کہ آمرزیدہ
است خدائے تعالیٰ مراد را از گناہان پیشین و پسین او،

فَيَا تُوتِي فَأَقُولُ أَنَا لَهَا فَأَنْطَلِقُ فَأَسْتَأْذِنُ
عَلَى رَأْسِي فَيُؤْذَنُ لِي فَإِذَا سَأَلْتُهَا وَقَعْتُ سَاجِدًا.

”پس بیایند بر من، پس بگویم من خاص برائے شفاعت ہستم، پس بدگاہ
روم و اذن خواہم از پروردگار، پس اذن دادہ شود برائے من، پس ہر گاہ
او تعالیٰ را بینم اتم سجدہ کنناں۔“

و در روایتی آمدہ :

فَأَتَى تَحْتَ الْعَرْشِ فَأَخْرَسَاجِدًا

”پس بیایم زیر عرش پس با فتم سجدہ کنناں“

و در روایتی آمدہ :

فَأَقُومُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَحْمَدُهُ بِمَحَامِدِ

لَا أَقْدِرُ عَلَيْهَا إِلَّا أَنْ يُؤْتِيَنِيهَا اللَّهُ.

”پس ایستادہ شوم پیش پروردگار پس حمد کنم او را با آن محامد کہ توانائی
بر او ندارم مگر آنکہ الهام کند مرا آن را خدائے تعالیٰ۔“

و در روایتی آمدہ :

فَيَفْتَحُ اللَّهُ عَلَيَّ بِمَحَامِدِ وَحُسْنِ الثَّنَائِ عَلَى

شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلَيَّ أَحَدٌ قَبْلِي.

”پس بکشاید خدائے تعالیٰ بر من از محامد و حسن ثناء بر خویش چیزی کہ

له یافتہ (پ) له پروردگار من (ذ)

کہ نکشادہ است بر کسے پیش از من“

فَيَقَالُ يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعِ رَأْسَكَ سَلِّ تَعْطَهُ
وَاشْفَعْ تُشَفِّعْ -

”پس فرمان دادہ شود اے محمد! سر خود بردار بخواہ (آنچہ خواہی) تا دادہ

شوی و شفاعت کن تا شفاعت تو قبول کردہ آید“

فَاِرْفَعِ رَأْسِي فَاَقُولُ يَا رَبِّ اُمَّتِي يَا رَبِّ
اُمَّتِي -

”پس سر خود بردارم پس گویم اے پروردگار! امت من امت من!“

فَيَقُولُ اَدْخِلْ مِنْ اُمَّتِكَ مَنْ لَّا حِسَابَ عَلَيْهِ
مِنَ الْبَابِ الْاَيْمَنِ مِنَ الْبَوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ شُرَكَاءُ
النَّاسِ فِيهَا سِوَى ذَلِكَ مِنَ الْبَوَابِ -

”پس خدائے تعالیٰ فرماید در آئینہ امت خود کسانے را کہ حساب

نیست بر آئینہ از درہ استیں از درہائے بہشت و ایشان شریک مردمان

دیگر اند در چیزے کہ در آئے ال باب است از ابواب“

و در روایت دیگر آمدہ است :

فَيَقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ! اِرْفَعِ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ
لَكَ وَاشْفَعْ تُشَفِّعْ وَسَلِّ تَعْطَهُ فَاَقُولُ يَا رَبِّ
اُمَّتِي اُمَّتِي -

”پس گفتہ شود برائے من اے محمد! سر خود بردار و بگو کہ شنودہ خواہ شد

برائے تو و شفاعت کہ مقبول خواہد افتاد، بخواہ کہ دادہ خواہی شد۔“

فِيَقَالَ اِنْطَلِقْ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ
مِّنْ بَرٍّ اَوْ شَعِيرَةٍ مِّنْ اَيْسَانٍ فَاخْرِجْهُ فَاَنْطَلِقْ
فَاَفْعَلْ -

”پس می فرماید کہ برو پس ہر کہ در دل او ہموزن یک دانہ گندم یا جو از

ایمان باشد اورا از آتش بروں آرم پس بروم پس بکنم“

ثُمَّ اَرْجِعْ اِلَى سَابِقِي فَاَحْمَدُةٌ بِتِلْكَ السَّحَابِ
وَذَكَرَ مِثْلَ الْاَوَّلِ وَقَالَ فِيهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ قَالَ فَاَفْعَلْ -

”پس باز برو پورہ دگار بروم و اورا محامد مذکورہ بخوانم و یاد کہ در حدیث مثل

حدیث اول و گفت در ان حدیث ہمچو دانہ خردل یعنی ہر کہ چون دانہ خردل

ایمان داشته باشد اورا از آتش برآرم بروم پس بروں آرم“

ثُمَّ اَرْجِعْ وَذَكَرَ مِثْلَ مَا تَقَدَّمَ وَقَالَ فِيهِ
مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ اَدْنَى اَدْنَى مِّنْ مِّثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ
فَاَفْعَلْ -

”پس باز بروم و ذکر فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مانند آنچه

بالا گذشت و فرمود در ان بار ہر کہ باشد در دل او اندک تر از دانہ خردل

برووں آرم، پس بکنم یعنی بروں آرم اورا از آتش“

له برة (ذ) له بفرماید (پ) له قال x (ذ) له بآورد (ذ) له ادنی سے بارہ (ذ)

له پس بکنم (تا) اورا x (ذ)

ثُمَّ أَرْجِعْ وَذَكَرَ فِي السَّمَرَةِ الرَّابِعَةَ فَيُقَالُ إِزْفَعُ
رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعُ وَاشْفَعُ تَشْفَعُ وَسَلْ تُعْطَى
فَأَقُولُ يَا رَبِّ اسْئَلْنِي فِي مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ.

” پس باز روم و یاد فرمود کہ در بارہ چہارمیں، پس فرمان دادہ شود بجائے
من کہ سر خود بردار و بگو کہ شنیدہ خواہد شد، شفاعت کن کہ مقبول خواہد افتاد
و بخواہ کہ دادہ خواہی شد، پس بگویم اے پروردگار! دستور سے دہ برائے
من در حق کسانے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ گفتہ اند “

قَالَ لَيْسَ ذَلِكَ إِلَيْكَ وَالْكِتَابُ وَعِزَّتِي وَكِبْرِيَاءِي
وَعِظْمَتِي وَجِبْرِيَاءِي لَا أُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ -

” فرمان شود نیست این مفوض مگر سو گند عزت و کبر یا رد عظمت و قہر
من ہر آئندہ بیروں آرم از آتش کسانے را کہ گفتہ اند لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ “
و در روایت قتادہ از آل حضرت آمدہ :

فَلَا أَدْرِي فِي الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ
مَا بَقِيَ فِي النَّارِ إِلَّا مَنْ حَبَسَهُ الْقُرْآنُ أَمْ حَبَسَ عَلَيْهِ
الْخُلُودُ -

” راوی گفتہ نمی دانم در بارہ سوئمی یا چہارمی پس گوید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اے پروردگار! نماندہ در آتش مگر کسے کہ حبس کردہ است او را
قرآن اے کسیکہ واجب شدہ بر اوے خلود در دوزخ “

باید دانست کہ ازین حدیث شریف کہ بطریق متعدده در کتب صحاح مروی است

چند مطالب ثابت می شوند۔

یکے آنکہ اولین و آخرین کیس در عوصاتِ محشر سر اسیمہ [ؓ] و مضطر بوده طریقے بجز وسیلہ جستن و شفیع خواستن در حضرت مالکِ داور نخواہند یافت و کسے از ایشان از پناہ بردن و وسیلہ آوردن سر بہ نخواہد یافت و ہر یک از اینہا اول سوئے آدم علیہ السلام و بعد ایشان سوئے دیگر رسل عظام خواہند شناخت و کسے از ایشان سوئے حضرت سید المرسلین سرورِ اولین و آخرین حبیب رب العالمین بار شفاعت نخواہد یافت، پس گنہگارے، نابنجارے از شفاعتِ محمدی نامیدوارے کہ بے استشفاع و وسیلہ جوئی بہ تقاضائے ہرزہ سرائی و یا وہ گوئی بر زبان آرد و عقیدہ دارد کہ بکسے التجار نکرده سوئے احدے روئے تو تسل ناوردہ بے سبب شفاعتِ محمدی مورد رحمت ایزدی خواہد شد، خیالش خام و سودالیش نا تمام است۔

دومی این کہ از ارشادِ فیض بنیاد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

فَاَقُولُ اَنْتَا لَهَا فَاَنْطَلِقُ فَاَسْتَاذِنُ عَلٰی رَبِّي

ظاہر و آشکار است کہ آنحضرت سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ پیش از فرمانِ الہی کہ سَلْ تُعْطَءْ وَاَشْفَعْ تُشْفَعْ بہ شفاعت ما ذون آنحضرت را استجابتِ شفاعت بہ یقین مقرون بود، چہ بے اذنِ الہی و یقین استجابتِ شفاعت از بارگاہِ ایزدی ارشادِ این کلمہ معنی ندارد، پس اذنِ ہمان است کہ در قرآن مجید ارشاد شدہ است :

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

و یقین باستجابت شفاعت از بشارت

و لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

و از آن جهت که شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعوت مستجابہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بوده است که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آن را برای امت خود پوشیده داشته با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاصل بود۔

سوئی این که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را در بارگاہ ایزدی غایت و نجات و کمال محبوبیت حاصل است چه هر یک از رسل او و العزم در آن هنگام بر خود لرزان و در کار خود حیران خواهند بود و آنحضرت در هر چه هنگام بسبب منزلت و وجاهت و محبوبیت و مقبولیت خود بر انجام سوال مستشفعین اقدام و برائے شفاعت ایشان تکفل سرانجام خواهد فرمود۔

چهارمی اینکه در نجات کسانی که منکر رسالت و مقرر توحید بودند، شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بسببیت و مداخلت خواهد بود و کسانی که اقرار توحید و رسالت دارند و سبحانه آمرزش و مغفرت بے توسط سبب شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نخواهد فرمود۔

پنجم آنکه غایت کرامت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر حضرت رب العزت ازین حدیث مستنبطی شود که اجابت و قبول و اسعاف مامول از پیش گاه حضرت ایزد متعال برائے دعا و سوال آنحضرت استقبال خواهد فرمود، چه پیش از دعا و سوال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمان خواهد شد سَلِّ تَعْطَىٰ وَاشْفَعْ تُشْفَعُ۔ ششم اینکه کمال شفقت و رحمت از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر حال امت

له ازین (پ) که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ذ) که اشفاق (ذ) که اینکه x (ذ)

ازیں حدیث معلوم می شود کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بجز فکر امت خود در روز محشر
 هیچ یک امر پیش نظر نخواهد بود چنانکه دیگر رسل را فکر ذات خود خواهد بود که نفسی نفسی خواهند
 گفت، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را فکر امت خود خواهد بود که امتی امتی خواهند فرمود۔
 ہفتم اینکہ اہل کبار از مومنین بہ فیض شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم نجات خواهند یافت، چہ البتہ مثقال ذرہ از ایمان دارند، پس بلاشبہ مشمول شفاعت
 آنحضرت خواهند بود و آنچه معتزلہ گمان می برند کہ شفاعت را در حظ کبار داخل نیست جہل و
 نادانی آل گروہ خذلان پڑوہ است۔

وَمِنْهَا مَا رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا،

عَنْ عَلِيٍّ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ :

يُوضَعُ لِلْأَنْبِيَاءِ مَنَابِرٌ يَجْلِسُونَ عَلَيْهَا وَ
 يَبْقَى مِنْ بَرِيٍّ لَا أَجْلِسُ عَلَيْهِ قَائِمًا بَيْنَ يَدَيِ
 رَبِّي مُنْتَصِبًا۔

”خواہند نما و برائے پیغمبران منبر ہا کہ بران خواہند نشست و خالی خواہند
 ماند منبر من، نخواہم نشست بران، کہ پیش پروردگار خود خواہم استاد“
 فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا تُرِيدُ أَنْ أَصْنَعَ
 بِأَمَّتِكَ۔

”پس بہ فرماید خدا کے تعالیٰ چہ می خواہی آنکہ بکنم با امت تو“

فَأَقُولُ يَا رَبِّ عَجِّلْ حِسَابَهُمْ

لہ ہیچیک (پ) لہ آنکہ (ذ) لہ خود (ذ) لہ چہ خواہی (ذ) لہ بکنیم

(پ)۔

” پس بگویم اے پروردگار! زود کن حساب ایشان“

فَيُدْعَىٰ بِهِمْ فَيُحَاسِبُونَ

” پس ایشان خوانده شوند، پس حساب کرده شوند ایشان“

فَمِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ وَمِنْهُمْ

مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِي -

” پس بعض ایشان کسے باشد کہ در آید بہ بہشت بہ سبب رحمت او

تعالیٰ و بعضے ایشان کسے باشد کہ در آید بہ بہشت بہ سبب شفاعت من“

وَلَا أَزَالُ أَشْفَعُ حَتَّىٰ أُعْطَىٰ صِكَاكًا بِرِجَالٍ قَدْ

أُمِرَ بِهَرْمٍ إِلَى النَّارِ حَتَّىٰ أَنْ خَازِنَ النَّارِ يَقُولُ يَا مُحَمَّدُ

مَا شَرَكْتَ لِغَضَبِ رَبِّكَ فِي أُمَّتِكَ مِنْ نَقْمَةٍ -

” و من ہمیشہ شفاعت کنم و از شفاعت باز نمانم تا آنکہ بدہند مرا کتابہائے

مغفرت بگردانیکہ بدرستی فرمان شدہ بود بہ بہت ایشان بدخول نار تا آنکہ خازن

دوزخ ہر آنکہ گوید اے محمد! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نگذاشتی برائے خشم

پروردگار خود در امت خود بیچک نغمہ“

ازیں حدیث ثابت شد کہ او سجانہ بسبب وجاہت و محبت آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم با امت محمدی معاملہ با سترضائے آنحضرت خواہد فرمود با ایشان حسب

خواہش آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعجیل در محاسبہ خواہد کرد و کسانیکہ بے گناہ

یا کثیر الخیرات خواہند بود بہ سبب رحمت الہی داخل بہشت خواہند شد و شفاعت آنحضرت

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت بہ ایشان در تعجیل حساب است نہ در نجات دادن اند

عقاب و کسانیکہ گنہگار و بے سیئاتِ اعمالِ خود گرفتار خواہند بود بسببِ شفاعتِ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ بہشت خواہند درآمد، در نجاتِ آنها شفاعتِ محمدی سبب
خواہد بود تا اینکہ بہ فیضِ شفاعتِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسانے کہ بدخولِ نام
مورثہ باشند، فرمانِ آمرزش یا بند و خازنِ دوزخ با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عرض کنند کہ پیچ کس را از امتِ خود برائے ختم پروردگار نگذاشتی۔

وَمِنْهَا مَا رَوَى عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ أُمَّتِي

” شفاعت من برائے اہل کبائر است از امت من “

وَمِنْهَا مَا رَوَى عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

أَتَانِي آتٍ مِنْ عِنْدِ رَبِّي فَخَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ

يَدْخُلَ نِصْفُ أُمَّتِي الْجَنَّةَ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ

فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَةَ وَهِيَ لِمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ

بِاللَّهِ شَيْئًا۔

” آمد بر من آئندہ از نزد پروردگار من، پس مخیر گردانید مرا در میان اینکہ

در آید نیم امت من در بہشت و در میان شفاعت پس اختیار کردم شفاعت

را و او آن شفاعت برائے کسی است کہ مرد در حالتے کہ شرک نہی گرداند

با خدا هیچ چیز را “

باجملہ آیاتِ بسیار و آثارِ بے شمار دریں باب وارد اند و فیما ذکرنا کفایتِ الحال

کہ تحقیقتِ شفاعت علی العموم مفہوم و حالِ شفاعتِ سیدنا سید الاولین و الآخرین علی الخصوص

منکشف و معلوم شد، اکنون در کلام لاطائل قائل کہ مستفتی سائل از صدق و کذب آن
استفسار کرده تا بل باید کرد و باید دانست کہ ہمہ آن کلام، از آغاز تا انجام، اوہام نامتام،
بلکہ سودائے پختہ و خیال خام است بچند وجوہ بہ۔

اول اینکہ بسم اللہ غلط، این قائل امیدواری بہ فراموشکاری نامیدہ، گناہگار
بے طاعت، امیدواران شفاعت را بخلط کاری نسبت کردہ خود در غلط و تغلیط
افتادہ، چہ باثبات رسید کہ اجابت شفاعت جناب حضرت سرور برائے اہل
کبارہ یقینی است، پس امیدواران را غلط فہم و فراموشکاری نامیدن چہ خود فراموشی و چہ
غلط فہمی و بددینی است، ہر کہ از شفاعت نومید باشد نومید ماند!

دوئم اینکہ این قائل سفارش را سہ قسم کردہ، در ہر قسم معنی سفارش راست
نمی آید، چہ در صورت اول و ثانی محکم و فرمان فرمائی و در صورت ثالث کہ بادشاہ خود بر مجرم
رحم آوردہ بیاسیر شدہ آئین خود اظہار رحم خود خواست کرد، ناچار بہانہ جستہ کسے
را شفاعت خواہ و سے نمودہ، نام عفو بزبان برد، تلبیس و غلط نمائی است، پس این
قائل یا جاہل متعالم است کہ معنی سفارش در فہم آدمی آید یا عالم متجاہل کہ معنی سفارش
واژگونہ می نماید۔

سوئم اینکہ این کس کہ صورت اول، شفاعت و جاہت نامیدہ است
ظاہراً معنی و جاہت نہ فہمیدہ یا معنی سفارش بہ فہم او نہ رسیدہ است، چہ در صورت مذکورہ
عفو جرمیہ بخوف مضرت در حال عدم قبول شفاعت است و این معنی نہ از لفظ شفاعت
مفہوم می شود نہ از لفظ و جاہت، معلوم نیست کہ این معنی از کجا بخاطر خطیر این تخریب خوش
تخریب منظور و لفظ مذکور از افادت معنی روداری از چہ وجہ برآمدہ در معنی مخترع با استعمال

لہ سرشتہ (پ) لہ متجاہل است (پ) لہ لفظ x (ذ)

درآمدہ در رسالہ عقائد مذکور، مسطور و در مشتے بازار یاں متعارف و مشہور شدہ۔
علاوہ ازیں در نص قرآنی انبیاء و رسل را بوجاہت ستودہ در حق حضرت

کلیم صلوات اللہ و سلامہ علیہ

وَ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا

در حق حضرت مسیح علیہ السلام

وَ جِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ

فرمودہ اند، اہل تفاسیر و جاہت را در آخرت بہ شفاعت تفسیر کردہ اند، و ازیں جا
تفسیر قرآن دانی این قائل توان دریافت۔

اگر کسے گمان برہ کہ این قائل اصطلاح کردہ است بر اطلاق شفاعت
و جاہت بر صورت اولی، و لا مشاحتہ فی الاصطلاح، و شک نیست در این قول
بتحقق صورت اولی در حضرت ایزدی سجانہ و تعالیٰ شرک و جہل است۔

گفتہ شود کہ اصطلاح و تفسیر در معانی الفاظی کہ در کلام الہی و احادیث نبوی
مستعمل اند و قرار دادن آل الفاظ بازائے معانی فاسدہ جائزہ و روانیست، چہ این
چنین اصطلاح پر داختن مردمان را در غوایت و عمایت انداختن است مثلاً اگر
کسے بے دینے بگوید کہ آنحضرت علیہ السلام رسول اللہ نیستند و این کلمہ در کتابے
کہ برائے تلقین عقائد بعامة تالیف کردہ باشد ثبت گرداند، ہر گاہ کسے برا و مواخذہ
کند کہ نفی نبوت و رسالت از آل حضرت کفر و انکارِ نصوص است، گوید کہ اصطلاح
کردہ شد بریں کہ نبوت و رسالت بمعنی غلبہ و تسلط است و شک نیست کہ اثبات
غلبہ و تسلط آل حضرت بر جناب باری عزوجل شرک و کفر است، آیا این بے دین

لہ تفسیر دانی (پ) لہ در اصل نسخہ "تحقیق" لہ تعبیر (پ)

در چنین اصطلاح معذور داشته خواهد شد و کلمه لامشاحتہ فی الاصطلاح عند خواہ او تواند شد کلاً آن مصطلح بجز در این اصطلاح کافر می شود۔

بچنان اگر کسی گوید کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام عند اللہ وجیہ نیستند، و ہر گاہ کہ کسی برا و مواخذہ کند کہ نفی وجاہت ازاں حضرات کفر صریح است گوید کہ من اصطلاح کردہ ام بر این کہ در وجاہت تسلط و قدرت بر حضرت ما خود است و شک نیست در انتقار این معنی ازاں حضرات نسبت بخدائے تعالیٰ آن بے دین بجز در این اصطلاح از دائرہ ایمان بیقین بیرون گردد و کلمه لامشاحتہ فی الاصطلاح و جہ معذرت او نمی تواند شد۔

با این ہمہ این قائل دعوائے اصطلاح خود نمی کند، می گوید این صورت را شفاعت وجاہت گویند پس او باں شفاعت کہ مذکور شد در شفاعت اختلاف و افترا ہم گرفتار است، لغو ذب اللہ المتعال من الضلال والاضلال۔

چہ آرم این کہ قول او :

”اوس شہنشاہ کی یہ شان ہے“

باسباق کلام مربوط نیست بچہ معنی این کلام چنانکہ در مقام ثانی مذکور شد صحت تعلق تکوین بہ بزار ہا انبیاء و اولیاء و جنۃ و ملائکہ و بامثال جبریل امین و حضرت سید المرسلین صلوات اللہ و سلامہ علیہم است و این معنی را بانفی مدخلت کسے در کار خانجات ملک الہی ربط بین نیست چنانکہ اگر کسی گوید کہ در کار خانہ بادشاہ کد ام امیر یا وزیر داخل کثیر و تسلط کبیر است و ہرچہ او بہ بادشاہ می گوید بادشاہ را از اقبال آن برائے حفظ رونق و سلطنت ناگزیر، در نفی این کلام نتوان گفت کہ بادشاہ اگر خواہد دیگران را بہ منصب آل

۱۰ کند (ذ) ۱۱ در اصل نسخہ ”شفاعت“ است ۱۲ و ملائکہ امثال جبریل امین، باید لکھ کثیر (ذ)

امیر رساند و رعایا را با این امیر عالی منزلت برابر گرداند زیرا کہ این معنی دلالت بر نفی مداخلتِ امیر
در کار خانہ بادشاہی نمی کند۔

بلکہ چنین بلتے گفت کہ کسے را در کار خانجاتِ الہی مداخلت بیچگونہ نیست تا اند
رنج و ناخوشی او بے رونقی در کار خانجاتِ الہی تواند رسید، خواہ آن کس ممکن الوجود باشد یا
مستحیل الوجود و آن کس کثیر الامثال باشد یا بے نظیر و بے عدیل، پس این کلام با وصف
بطلانِ آل فی نفسہ چنانکہ در مقامِ ثانی می آید باسباق کلام، مربوط نمی نماید و اگر بہ تکلف
ربطے برائے آل بہم رسانیدہ آید انجامِ امین کلام در شاعتِ می افزاید، چنانکہ انشاء اللہ
تعالی عنقریب در مقامِ ثالث می آید۔

پنجم این کہ قول او

”اور سب لوگ اگلے اور پچھلے“ (الی آخرہ)

باسباق کلام چسپاں نیست، مناسب مقامِ امین بود کہ می گفت کہ ہر کس را رونق و بہا بخشد
او سجانہ است، پس کسے کارخانہ مملکت اور اچھے رونق تواند رسانید و ہر یک را نفع و
مضرت و رنج و راحت اومی رساند، ذاتِ مقدسہ را کدام کس سود و زیان و راحت
رنج تواند رسانید؟

این فقرہ را کہ اگر جمیع اولین و آخرین برابرہ جبرئیل و خاتم المرسلین شوند رونق
سلطنتِ آل مالک الملک نمی افزاید و اگر ہمہ دجال و شیطان فتورے و قصورے
در رونق مملکت او نمی آید باسباق انطباق نیست مگر بہ تکلف، آہے قابل را ازین
ہر فقرہ غرضے در خاطر مکنون و مقصودے در ضمیر مبطلون است کہ انشاء اللہ تعالیٰ در مقام

لہ در اصل نسخہ می نماید“ لہ اتمام (ذ) لہ شفاعت (ذ) لہ نیا (ذ) لہ بخشید (پ) لہ و ہر یک (تا) رسانید

(ذ) لہ در اصل نسخہ “اگر“ نیست لہ البیین (ذ) لہ مطون (ذ)

ثالث برآں آگاہی داده خواهد شد۔

ششم این کہ صورتِ ثانیہ را شفاعتِ محبت نامیدہ می گویند کہ این را شفاعتِ محبت می گویند، این ہم معنی اختراعی و تفسیرِ اختلافی^۱ این قائل است۔ سابق گذشتہ کہ شفاعت، بسببِ محبت مستشفع الیہ با شفیج مقبول می شود و اجابتِ شفاعت اثرے از آثارِ محبت و رضا خواستنِ حبیب مقتضایِ این صفت است، اضطرار و ناچاری و اندیشہ از رنجانیدن و دل آزاری در معنی شفاعتِ محبت داخل نیست در صورتی کہ نوبت با اضطرار و ناچاری رسد معنی شفاعت باطل می شود، در اں جامعاً حکم و فرمان فرمائی راست می آید۔

در تفسیر قولہ تعالیٰ

وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ

و دیگر ماسبق گذشتہ است کہ او تعالیٰ بسببِ محبتِ آنحضرت، رضاخواہ آنحضرت است، بلاشک و ریب شانِ محبت، رضا خواستنِ حبیب است و بیچک حبیب بدین راضی نیست کہ شفاعتِ او بحضورِ محب او مردود و متوسلِ او از حضرت محب مطرود گردد۔

ہفتم این کہ قائل کہ نفی شفاعتِ محبت در بارگاہِ کبریا از آنحضرت یا حضراتِ دیگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء می کند، از دو حال خالی نیست، یا اعتقاد دارد کہ او سبحانه را آنحضرت یا حضراتِ دیگر انبیاء و اولیاء محبت نیست تا شفاعتِ محبت متحقق شود و این خود کفر صریح و انکارِ نصوصِ قاطعہ و احادیث صحیحہ است، یا محبت را از اسباب قبولِ شفاعت نمی داند و این ہم بانکارِ نصوصِ صریحہ و احادیث

۱ در اصل نسخہ "اختلافی"

صحیحہ می کشد، چنانچہ در تفسیر وَالصُّحُفِ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ وَدَوَّكِرَ آيَاتِ وَأَعَادِيثِ
مذکور شد۔

و اگر گوید کہ اصطلاح کرده شد بریں کہ اضطرار و ناچارہی و اندیشہ رنج و دل آزاری
در شفاعت محبت ماخوذ است، جو البش همان است کہ در وجہ سویم گذشت۔
ہستم این کہ قول او

”مالک اپنے بندوں کو“

باسباق کلام مناسبت و التیام ندارد و چہ حاصل آں این است کہ ہمہ عباد مقررین از
ملائک و آدمیین بندہ اونہی توانند کہ بجز راہ بندگی یک قدم بیرون پویند، ازین لازم نہی
آید کہ کسے از ملائکہ و انبیاء، محبوب حضرت کبریا نباشد و شفاعت کسے بسبب محبوبیت
مقبول و پذیرا نہ گردد مگر در سوق کلام قائل را غرض پویشیدہ است کہ در مقام ثانی بر آں
تنبیہ خواہد رفت۔

نہم اینکہ ایں قائل صورت ثالثہ را شفاعت بالاذن نامیدہ است، حال آنکہ
معنی شفاعت بالاذن چنانکہ سابق معلوم شد، این است کہ شفاعت خواہ بعرض شفاعت
در حق مستشفع لہ بجنورہ مستشفع الیہ ماذون باشد، در اں شرط نیست کہ مستشفع الیہ پیش از
شفاعت بر آں مجرم کہ مستشفع لہ باشد رحم آوردہ بیاس حفظ آئین خود، ازہ گناہش
در گذر کردن نتواند، اگر پیش از شفاعت رحم آوردہ، باز شفاعت، سبب رحم و
آمرزش او نیست بلکہ دریں صورت، شفاعت لغو و بیکار است و اگر شفاعت نافع
است برائے مستشفع الیہ نافع است نہ برائے مستشفع لہ، چہ در صورت مذکورہ بدولت
شفاعت مستشفع الیہ پاسداری آئین سلطنت خود توانست کرد و بہانہ آں رحمت کہ منظور

لہ سبب (ذ) لہ ایں قائل (ذ) لہ بغرض (ذ) لہ سبب (پ)

کرد بظہور تو انست آورد و الایہ چارہ برائے حفظ قوانین آئین خود دریں صورت
 درگذر کردن طریقے نمی یافت اما تشفی لہ رحم آمرزگار سے و نجات او از پاداش کردار
 ناپنجار بکار است و آن خود پیش از شفاعت حاصل پس شفیع را بر حالش کدام منت و
 شفاعت را در باره نجاتش چه مدخل، قائل دریں جا بر سر انصاف است کہ خود اعتراف
 دارد باین کہ در حقیقت دریں صورت شفاعت متحقق نیست، بلکه بادشاہ برائے افزائش
 عزت آں امیر در دلمائے مردمان در ظاہر بنام نهاد شفاعت آں امیر، جرم مجرم عفو می کند
 فی الواقع این خود سفارش نیست کہ این را در رحم و آمرزش کردن در حق مجرم مدخل نیست۔
 مثلاً اگر کہ کدام خدمتگار باز تکاب نافرمانی کہ فتنه و مخدوم در ظاہر بزار و در
 باطن جو یائے بہانہ آمرزش آں کردار ناپنجار است بنا بر آں بکسے تلقین کرد کہ از ما
 استعفائے جرمیہ فلانے خدمتگار کنی و برائے کردار او آمرزش خواهی کہ ما آمرزش
 او منظور داریم، مگر بی پاس اینکہ نافرمانی در نظر خدمتگاران آسان نماید و در دل او در
 تعظیم و اجلال فرمان کمی نیاید، بے بہانہ و بے حجابانہ او درگذر نہ نتوانیم کہ دو آمرزش خود
 با ظہار نمی توانیم آورد، آں کس مرضی مخدوم دریافت برائے جرمیہ خدمتگار استغفار و
 استغفار کرد و مخدوم کہ جو یائے بہانہ بود استعفائے او مغتنم دانستہ ازاں خدمتگار
 درگذر کردنتوال گفت کہ این در حقیقت شفاعت است، چه این شفاعت در عفو و
 رحم مخدوم نسبت بحال آں خدمتگار بے دخل و بے کار است و اگر این شفاعت نافع
 است برائے مخدوم نافع است کہ بطفیل این شفاعت برائے او بہانہ درگذر، در
 ہم رسیدن برائے خدمتگار کہ سبب نجات او در رحم مخدوم اوست کہ پیش از شفاعت
 بوده است۔

لہ در اصل نسخہ "در صورت" لہ در اصل نسخہ "آمرزگاری نجات" لہ در اصل نسخہ "خدمتگاری" لہ درگذر x (پ)

و بچہ شفیع بر جانِ خدمتگار تا بہاں زمانِ منت تو اندہنا کہ خدمتگار حقیقت
 حال انکشاف نیافتہ باشد و اگر خدمتگار حقیقت در یاد تو اندگفت کہ تو بر ما چه منت
 می نہی؟ تو چه کردی؟ آقائے ما خود رحم آورد و آمرزش کرد و نیز افزائشِ عزتِ آن شفیع
 در حضرتِ مخدوم درد لہائے مردماں تا بہاں زمانِ است کہ ایثاں دانند کہ مخدوم
 بہ سفارشِ او از گناہِ فلا نے مجرمِ خدمتگار در گزشت و اگر دانند کہ مخدوم از خود در گزشت
 و شفاعتِ شفیع بہانہ بیش نبود، عزتِ او درد لہائے ایثاں چه خواهد افزود۔

پس ظاہر شد کہ در صورتِ مذکورہ فی المعنی و در حقیقت شفاعت نیست و
 در ظاہر و بنام شفاعت است، این معنی اختراعی این قائل است و آنچه در حقیقت شفاعت
 بالاذن است قسیم و مقابل شفاعتِ محبت نیست بلکہ این ہر دو قسم شفاعت بالاذن
 است زیرا کہ شفاعتِ کدام مقرب در حضرتِ مالک از ہمتِ آمرزشِ سیئات یا
 برائے رفعِ درجاتِ برائے کسے بدیں طور کہ آن مقرب ^{کہ} آباہ سخن بجنوری آن مالک
 در حق بچہ کس حاصل باشد چنانکہ حضراتِ انبیاء و اولیاء را بروزی قیامت اذن و
 پروانگی عرض و سوالِ ہمتِ اہلِ ایمان گوئی کہ کبائر باشند در حضرتِ او سبحانہ حاصل
 است و این معنی از آنچه کہ سابق از آیات و احادیث مذکور شد بہ ثبوت و توضیح ^{بہ} پیوست
 بدو قسم است :

یکے آن شفاعت کہ سببِ قبولِ آن، وجاہتِ شفیع باشد، دوئی آن شفاعت
 کہ سببِ استجابتِ آن، محبتِ آن شفیع باشد، و این معنی فیما سبق از روئے کتاب و سنت
 باثبات رسید۔

لہ سفارش (ذ) لہ و بنام (پ) لہ قسیم (تا) بالاذن است (ذ) لہ را (ذ)
 لہ چنانکہ (ذ) لہ و وضع (ذ)

دہم این کہ قول او

” مگر وہ ہمیشہ کاچور نہیں اور چوری کرنا اس نے کچھ اپنا پیشہ

نہیں ٹھہرایا“ (الی آخرہ)

دلالت دار دبریں کہ اگر گنہگار بتکار مرتکب کردارِ ناسزاوار نشود و برکردہ خود پشیمان
 شرمندہ باشد در حق او شفاعت بالاذن تواند شد حال آنکہ اگر گنہگار بتکار مرتکب گناہ
 شود و برکردہ خود پشیمان و شرمندہ نباشد و زدی را پیشہ و ہماں کار ہمیشہ اختیار کند
 تا ہم از روئے آیات و احادیث در حق او شفاعت تواند شد، چہ از تکرار گناہ شرک و
 کفر کہ سبب حرمان از شفاعت است لازم نمی آید و مومن مرتکب کبار گنہگار گویہ بخمدہ
 پشیمان و نادم نشدہ باشد، مستحق شفاعت است، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم ارشاد فرمودہ اند :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَايَرِ مِنْ أُمَّتِي

و نیز ارشاد کردہ اند :

أَسْرَوْنَهَا لِلْمُسْتَقِينَ وَ لَكِنَّا لِلْمُذْنِبِينَ

الْخَطَّائِينَ -

” آیامی پندار بدیشہ کہ شفاعت من برائے پرہیزگاران است لیکن

بدرستی شفاعت من برائے گناہگاران و بسیار خطا کنندگان است“

و اگر گنہگار برکردہ خود پشیمان و شرمندہ بودہ بتکار مرتکب گناہ نشدہ آل خود

ناسب است کہ توبہ عبارت است از نہ امت بر گناہ اما مع عزم عدم العود الیہ چنانکہ

لہ در اصل نسخہ ”او“ x لہ و x (اصل نسخہ) لہ باشد (تا) و شرمندہ x (ذ) لہ بود (پ)

لہ اما مع العزم علی ترک (پ)

بعضے گفتے اند یا بدونِ این بشرط چنانکہ رائے دیگران است
 وَالثَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ
 پس آں گنہگار استگار است اور البشاعت چہ علاقہ وجہ کار۔

یا زہد ہم آنکہ قول او

” اور بادشاہ سے بھاگ کہ کسی امیر اور وزیر کی پناہ

منہیں ڈھونڈتا “

عجب کلمہ ابلہ فریب است کہ ایں قائل نفی تو تسل و استشفاع کہ نزد جمیع اہل ایمان
 بنص صریح ثابت است منظور داشتہ آنرا بہ پیرایہ نادان فریب بیان نموده است حالہ
 برائے توضیح این تلبیس تفضیح این تلبیس باید شنید کہ اگر مقصود این قائل این است
 کہ مجرم پیش کلام وزیر و امیر بدیں وجہ پناہ نمی جوید کہ کلام امیر و وزیر را مقابل و ہمسر دانند
 و اعتقاد کنند کہ اگر بادشاہ را ایذا رساننی بمن قطعاً منظور خواهد بود کسے از وزیر را و امراء
 مدافعت و مزاحمت آں تواند نمود، نفی التجا باین معنی صحیح است لیکن ازین نفی تو تسل و
 استشفاع کہ منظور قائل افتادہ است ثابت نمی شود۔

و قول وے :

” اور رات دن اسی کا منہ دیکھ رہا ہے کہ دیکھیے میرے حق میں کیا

حکم فرمادے “

راست نمی آید چہ منطوق این قول نفی تو تسل و استشفاع می کند۔
 ” و پیش کسے پناہ نمی برد “ این کلام باطل و مخالف نص است چہ سابق در احادیث
 شفاعت مذکور شد کہ مؤمنین بلکہ اولین و آخرین جمعین در عرصہ محشر بر اسید و مضطر شدہ

لہ ابلہ x (پ) لہ این x (ذ) لہ یا امراء (پ) لہ دیکھیے (ذ)

شفیع خواہند و وسیلہ جویند و اول نزد حضرت آدم علیہ السلام و بازہ نزد دیگر رسل عظام
برائے استشفاع انام، بہت آمرزش ذنوب و انام روند و آخر کار بحضرت سیدالابرار
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پناہ برند و التجا نمایند و آنحضرت تکفل شفاعت ایشان فرمایند۔
و این قائل را غرض دیگر نجاطر مروز و دریں کلام مر موز است و آن نفی
استحقاق شفاعت از کسانیکہ بتوسل و استشفاع قائل و معتقد بہ غلبت شفاعت و وسائل
اند، پس ہچو کلمات جاہل فریب عوام و سوقیہ را بدام خود می کشد و گمراہ می نماید و الغائے
توسط و شفاعت آنحضرت سرور کائنات و دیگر انبیاء علیہم الصلوٰات و السلام و اولیاء
را در نظر ایشان می آید۔

دوازدهم قول او :

”مگر آئین بادشاہت کا خیال کر کہ الخ“

چہ کلمہ گران است در ہچو مقام از زبانش بر می آید، سبحان اللہ! شان او سبحانہ اہل و
برتر است کہ بیاس حفظ سررشتہ آئین، با وجود رحم آوردن بہ مجرم، ازودر گنہ گردن
تواند، سبحان اللہ رب العرش عما یصفون لایسئل عما یفعل و ہم یسئلون۔

و کتاب مبین و احادیث سید المرسلین کہ اصول آئین شرع متین اند، اعتقاد

إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا

”تلقیں و فیضانِ رحم و آمرزش بیکرانہ از بارگاہِ ایندیگانہ، بے حیلہ و بہانہ تبیین می فرماید
باید دید کہ ایں علامہ زماں چساں بے باکانہ، پیرایہ کور کوراندہ می رود، نہ خود تامل
می کند و نہ کسے از ہوا خواہان او بریں پیرایہ روئے آگاہ می شود۔

سیزدهم قول او :

لہ انام x (ذ) لہ بیگانہ (ذ)

” اوس امیر نے اوس چور کی الخ “

کلام مزخرف برائے فریب جاہلان است، بسامی شود کہ کد ام امیر، ذی قدر خطیر کہ در بار گاہ بادشاہ منزلت و جاہ دارد و او را از بار گاہ خسروی و پیش گاہ سلطانی بہ سبب تقرب و وجاہت و محبوبیت و نباہت، اذن سرکردن سخن در امر نش خواستن و سخن اورا بار و اعتبار و درخواست اورا درجہ خود با جاہت و پذیرفتن می باشد بر اہل جریمہ کہ بادشاہ جزائے آل بعقاب لازم نگہ فتنہ باشد، رحم کردہ و لطف آوردہ بسبب توسل و نسبت بخود یا نظر بہ ناچارہی و حال اضطراری اورائے او شفاعت خواہ بجنورہ بادشاہ می شود و شفاعت او بذروہ اجابت و مسؤل بہ پایہ قبول می رسد و اذین لازم نمی آید کہ آل امیر بپکشی اہل جرائم و از فرمان بادشاہ سرکش و آل را مدافع و مزاحم و با بادشاہ مسامح و مقاوم باشد و نیز لازم نیست کہ آل امیر عالی مقدار از سفارش آل گنگارہ تہانگی دزدان بد کردار قرار دادہ شود۔

آرے اگر این چنین باشد کہ کسے دزدی را جرم نہ پندارد و دزد را مجرم نہ انگارد و برائے پلہ کشتی دزد، شور و شر بردارد و بہ عصیان بادشاہ ہمت برگمارد، آل کس خود مجرم و گنگارہ و تہانگی دزدان بد کردار است اما اورا شفیع نتوان گفت مگر بر اصطلاح این قائل کہ در باب عقائد دین اصطلاح آفرین است و ہجو اصطلاح آفرینے امیدوار ہزاراں آفرین۔

چہار دہم قول او

” سوائے کی جناب میں اس قسم کی شفاعت ہو سکتی ہے (تا آخر)

قول باطل بالیقین و مخالف اصول دین از کتاب متین و احادیث سید المرسلین و اجماع

مسلمین و مخالف عقلِ رزین، صواب گزین است۔

أما الكتاب فقولہ تعالیٰ :

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ

الرَّحْمَنُ وَرَاحِي لَهٗ قَوْلًا۔

ازیں آیت کہ ہمیشہ ثابت است کہ شفاعت نافع است برائے کسے کہ او سبحانہ

برائے شفاعتِ آل کس اذن داده و اجازت بخشیدہ و از و گرفتارے یعنی کلمہ شہادت

پسندیدہ است و بر قول و اعتقاد این قائل شفاعت را در نجات کسے دخل و سبب نیست

بلکہ شفاعت نزد او بعد از رحم آوردن او سبحانہ متحقق می شود و او سبحانہ بہ محض رحمت خود

بلا مداخلت شفاعت، ہمہ گناہ می آمزد، پس شفاعت بدانست این قائل بے نفع و

لا طائل است، پس شفاعت بیچک شافع سودمند و نافع نیست، نفع شفاعت در صورتی

متصور می شود کہ شفاعت سبب رحم آوردن و آمزش کردن او سبحانہ باشد۔

وقولہ تعالیٰ :

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِندَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ

چہ از روئے این آیت کہ ہمیشہ نیز نافع بودن شفاعت کسے کہ رتبہ عرض سخن بجنوبہ

جناب ایزدی دارد برائے کسے کہ از آمزش خواستن برائے وے منہی وارد نشده ثابت

شده است علی رَغْمِ أَنْفِ الْقَائِلِ۔

وقولہ تعالیٰ :

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا

لہ نسبت (ذ) لہ سبب (اصل نسخ) لہ من (ذ)

تَرْحِيمًا-

اوسبحانہ توبہ پذیرفتن ورحم آوردن را برآمرزش خواستن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتبہ و معلق فرمودہ و اگر آمرزش خواستن و شفاعت کردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سبب رحم فرمائی اوسبحانہ نباشد این تعلیق و ترتیب بیچک معنی ندارد، والعیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک -

وقولہ سبحنہ :

سَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ است :

إِنَّمَا وَقَعَتْ سَلَامَةٌ لَّكَ مِنْ أَجْلِ كَرَامَةِ مُحَمَّدٍ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم -

یعنی نیست سلامتی ایشان مگر از جهت کرامت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کہ رحمت است برائے تمام جهانیان،

و اما الاحادیث فقوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

فَيَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى مَا تُرِيدُونَ

أَصْنَعُ بِأَمَّتِكَ -

از روئے این حدیث ثابت است کہ خدائے تبارک و تعالیٰ ارضاء

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواسته خواهد فرمود چه خواهی آنکہ بکنم بامت تو، پس

آنچه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شفاعت ایشان عرض خواهد کرد، پذیرد خواهد فرمود

له مرتب (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم x (ذ) له بسبب (اصل نسخہ) معہ باشد (پ) معہ تطبیق

(ذ) معہ مگر بسبب توبہ رستی واقع نشد سلامتی ایشان مگر از جهت (پ)

پس شفاعت آنحضرت، سبب نجات گنہگاروں و دستکاری گرفتاروں خواهد شد۔

وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم :

فِيْنَهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ
وَ مِنْهُمْ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لِشَفَاعَتِيْ-

این نص صریح است بریں کہ بعض کساں محض برحمت الہی و بعض کساں بسبب شفاعت آنحضرت، داخل بہشت شوند، پس کدام مدعی اسلام تکذیب کلام آل اصدق الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام تواند کرد؟

وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم في حديث الشفاعة :

فَيَقُولُونَ اَلَا تَنْظُرُونَ مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ (الى اخر الحديث)

از روئے این حدیث ثابت است کہ در عرصات محشر، بجز وسیلہ حسن و شفیع

خواستن چارہ و بے التجار و پناہ آوردن بحضرت سید الشفعا کہ گزارہ نخواہد بود پس آنچه این قائل از نفی ذرائع و وسائل گمان برده، انکار نص صریح و حدیث صحیح کردہ گنہگار شدہ او و پیروان او بدانت خویش داخل نص :

يَجْمَعُ اللّٰهُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ

نخواہند بود، البیاض باللہ تعالیٰ من ذلک -

ومن ذلك قوله صلى الله تعالى عليه وسلم :

لَيَدْخُلَنَّ بِشَفَاعَتِيْ عُمَانٌ سَبْعُونَ اَلْفًا كُلُّهُمْ

اِسْتَوْجَبُوا النَّارَ، الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ-

له من x (ذ) ۷۰ الاینترون (اصل) ۳۰ محشر x (ذ) ۷۰ آنچه در (ذ) ۵۰

و x (ذ)

یعنی برائینہ بتحقیق خواہند در آمد بسبب شفاعت عثمان ہفتاد ہزار کس کہ ہمگی ایشان

مزاوار دوزخ شدہ اند، در بہشت بے حساب۔

و دیگر آثار بسیار و احادیث بے شمار کہ نیکے ازاں سابق مذکور شد، برائے

ابطال این مقال کافی و برائے اسقام افہام ضعف الاسلام ثانی است۔

اما اجماع مسلمین پس باید شنید کہ ہمہ اہل اسلام قائل اند باین کہ شفاعت لغو و

بیکار نیست، اختلاف این است کہ اہل سنت و جماعت و دیگر فرق اسلامیہ سوائے

معتزلہ و من یجذ و حدو ہم شفاعت را سبب نجات از جزائے سیئات ہم می دانند و

معتزلہ و پیروان ایشان شفاعت سبب رفع درجات می پندارند و از بودن آل سبب

حظ سیئات انکار دارند، این قائل بر خلاف ہمہ اہل اسلام شفاعت را بے دخل و

بے کار می دانند و حرف بودن آل بعد رحم و عفو الہی در ظاہر و بنام بر زبان می رانند و

اعتقاد دارند کہ در حقیقت شفاعت متحقق نیست چنانکہ سابق مذکور شد، مع ہذا کلمہ

سابق گذشتہ است کہ شفاعت کسے برائے کسے و دعائے کسے برائے کسے در حقیقت

واحد است، پس شفاعت را بے دخل و بیکار دانستن دعائے کسے را برائے کسے

بے دخل و بیکار انگاشتن است و این خود خلاف کتاب و سنت و اجماع است۔

اما عقل رزین صواب گزین پس سابق گزشتہ کہ شفاعت بہمان است کہ

انہے داشتہ باشد و آنچه این قائل گمان بردہ غلط نمائی و تلبیس و حیلہ جوئی و تدلیس

است، پس بر حال پراختلال^۱ این مغوی جمال، مضمون ہدایت مقرون :

وَ كَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ الْإِنْسِ

وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ مِّنْ خُرُوفِ الْقَوْلِ غُرُورًا۔

۱ منظور (ذ) ۲ را (ذ) ۳ جط (ذ) ۴ اہل (ذ) ۵ کلمہ (اصل) ۶ پرتلال و اضلال (ذ)

راستی آید و آنچه او سبحانه در رسول مقبول در خیر کلام و حدیث صدق نظم آں
اختیار فرموده اند از مکن غیب به شهادت ظهور جلوه می نماید :

أَعَاذَنَا اللَّهُ سُبْحَانَ، بِحَوْلِهِ وَأَيْدِيهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
وَكَيْدِهِ وَأَنْقَذَنَا مِنْ حَبَائِئِلِهِ وَقَيْدِهِ بِحُرْمَةِ
حَبِيبِهِ الْوَجِيهِ الْمُبِينِ وَرَأْسِ سُوْلِهِ الْكَرِيمِ الْأَمِينِ
الشَّفِيعِ لِلْمُذْنِبِينَ وَالِإِلَهِ الْخَيْرِ السَّيَّامِيْنَ وَأَصْحَابِهِ
السَّابِقِينَ الْأَوْلِيْنَ وَأَصْحَابِ الْيَمِينِ، آمِينَ
يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ-

له بخشید (ذ) له الغیر الیامین (اصل)

المقام الشانی

در بیان بطلان کلمہ لاطائل کہ از زبانِ ایں قائل در شانِ حضرت
سیدالآخرین والاولیٰ برآید ،

یعنی قولِ او :

” اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے
تو کہ وٹوں نبی و ولی و جن و فرشتے تا جبرئیل اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے برابر پیدا کر ڈالے “

یعنی شانِ آلِ شہنشاہِ ایں است کہ در یک آن از یک حرف کن چو خواہد کہ پوریا
نبی و ولی و جن و فرشتہ برابر حضرت جبرئیل و حضرت سید الانام علیہما الصلوٰۃ والسلام پیدا
کر دہ بوقوع آید -

باید دانست کہ ایں کلامِ ناتمام کاذب و دروغ و گزاف بے فروغ است
اول باید دانست کہ مراد ایں قائل از برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشارک آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حقیقت انسانی فقط نیست چہ در ہر زمان صد ہا انسان بقدرتِ
کاملہ و مشیتِ شاملہ حضرت باری جل شانہ بوجود می آیند و ہزار ہا ایشان امروز بر روی

لے کہ در ہا (ذ) لے دانست x (اصل)

زمین موجود اند، این معنی کہ شان او این است چو خواهد کہ صد ہا انسان در یک آل بیک
صفت کن پیدا کردہ بوقوع آمد، از بیان و ابراز مستغنی و بے نیاز است و باسباق و سیاق
مناسب و الزطابق ندارد بلکہ مراد این قائل ازاں فردیست کہ مشارک آنجناب باشد
و جمع اصناف اوصاف کمال کہ در ذات قدسی صفات آل سرور کائنات
مہمہ منات علیہ ازکی الصلوات موجود بودہ اند۔

حالا باید شنید کہ کلام این قائل کاذب و باطل است بوجہین :

الوجه الاول : پوشیدہ نیست بر کسے کہ زبان رنجیتہ اردومی فہم کہ در میان گفتہ کسے
کہ گوید " فلاں کس فلاں کار چاہے تو کر سکے " و گفتہ کسے کہ گوید فلاں شخص فلاں کار چاہے
تو کر ڈالے " فرقے است چہ مدلول کلام اول صحت تعلق توان و قدرت آل شخص است
بآں کار و مدلول ثانی صحت تعلق تکوین آل شخص بآں کار است نہ بر آنکہ معنی " کہ ڈالتا ایقاع
فعل و بوجہ آوردن است نہ قدرت و توان بر آں چہ ترجمہ قدرت و توان بر فعل
در زبان اردو " کر سکنا " است نہ " کہ ڈالتا "۔

و ہچنانچہ در میان گفتہ کسے کہ گوید " فلاں شخص فلاں کار " چاہتا تو کر ڈالتا
و گفتہ کسے کہ گوید فلاں شخص فلاں کار " چاہے تو کر سکے " یا " چاہے تو کر ڈالے "،
فرق بسیار است، چہ مدلول گفتہ اول این است کہ فلاں کس اگر بدو امر می خواست
فلاں کار می توانست کہ دیا بوقوع می آورد و حالاً بسبب کہ نام مانع آل را بوقوع نمی
تواند آورد، و مدلول گفتہ ثانی این است کہ فلاں کس اگر خواهد کنوں فی الحال فلاں کار
می تواند کہ دیا بوقوع آمد۔

کہ گفت (ذ) کہ است × (ذ) کہ تعلق × (ذ) کہ و × (ذ) کہ بردن (پ) کہ و ہچنین (پ)

کہ کلام مانع از × (پ)

مثلاً اگر کد امی گوید کہ ” چاہوں تو ایک گھڑی میں ایک جز کتاب کا لکھ ڈالوں “
 سامع کہ زبان اردو می فہمہ تکذیب او خواهد کرد زیرا کہ مدلول این کلام صحت تعلق تکوین
 بکتابت فی الحال است و مدار آن بر قوت قریبہ وجود کتابت او است و در امی
 قوت قریبہ وجود کتابت بالفعل نیست و اگر امی گوید کہ ” چاہوں تو ایک گھڑی میں
 ایک جز کتاب کا لکھ سکوں “ سامع زبان دان تکذیب او نمی تواند کرد زیرا کہ آن امی اگر
 خواهد کتابت بیاموزد و جز کتاب در ساعت بنویسد و مدار آن بر امکان کتابت
 است گو بقوت بعیدہ باشد و اگر کد امی کہ در حق او کد ام مانع دائمی از آموختن کتابت
 موجود است گوید کہ ” چاہوں تو کتاب لکھ ڈالوں “ یا ” لکھ سکوں “ سامع زبان فہم
 تکذیبش خواهد کرد چہ با وجود مانع دائمی از آموختن کتابت بوقوع آوردن کتابت بالفعل
 در تحت اختیار آن امی نیست و اگر گوید کہ ” چاہتا تو کتاب لکھ ڈالتا یا لکھ سکتا “ سامع
 زبان آشنا اورا تکذیب نمی تواند کرد، چہ معنی کلامش این است اگر بدو و ال پیش از حدوث
 مانع دائمی می خواستم کتابت آموختم و کتاب می نوشتم یا می توانستم آن را نوشت این معنی است
 است و وجود مانع دائمی این کلام را از راستی مانع نیست۔

واضح باد کہ این امثلہ برائے تقسیم معانی و مدلولات این کلمات آورده شدند
 تا کہے گمان نبرد کہ دریں جا ذکر قدرت و تکوین حضرت رب العالمین است و اولتعالی
 از نظر احوال برتر است و متعال زیرا کہ مقصود تنظیر نیست، مقصود تبیین مدلولات
 این کلمات است۔

بالجملہ اگر مدلول کلام، صحت تعلق قدرت یا تکوین بکدام کار در بدو امر باشد

له آدمی (پ) له اردو x (ذ) له بکتاب (پ) له کتاب (پ) له زبان اردو (ذ) له نمی نویسد

(پ) له اختیار x (پ) له و خود (پ) له نظیر (پ) له باشد (تا) بدو امر x (پ)

امکان آل کار در بدو امر ضرور است و اگر مدلول کلام صحت تعلق قدرت یا تکوین بکار فی الحال باشد امکان آل کار فی الحال ضرور است و مراد از امکان امکان وقوعی بحسب نفس الامر است چه در متفاهم عرف عام ہمیں متبادری شود مثلاً اگر کسی گوید فلاں گدا فلاں بادشاہ را بزنداں تواند فرستاد معنی متبادر آن امکان وقوعی فرستادن آل گدا مر بادشاہ را در زنداں در متفاهم عرف خواهد بود و برائے ہمیں اہل عرف آل قائل را یا وہ سرا و سپیودہ کو خواہند دانست و اگر قائل تاویل خواهد کرد باین کہ مراد من امکان ذاتی بالنظر الی نفس الذات است و حصول تسلط و استیلا بر بادشاہ مر گدا را بنظر نفس حقیقت انسانی ممکن است کہیں تاویل نخواہد پذیرفت چه امکان ذاتی در متفاهم عرف ہرگز متبادری نمی شود و نفہم کہے نمی آید و معنی متبادر کار خود می کند و تاویل آل برائے تلافی آل کافی نمی باشد۔

بعد این تمہید باید شنید کہ مدلول کلام این قائل صحت تعلق تکوین است بکار و ہا کساں کہ برابر حضرت سیدالکائنات در جمیع کمالات باشند و ہر کہ بہرہ از زبان ریختہ اردو دارد و لعل بے جا را بکنار گزارد در متبادر این معنی ازاں عبارت شک نمی آرد حال آنکہ صحت تعلق تکوین بوجوب یکس ہم کہ با ذات ستودہ صفات آل سرور کائنات در جمیع اوصاف و کمالات برابر ہی و مساوات داشته باشد باطل است زیرا کہ وجود یکس ہم کہ چنین باشد مستلزم کذب نص قرآنی است و کذب او سجانہ مستحیل بالذات است و آنچه مستلزم مستحیل بالذات باشد تعلق تکوین بآں صحیح نیست۔

و نظم قیاس این است کہ وجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات مستلزم محال بالذات است و ہرچہ مستلزم محال بالذات است تعلق تکوین بآں صحیح

اے داگر (تا) ضرور است (ذ) اے انکار (پ) اے تبادر (ذ) اے د (ذ) اے لغت

(پ) اے بیک (پ)

نیست یا گفته شود و اگر صحیح بودے تعلق تکوین بوجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات کذب او سبحانہ صحیح بودے لیکن تالی باطل است ہچیاں مقدم۔

اما بیان این کہ وجود کسے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشد مستلزم کذب او سبحانہ است این است کہ برابر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحمیۃ سوائے نبی ^{علہ} نبی نوند شد و وجود نبی بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحمیۃ مستلزم کذب نص قرآنی کہ بودن آنحضرت خاتم جمیع انبیاء بہ نص قرآنی ثابت است،

قال اللہ سبحانہ :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن

رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔

پس اگر برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحت صحت تکوین داخل باشد کذب این نص صریح صحیح گردد و العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

واما بیان اینکه کذب او سبحانہ مستحیل بالذات است، این است کہ کذب صفت نقص و عیب است و اتصاف او سبحانہ بصفات نقص و عیب محال بالذات است۔

و آنچه این قائل در بعض رسائل نوشته کہ کذب او سبحانہ و اتصاف او باین نقیصہ محال بالذات نیست چه عقد قضیہ غیر مطابقت للواقع و القائلے آن بر ملائکہ و انبیاء خارج

از قدرت الہیہ نیست و الا لازم آید قدرت انسانی زیادہ از قدرت ربانی باشد چه عقد قضیہ غیر مطابقت للواقع و القائلے آن بر مخیطین در قدرت اکثر افراد انسان است، آرے کذب

مذکور منافی حکمت است پس ممنوع بالغیر است و لہذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق می شمارند و در اجل شانہ بآن مدح می کنند بخلاف اخرس و جماد کہ ایشان را کسے بعدیم کذب

علہ نبی x (پ)

لہ نص این (اصل) لہ او x (ذ) لہ مستحیل (تا) او سبحانہ x (ذ) لہ ای صفات (ذ) لہ است (پ)

مدوح نمی کند و پُر ظاهر است که صفت کمال همین است که شخصی که قدرت بر تکلم بکلام کاذب می دارد بنا بر اعانتِ مصلحت و مقتضای حکمت و تنزه از ثلوث بکذب، کلام کذب نمی نماید، همان شخص مدوح می گردد بسبب عدم عیب کذب و اتصاف بجمال صدق۔

بخلاف کسی که لسان او مأوف شده باشد که عقد قضیه غیر مطابق نمی تواند کرد یا شخصی

که هر گاه که کلام صادق می گوید کلام از و صادر می گردد و هر گاه که اراده تکلم بکلام کاذب می نماید آواز او بند می گردد و یا زبان او مأوف نمی شود یا کسی دین او را بند می نماید یا حلقوم او را خفه می کند و یا یک چیز قضایای صادق را ایا دگر گفته است و اصلاً بر ترکیب قضایای دیگر قدرت ندارد و بنا بر علیه کلام کاذب از و صادر نمی گردد، این اشخاص مذکورین نزد عقلا قابل مدح نیستند، با جمله عدم تکلم بکلام کاذب ترفعاً عن عیب الکذب و تنزهاً عن اثلوث به، از صفات مدوح است و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب هیچگونه از صفات مدوح نیست یا مدح بآن بسیار آوردن است از مدح بادل، انتهی کلامه۔

سبحان الله و تعالی عما یقولون الظالمون علواً کبیراً این چه عقیدت است که از زبان این قائل تراوش کرده و این چه کلام ضلالت التیام است که بے باکانه از نوک خامه اش ریخت، چه این قائل اعتراف دارد باین که کذب نقص و عیب است و باین اعتراف قائل می شود باین که اتصاف او سبحانه بکذب ممکن است، پس این صریح اعتراف است بامکان ناقص و معیوب بودن او سبحانه و تعالی عما یصفون، حال اشکایت از کلمات استخفاف و از راکر که از و نسبت بحضرت سید الوری و دیگر حضرات ملانکه و انبیاء و اولیاء بمقتضای

له صفات (اصل) له که (ذ) له بکلام (تا) بکذب (ذ) له بکلام (ذ) له عدم (اصل) له

نحو (ذ) له آن (پ) له نمی (پ) له نمایند (ذ) له یا آن بسیار (ذ) له الله (ذ) له

است (پ) له بے تابانه (پ) له او (پ)

فج سرپریت سرزد شدہ باقی نیست چه اعتقاد او نسبت به جناب خالق البر ایچین است تا بحال
برایا چه رسد۔

واستدلال او باین کہ عقد قضیہ غیر مطابقتہ للواقع والقلائے آل بر ملائکہ وانبیاء خارج
از قدرت الہیہ نیست، در عجب می انگند چه کذب عبارت از عقد قضیہ غیر مطابقتہ للواقع و
القلائے آل بر مخاطب علی الاطلاق نیست۔ او سبحانہ و تعالیٰ در اکثر مقام از کلام معجز نظام حکایت
عن الانام قضایا کاذبہ مذکور فرمودہ بلکہ معنی کذب قائل اخبارش بقضیہ غیر مطابقتہ للواقع است
وآں خود صفت عیب و نقض است و قول بامکان اتصاف او سبحانہ بعیب و نقصان از
شان اہل ایمان بر کراں و تلفظ باین چنین کلام بر السنہ و سماعت آل بر مسامع اہل اسلام
بہ غایت گہران است، آری اینہا بکسے توان گفت کہ با یماں سرکار سے داشته باشد۔

وقول او

”والا لازم آید کہ قدرت انسانی زیادہ تر از قدرت ربانی باشد“

تعجب بر تعجب می افزاید و دقیقہ رسی و قوت حدسی قائل را در انظار نظار جلوہ گہ می نماید
سبحان اللہ و تعالیٰ عما یصفون۔ ظاہر است کہ از تکاب فواحش فطیغہ و قبائح شنیعہ کہ
اتصاف او تعالیٰ عقلاً و سمعاً و ضرورۃ و شرعاً از تمتعات ذاتیہ و مستحیلات عقلیہ است
تحت قدرت انسانی داخل است و تمت قدرت ربانی داخل نیست فعلی از عمہ لازم آید کہ
قدرت انسانی از قدرت ربانی زائد باشد، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

و حل شہر این است کہ قدرت بر اتصاف بعیوب و نقائص و ارتکاب قبائح و
فواحش خود عیب و نقض است و او سبحانہ از جمیع نقائص و معائب و قبائح و فواحش منزہ و
متعالی است و قدرت کاملہ کہ از اوصاف او سبحانہ است آل قدرت بر ایجاد جمیع

لہ قضیہ x (ذ) لہ بعیب x (ذ) لہ ہمچنین (ذ) لہ فطیغہ x (ذ) لہ معائب x (ذ) لہ است x (ذ)

ممکنات است۔

گویا قدرت مطلق دو قسم است :

یکے قدرت کاملہ کہ از اوصاف مختصہ حضرت باری جل شانہ است ،

دوئی قدرت ناقصہ کہ از اوصاف مخلوقات است ،

و قدرت ثانیہ نسبت بہ قدرت اولیٰ بمراتب غیر متناسبہ ناقص است پس از وجود

قدرت ثانیہ در انسان و عدم امکان آن در ذات ایزدی عزوجل زیادت قدرت انسانی

بر قدرت ربانی لازم نمی آید۔ شاید معنی لفظ زیادت بحیال شریف نگذشت ، زیادت شے

بر شے آن را گویند کہ شے اول مشتمل باشد بر شے ثانی و جز آن ، نخست می بایست کہ مثال

قدرت انسانی بر قدرت ربانی باثبات می رسانید ، بعد از آن بیان می کرد کہ قدرت

انسانی مشتمل است بر چیزے کہ علاوه قدرت ربانی است آن گاه می توانست گفت کہ

زیادت قدرت انسانی بر قدرت ربانی لازم می آید ، سبحان اللہ ! باین مبلغ علم و باین مقدار فهم

دخل در معقولات چه ضرور است ، ازین جا است کہ گفته اند

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْكَلِمَ بِالْحِكْمَةِ فَلْيُحَدِّثْ لِنَفْسِهِ

فِطْرَةً أُخْرَى۔

و آنچه گمان برده کہ عدم کذب را برائے ہمیں در مدارح الہی می شمارند کہ او سبحانه

با وجود قدرت بر کذب ، تکلم بکلام کاذب نمی فرماید و آن را به عبارت مطمئنہ کثیرة الالفاظ قلبیت

المعنی برائے فریقین مشتتے عوام کالانعام بہ بیان آورده از تمویہے بیش نیست چه سائر تقدیسات

تتمزیبات حضرت الہیہ از عیوب و نقائص و قبائح و فواحش در محامد و مدارح الہیہ معدود و

در نصوص در معرض ثنا موجود اند حالانکہ اتصاف او سبحانه بآن نقائص و فواحش از حمد

له است . x (ذ) له به x (ذ) له تقدیسات x (پ) له معروض (ذ)

ممتنعات عقلیہ و مستحیلات ذاتیہ است و غایت مدح شان الہی ہمین است کہ انصاف او
 سبحانہ بہ بیچک عیب و نقیصہ در تجویز عقلی ممکن نیست، ہمیں کمال تنزیہ و تقدیس است و
 تقدس و تنزیہ او سبحانہ را از انصاف بکذب بسبب عدم امکان انصاف او بعیوب و
 نقائص عجز نتوان گفت چہ عجز عبارت است از عدم القدرۃ علی ما من شانہ ان یکن مقدراً
 و چوں انصاف او تعالیٰ بکذب ممتنع بالذات است مقدور نیست پس عدم قدرت
 بر انصاف بآن عجز نمی تواند بود، حالاً در قول قائل و بنا بر عجز از تکلم بکلام کاذب، بیچگونہ از صفات
 مدح نیست تا بل باید کرد کہ معنی عجز بخیاں شریف نیامدہ است واللہ مولیٰ
 الحکمتہ و مولیٰ الصمتہ۔

باید دانست کہ این بیان برائے اثبات عدم صحت تعلق تکوین بہ کسے کہ برابر
 آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صفات کمال فرض کردہ شود مسوق شدہ است
 و این بیان برائے ابطال کلام این قائل کہ مدلول آن صحت تعلق تکوین بہ بیچوکس است
 کافی و از عبارہ و کدورت صافی است، اما اجراءے این بیان برائے نفی صحت تعلق قدرت
 الہیہ بہ بیچوکس خالی از احتمال نیست، چہ لازم از این بیان این است کہ برابر آنحضرت صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات ممتنع بالذات است و لازم نیست کہ ممتنع بالذات تحت قدرت الہی داخل نباشد تا لازم آید کہ
 بیچوکس داخل تحت قدرت الہی نباشد و متہوز باید دانست کہ این گفتگو کہ از ما واقع شدہ
 بر سبیل تنزیل و مامشاة مع القائل است و الاصل مذہب جہان است کہ وجہ ثانی مذکور می شود۔

الوجہ الثانی : باید دانست کہ چوں از زبان این قائل این کلمہ برآمدہ بر عقیدت
 دلی او در شان حضرت سید الاولین و الآخرین صلوات اللہ و سلامہ علیہ آگاہی داد در

لہ بہ x (ذ) کہ تقدیس (ذ) کہ است x (پ) کہ این x (ذ) کہ عدم اثبات (اصل) لہ بہ x

(اصل) کہ اما x (ذ) کہ بہ x (اصل) کہ اضلال (پ) کہ شعور (پ) لہ بے ادبی (ذ)

دلہائے مومنین مخلصین در ایمانِ این قائل اشتباہ افتاد، این قائل از مدلولِ کلام خود اعراض و چشم پوشی کرده برائے آل معنی اختراع آورده خواست که آنرا بر عموم قدرت الہی محمول و امکان ذاتی برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را برائے آل مفاد و مدلول قرار دہد تا از شناختی کہ در آل افتادہ است وارد و ازین ^{۱۲} و ماسبق طریق فرار و بدین مسدود و این خیال و این احتیال را از اذہانِ اولی الافہام دور و نابود نمودیم، مگر نمی خواہیم کہ علی سبیل التذلل و جبر بطلانِ کلامش در آریم و ہوس تاویلِ این اباطیل در دلش باقی نگذاریم۔

حالا باید شنید کہ سابق گذشت کہ مرادِ این قائل از برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم فردے است کہ مشارک آنحضرت باشد در ماہیت و مساوی ایشان در اوصاف کمال باشد یعنی ہر کمالے کہ در آنحضرت یافتہ شود مثل آل در آن فرد ہم موجود باشد کہ مشارک با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ماہیت و مساوی ایشان در اوصاف کمال باشد یعنی ہر کمالے کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یافتہ شود مثل آل در آن فرد ہم موجود باشد و اگر فردے مشارک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ماہیت باشد الا مجمع اوصاف و کمالات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نباشد بلکہ بعض کمالات در آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یافتہ شوند کہ در آن فرد موجود نباشند یا چنین باشد العیاذ باللہ! کہ آل فرد مستجمع کمالات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باشد و در آن بعض کمالات یافتہ شوند کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یافتہ نشوند، آن فرد برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیست بلکہ کمتر است یا العیاذ باللہ! فزول تر۔

لہ مومنین x (ذ) لہ و برائے (پ) لہ و x (ذ) لہ و ازین x (ذ) لہ سابق (ذ) لہ یعنی

در کمال باشد، نباید ۱۲ شرف لہ در x (پ) لہ آل در آن (ذ) لہ بآن

حال دعویٰ می کنیم که شخصی که برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات باشد
ممتنع بالذات است و بر چه ممتنع بالذات است تحت قدرت الهی داخل نیست پس ثابت
شد که شخصی که برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات باشد تحت قدرت الهی
داخل نیست۔

بیان کبریٰ این است که اگر چه بیچک ممتنع بالذات تحت قدرت الهی داخل باشد
ممکن ذاتی باشد انقلاب من الامتناع الذاتی الی الامکان الذاتی مستحیل بالذات، پس آنچه ممتنع
بالذات است تحت قدرت الهی داخل نمی تواند شد و آنچه در خواطر عامیه و افهام سوقیه می گذرد
و در غم می کند که نفی قدرت او سبحانه بر ممتنعات عقلیه و مستحیلات ذاتیه مستلزم قول بعجز
او سبحانه است، العباد باللہ من ذلک جہالتے بیش نیست، چه عجز عبارت است از
عدم القدرۃ عما من شأنه ان یکون مقدوراً و ممتنع ذاتی مقدور نیست پس عدم قدرت
بر آن مستلزم عجز او سبحانه نمی تواند بود۔

مثلاً اگر کسی گوید که او سبحانه بر خلق نظیر و شریک خود یا بر خلق اجتماع نقیضین
یا ارتفاع نقیضین قادر نیست، نتوان گفت که این قول بعجز او سبحانه است و آیات
دالہ بر عموم قدرت او سبحانه نحو قوله تعالیٰ :

إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

و قوله سبحانه

وَ كَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا

الی غیر ذلک. تناول ممتنعات عقلیه را نیست چه ممتنع عقلی شے نیست تا در عموم کل شے

له شخص (ذ) له که x (ذ) له انقلاب (پ) له عامه (پ) له پیش (د)

له است x (پ) له وادته (ذ) له عقلی (پ) له نیست x (ذ)

داخل باشد و اگر کسی از نفی قدرت او سجنه بر متنعات عقلیه و مستحیلات ذاتیه تجاشی کند و این را
از باب اسارت ادب نسبت بحضرت کبریائے ایزدی جل شانہ و عز مجده انگارہ ایمان و
توحید را برکنار گزارد و بہ امکان شریک او تعالیٰ و عدم او سبحانہ و امکان انصاف او سبحانہ
به نقائص و قبائح و تجسیم و تمکن و تجیز و غیر ذلک اعتقاد آرد چه این ہم متنعات ذاتیه اند، اگر
مقدور باشد بلاشبہ ممکن باشد، تعالیٰ اللہ عما یصفون۔

پس حق این است کہ او سجنه بہ ہر ممکن ذاتی قادر است و ہر چه ممکن ذاتی است
بسبب عدم صلوح وجود، صالح مقدوریت نیست، عدم شمول قدرت الہی متنعات
عقلیہ را از جهت قصور آنها از صلوح وجود است نہ از جهت عجز او سبحانہ العیاذ باللہ
تعالیٰ من ذلک۔ آری اگر کہ ام بے دین نفی قدرت الہی از ممکن ذاتی روا دارد کافر
منکر قدرت او سبحانہ باشد، نعوذ باللہ من ذلک۔

اما بیان الصغریٰ اقلوجہین :

اول اینکه قضیہ سالب کلیہ دائمہ کہ لا شئی من مہمکن ذاتی بسا و
لسیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الکمالات دائماً
صادق است، پس ضرور است کہ عکس آن نیز صادق باشد و ہر قولنا لا شئی من
مسا و لسیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المہمکنات بسا و لسیدنا محمد صلی
اما بیان صدق اصل این است کہ اگر قولنا لا شئی من ممکن ذاتی بسا و لسیدنا محمد صلی
تعالیٰ علیہ وسلم فی الکمالات دائماً، صادق نباشد نقیض آن صادق بشخص و سہ استحال
استفادہ النقیضین و نقیض آن موجبہ جزئیہ مطلقہ عامہ است و آل قول قائل
بعض المہمکن الذاتی مسا و لسیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فی الکمالات بالفعل ای فی احد الازمنۃ الثلاث

لہ دارد (ذ) لہ مقدوریت مقدور (ذ) لہ آری (تا) من ذلک x (ذ)

و این قضیہ موجبہ جزئہ مطلقہ عامہ کاذب است نزد ہر مسلمان، و ہر گاہ اصل صادق باشد عکس آل یقیناً صادق باشد، پس ثابت شد کہ مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در کمالات ممکن ذاتی نیست، پس از دو حال خالی نیست یا واجب بالذات باشد، العیاذ باللہ تعالیٰ یا ممنوع بالذات، اول باطل است بالضرورة، پس متعین شد کہ ممنوع بالذات است و ہو المطلوب۔

و جہ ثانی این است کہ قول با مکان شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول با مکان اجتماع نقیضین است و ہو باطل، اما بطلان آل ظاہر است، و اما آنکہ قول با مکان شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد قول با مکان اجتماع نقیضین است، پس بیان این این است کہ اگر فرض کردہ شود کہ شخصے برابر آنحضرت در جمیع کمالات باشد فرد و حال خالی نیست، یا آن شخص خاتم الانبیاء باشد یا آن شخص خاتم الانبیاء نباشد و علی التقادیرین برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نشد، چہ اگر آن شخص خاتم الانبیاء باشد بریں تقدیر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نباشد، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

پس در آن شخص کلمے باشد کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نباشد و ذلک الکمال ختم الانبیاء، پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برابر آن شخص نباشد و اگر آن شخص خاتم الانبیاء نباشد و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم الانبیاء ہستند پس در آنحضرت کلمے یافتہ شد کہ در آن شخص بریں تقدیر نیست و ہو ختم الانبیاء، پس آل شخص برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نباشد فعلی التقادیرین ینہم عدم التساوی علی تقدیر تحقق۔

پس تحقیق پیوست کہ وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع

لہ ایچو (پ) لہ قول (تا) کمالات باشد x (ذ) لہ تحقیق (پ)

کمالات باشد مستلزم این است کہ آل شخص برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات
 نباشد و بہ ثبوت رسید کہ قول بامکان شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع
 کمالات باشد قول بامکان اجتماع لفتیقین است و آن محال بالذات است پس وجود
 شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد محال بالذات است
 یا گفته شود کہ وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد
 مستلزم عدم آل شخص است و ہرچہ وجود آن مستلزم عدم آل باشد محال بالذات
 است، پس وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات
 محال بالذات است و ہوا المدعی۔

و برائے اثبات استیلاہ رذاتی وجود شخصے کہ برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم در جمیع کمالات باشد، دیگر حجیت قاطع و دلیل ساطع است کہ بنا بر آن ہر مسئلہ وحدت
 وجود کہ مختار حضرات امہ کشف و شہود است، بودہ است و اصل مبنی علیہ یعنی توحید
 وجودی بہ برہان عقلی و دلائل نقلی ثابت است الا چون آن مسلک دشوار گزار و فہم آل برہان
 بہ غایت دشوار است، ذکر آن دریں جا مناسب مقام و ملائم مذاق افہام نہ نمود و
 چون قائل را کہ رائے رزین و فہم سلامت قرین یعنی نظر ظاہر برین عقل خطا آگین او متوجہ
 دقیقہ رسی و بار یک مبنی بکہ مجوزہ حق جوئی و صواب گزینی نیست، چند و ساوس در گرفتہ
 اند و در شخص فہم تارگ و پے فرورفتہ اند، مداوا و علاج و اصلاح مزاج او
 ضرورت افتاد۔

پس باید دانست کہ این قائل بہ وسوسہ موسومہ بہ سبہ دلائل برائے امکان

لہ پس (تا) محال بالذات است x (پ) لہ حجتہ (اصل) لہ است x (ذ) لہ شے
 (پ) لہ رزین (ذ) لہ عقلی (اصل) لہ دقیق رسی (ذ) لہ تجویز (ذ) لہ دودہ (ذ)
 لہ شخصے (پ)

شخصی که برابر آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم در کمالات باشد در بعضی رسائل آورده است
 که یک از آنها عقلی و دومی نقلی است. باید که هر یک را ذکر کنیم و آن شبهات را از آن بکنیم
 اما دلیل عقلی این است که برابر آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم عبارت است
 از فرد انسانی که مشارک آنجناب باشد در مابیت و اوصاف کمال، پس اتناع بالذات
 یا بسبب اتناع مشارکت در مابیت خواهد بود یا بسبب اتناع اوصاف باوصاف
 مذکوره بالنظر الی نفس الذات است و برپا هر است که مابیت آنجناب انسان است
 و اشتراک مابیت انسان در الوف الوف افراد ممنوع نیست و اوصاف باوصاف مذکوره
 نظر بنفس مابیت هم ممنوع نه و الا اوصاف آنجناب هم باوصاف مذکوره ممنوع می باشد
 فَإِنَّ حُكْمَ السِّمْلَيْنِ وَاحِدٌ فِيمَا يَثْبُتُ وَيُسَلَبُ بِالنَّظَرِ إِلَى
 نَفْسِ السَّاهِيَّةِ وَالْإِلَازِمِ عَدَمُ اشْتِرَاكِ السَّاهِيَّةِ بَيْنَهُمَا
 فَيَلْزِمُ عَدَمُ الْمَسَائِلَةِ، هَذَا خُلْفٌ، پس وجود مثل مذکوره ممنوع بالذات
 نباشد، انتهى بلفظ -

این دلیل که بنام شبه در خور است و بی شبه نیست چه عدم اتناع بسبب
 عدم اتناع مشارکت در مابیت است لیکن عدم اتناع بنظر عدم اتناع اوصاف
 باوصاف مذکوره بالنظر الی نفس الذات غیر مسلم نه زیرا که آنچه مابیت با آن در ضمن یک فرد
 متصف یا ممکن الاتصاف باشد لازم نیست که اوصاف مابیت با آن در ضمن فرد دیگر
 ممکن باشد -

مثلاً اوصاف مابیت انسانی به شخص زیدی بالنظر الی ذواتها ممکن است لیکن

له شخص (ذ) که و در (ذ) که است (ذ) که هم (ذ) که ای سداپ (ذ)

ثبت (اصل) که بسبب (تا) عدم اتناع (ذ) که کفرو (ذ)

در ضمن زید اما اتصاف مابیت انسانی به تشخص زیدی بالنظر الی نفس ذاتها در ضمن تشخص دیگر همچو
 عمر و ممکن نیست و الا تشخص زیدی تشخص نباشد بلکه قابل اشتراک بین کثیرین باشد پس
 اتصاف مابیت انسانی به تشخص زیدی در ضمن عمر و متمنع بالذات و در ضمن زید ممکن بالذات
 است و ازین عدم اشتراک زید و عمر و در مابیت انسانی لازم نمی آید، وقاعده حکم
 المِثْلَيْنِ وَاحِدًا فَيَمَّا يَثْبُتُ وَ يُسَلَّبُ بِالنَّظَرِ إِلَى نَفْسِ الْمَاهِيَةِ
 علی اطلاقها ممنوع و لزوم عدم اشتراک مابیت و عدم تماثلت نیز ممنوع است
 كما صورنا.

اگر در خاطر و عجب بگذرد که امکان اتصاف مابیت انسانی به تشخص زیدی بنظر
 نفس مابیت نیست بلکه بنظر خصوصیت است دفع کرده شود باینکه موصوف به تشخص
 زیدی و مصداق یا نفس مابیت انسانی بذاتها است یا مابیت انسانی مع کدام عارض
 زائد، ثانی باطل است چه این عارض زائد یا پیش از تشخص عارض شده یا بعد آں، اگر بعد
 آں عارض شده است، مصداق تشخص و متصف با آن نفس مابیت شد و هو المطلوب
 و اگر پیش از تشخص عارض شده است از دو حال خالی نیست یا مابیت بعروض آں
 عارض پیش از تشخص متشخص شده است یا نه، اول باطل است و الا تشخص مابیت
 پیش از تشخص لازم می آید، و در صورت ثانی مابیت با وصف عروض آں عارض کلی قابل
 الاشتراک است پس این کلی قابل الاشتراک بنفسه ممکن الاتصاف به تشخص زیدی شد
 و هو المطلوب، علاوه ازین عروض بیچک عارض پیش از وجود که مساوق تشخص است
 معقول نیست و این سده که متعلق فلسفه است به تفصیل و تحقیق تمام بجای خود مذکور است
 و حقیقت حال این است که تشخص بنفس ذاتها اشتراک و کوبین اثباتین

ابار می کند و همچنان بعض کلمات مختصه جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
از اشتراک بین آئین آبی است، چنانکه ختم نبوت است که اگر در رد و شخص مشترک فرض کرده
شود، اتصاف یک شخص بآن مستلزم انتفاء اتصاف شخص دومی بآن است چنانکه مذکور
شد، قائل از حال وصف چشم پوشی کرده، امکان اتصاف نفس ما به بیت بآن دست
آوریزه امکان اشتراک آلی می گداند، و این معنی با که این وصف در دو شخص مشترک نمی توان
شد، بلاطه طاق اسباب می گزارد.

اما نقل بس ۱۰۰۰۰ که آل که او سبحانه می فرماید :

أَوْ لَيْسَ لِذَوِّهَا حَلْقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ اتَّخَذَ
الْعَلِيمُ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ
لَهُ كُنْ فَيَكُونُ -

پس ضمیر جمع مذکر راجع است بسوئے جمیع بنی آدم، زیرا که کرمیه مذکوره در مقام
بیان معاد واقع گردیده، پس هر که در معاد زنده خواهد شد، آن داخل است تحت کرمیه
مذکوره و ظاهراً است که هر فرد از افراد انسانی در معاد زنده شدن است پس مثل او
بمقتضای کرمیه مذکوره داخل تحت قدرت الهی باشد پس گویا ترکیب دلیل مذکور بدین
وجه باشد که آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در معاد زنده خواهد شد و آن از ضروریات
دین است و هر که در معاد زنده خواهد شد پس وجود مثل او داخل است تحت قدرت الهی
بمقتضای کرمیه، پس مثل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل باشد تحت قدرت الهیه
و هو المطلوب -

له از دو (پ) له خواهند (پ)

این عجب استنباطی است که رونق شکن استنباطاتِ آخرین است و ادال در چند
این تفسیر آیت قرآنی نیست مگر آیت تفسیر داتی این قائل است -

قاضی بیضاوی در تفسیر می فرماید :

أَوْ لَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
مَعَ كِبَرِ جَرَمِهَا وَعَظْمِ شَانِهَا بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ
مِثْلَهُمْ فِي الصِّغَرِ وَالْحِقَارَةِ بِالْإِضَافَةِ إِلَيْهِمَا
أَوْ مِثْلَهُمْ فِي أُصُولِ الذَّاتِ وَصِفَاتِهَا وَهُوَ
السَّمْعَادُ انْتَهَى -

باید دانست که کفار منکران معاد جسمانی می گفتند که

مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ تَرَابِيمٌ؟

یعنی کدام کس زنده خواهد کرد استخوانها را و حال آنکه بوسیده اند - این آیت که می بران
رفع استبعاد آل منکران معاد، مسوق شده و معنی آل این است آیا نیست کسی که آفریده
است آسمانها و زمین را که اجرام کلاں و اجسام عظیم ایشان اند توانا بریں که بیا فرسید مانند
ایشان در کوتاهی و حقارت یا مانند ایشان در اصول ذات و صفات آل؟ بلی او بریں توانا
است و آل خدائے آفریدگار دانا است، نیست شان او وقتے که اراده کند چیزی را
جز این که گوید برانے آل بشو، پس می شود آل چیز -

پس مدلول این آیت ^{بکے} تصحیح قدرت بر اعاده ابدان و رفع استبعاد منکران است
و مراد از مثل در اینجا مثل است در اجزائے بدنی و صفاتے که بدان تعلق دارد یا مثل در کوتاهی
و حقارت است نه مثل در جمیع کمالات، چه ذکر مثل در جمیع کمالات از بیان حشر جسمانی

له استیناطی (ذ) له قرآنی (ذ) ذاتی (پ) له آن × (ذ) له از (پ) له مقدار

(پ) له در × (ذ) له مثل × (پ)

واعادۃ ابدان بوجہ نقل و مناسبت ندارد، پس مدلولِ این آیت این است کہ مثلِ
 ہر فردِ انسانی در اجزائے بدنی و ما متعلق بہا یا در حجم و مقدار، تحت قدرتِ الہی داخل است
 و فہم مساوی فی جمیع الکمالات از لفظِ مثل در مثلِ این مقامِ بعد از امثالِ امثال، پس این
 تفسیرِ آیتِ قرآنی، دلیلِ تفسیرِ دانیِ این جگانہ عالمِ بیان و معانی است نہ دلیلِ امکانِ مساوی
 حضرتِ سیدِ افرادِ انسانی است در جمیع کمالاتِ فاضلہ نفسانی، مقامِ استعجابِ این است
 کہ این مثلِ بے مثل از لفظِ مثل دریں آیت، مساوی فی جمیع الکمالاتِ فہمیدہ بہ تکلفِ دلیل
 خاطر خواہ خود ہم رسانید آسان تر این بود کہ بقولِ اوسجنانہ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

استدلال می فرمود کہ این آیت دلالت بر امکانِ چہ بلکہ بر وقوعِ امثالِ آنحضرتِ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم دلالت دارد و لفظِ مثل دریں آیت نیز واقع است و معنی متبادر از لفظِ مثل
 در ذہن قائل بہمان است کہ در پی اثباتِ امکانِ آن افتادہ است العیاذ باللہ
 من سور الفہم و سور الا عنقاد و سور التوفیق للسداد والرشاد۔
 وجہِ دومی این است کہ حتیٰ قبل و علا در کلامِ پاک خود در مقاماتِ عدیدہ از وجودِ
 مخلوقاتِ برحاطہ قدرتِ خود بر امثالِ آنها استدلال فرمودہ، چنانچہ از احیائے ارض و
 انزالِ مطر بر احیائے موتی در آیاتِ کثیرہ استدلال فرمودہ،
 منہا قولہ عزوجل :

وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْشَرْنَا
 بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا وَكَذَلِكَ تَخْرُجُونَ۔

لہ بوجہ (تا) در اجزائے (پ) لہ سید (ذ) لہ خود (ذ) لہ آن آسان (پ) لہ کہ

(ذ) لہ آیت (پ) لہ واللہ الموفق (پ) لہ کذک و (ذ)

واذا ایجادِ آدمِ علیہ السلام بے پدر بر امکانِ ایجادِ عیسیٰ علیہ السلام بے پدر استدلال

فرمودہ :

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ-

و بالجملہ استدلال بوجہ مذکور در قرآن مجید شائع و متعارف است، پس برین تقدیر
وجود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود دلیل باشد بر امکانِ مثلِ ایشان بر قدرتِ الہی، پس گویا
ت ترکیبِ دلیل برین تقدیر باین وجہ خواهد بود، ہر گاہ کہ وجودِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل
است تحتِ قدرتِ الہیہ، پس وجودِ مثلِ آنجناب داخل باشد تحتِ قدرتِ الہیہ لیکن
وجودِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم داخل است تحتِ قدرتِ الہیہ پس وجودِ مثلِ آنجناب
داخل باشد تحتِ قدرتِ مذکورہ لَاقِنْ حُكْمَ السِّمْلَيْنِ وَاحِدًا فِي الدُّخُولِ
تَحْتَ الْقُدْرَةِ وَ عَدَمِ بَسْمَطُوقِ الْقُرْآنِ وَهُوَ الْمَطْلُوبُ-

این شبہ ہم و ہمہ ہمیش نیست زیرا کہ اوصاف بر دو گونه است :

یکے آنکہ ممکن الاشتراک بین اشیا باشد و ابار از اشتراک نداشته باشد چنانکہ
وجود بے پدر کہ از اشتراک بین اشیا^{بشخصین} آبی نیست، اتصافِ آدم علیہ السلام باین وصف
منافی اتصافِ عیسیٰ علیہ السلام باین وصف نیست چه اتصافِ کسے بوجہ بے پدر
مستلزم انتفائے اتصافِ کسے دیگر^{بہ} باین وصف نمی شود یا قبولِ حیات کہ اتصافِ
ارض بآن مستلزم انتفائے اتصافِ موتی بآن نیست-

و دومی آنکہ ممکن الاشتراک بین اشیا^{بشخصین} نباشد چنانکہ خاتمیتِ سائر انبیاء کہ

لہ باشد (پ) لہ پس (پ) لہ مذکورہ (پ) لہ لکن (ذ) لہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ

ہم (ذ) لہ مستلزم (ذ) لہ و دیگر (ذ) لہ بآن بے (ذ) لہ چنانچہ (پ)

انصاف یک شخص باین صفت مستلزم انتقائے انصاف دیگرے باین صفت است۔
پس اگر کدام چیز بیک وصف متصف باشد و آن وصف از قسم اول باشد وجود
آن چیز بر امکان مثل او دلیل تواند بود و ہمین منطوق قرآن مجید است و اگر آن وصف از
قسم ثانی باشد وجود کسے که بآن وصف موصوف باشد دلیل امکان مثل او در آن وصف
نمی تواند بود چه انصاف آنکس بدان وصف دلالت دارد بر اینکه شریک او در آن
وصف ممنوع الوجود است و الا وصف ممکن الاشتراک باشد و المفروض خلافه۔

پس استدلال این قائل بر امکان شخصی که برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات باشد با وجود
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در صورتی قابل سماعت تواند بود که این قائل اول باثبات رساند که جمیع اوصاف
که در ذات ستوده صفات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیة موجود بوده اند از قسم اول یعنی
ممكن الاشتراک اند و هو اول المسئلة ف جاء الحق و زهق الباطل انا
الباطل كان زهوقا۔

باقی ماند درین مقام امرے واجب الاعلام که این قائل عوام کا لانعام را ازال
غافل یافته آن بیچارگان را بحمیدہ خود رام و به فریب خود در دام می کند و آن این است که
از امتناع ذاتی مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات، وجوب ذاتی
آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیة لازم می آید و این سفسطه بیش نیست از امتناع ذاتی مساوی
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجوب ذاتی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لازم نمی آید
آرے از امتناع ذاتی نقیض شے، وجوب ذاتی آن شے لازم می آید، الا مساوی شے فی کمالات

له مثل (پ) له باں (پ) له او (ذ) له اشتراک (ذ) له در جمیع (تا) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (ذ) له بوجود

یا وجود (پ) که نمی (پ) له و این (تا) نمی آید (پ) له آرے از امتناع ذاتی شے وجوب نقیض آن لازم می آید

حالیکه امتناع ذاتی مساوی شے کجا و وجوب نقیض شے کجا (ذ) له آنحضرت شے (پ)

کجا و نقیض شے کجا؟

و نیز گمانہ و بے نظیر بودن در کمالات خاصہ و وجوب ذاتی نیست خاصہ و وجوب ذاتی این است کہ مشارکت فی الحقیقہ متصور نباشد چه مصداق و وجوب ذاتی حقیقت احدیہ بسیطہ متشخصہ بذاتہا است کہ آن خود بذاتہا قابل اشتراک نیست پس آنچه از کلام این قائل در بعض رسائل مفہوم می شود کہ قول باقناع ذاتی مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی کمالات از شان موحدین او سجانہ نیست و بہ سماعت آل موحدین راموسے برتن می خیزد، اگر جہالت نیست باز چیست؟

و نیز آنچه این قائل در بعض رسائل گفته کہ این کلام یعنی آل کلمہ لاطائل اظہار عبودیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید الاخرین والاوائل است، کلام بے معنی و خیال باطل است، چه قول باقناع ذاتی مساوی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در جمیع کمالات منافی مخلوقیت و عبودیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت بخالق الممکنات نیست مگر احتیال برائے فریب جہال بہر حال بکار، لہذا در حلیہ نگین متن و برائے صدق و اخلاص بختن مضطرب و ناچار است، واللہ یقول الحق و ہو بہدی السبیل۔

لہاں * (ذ) لہ الی السبیل (ذ)

المقام الثالث

در بیان دلالت و اشتغالِ این مقالِ پُر جلال و اضلال بر استخفاف و انتقاص

شانِ مفروضِ الاجلال، سررِ مقربانِ بارگاہِ ذی الجلال۔

باید دانست کہ اشتغالِ کدام کلامِ استخفاف و انتقاصِ شانِ کسے بصدق و کذب
 ال منوط نیست، بسا کلامِ صادقِ مشتمل بر تحقیر و کلامِ کاذبِ متضمنِ اجلال و توقیری باشد و نیز
 دلالتِ ال بر ازراء و استخفافِ کسے بدان منوط نیست کہ از کلامِ دلالتی بر وقوعِ مضمونِ
 ال یا انتقاصی ال تصریحاً یا تلویحاً مفہوم باشد بلکہ کلامِ واحد بحسبِ سوقِ بر مقتضائے حال
 گاہے دلالت بر اجلال و تجلیل و گاہے دلالت بر تحقیر و تذلیل می کند، مثلاً چون گفته شود
 کہ "فلاں یک انسان است" اگر سیاق و سباقِ مقالِ با مقتضائے حال مناسبِ تعظیم
 و اجلال خواهد بود این کلامِ بر کمالِ تعظیم و اجلال دلالت خواهد نمود و افادتِ این معنی خواهد کرد
 کہ فلاں در نوعِ انسان، یگانہ زمان و اوجدِ اقران است و اگر قرینہٴ حالی یا مقالی مقتضیِ ہانت
 مکانتِ ال شخص خواهد بود بر ازراءے شانِ او دلالت خواهد کرد و انما کلامِ مستفاد خواهد
 شد کہ فلاں شخص احد من الناس لایعبأ به است۔

و فی مثل اگر گفته شود اگر فلاں خنزیر بود دے فاذوات خود دے، ایل

لہ انتقاص x (ذ) لہ ذی الجلال فقط (پ) لہ ال x (پ) لہ ازراءے (اصل) لہ متضمن

(ذ) لہ بود x (پ) لہ است x (پ) لہ فلانے (پ)

کلام بے شبہ برآورد و تحقیر آل شخص دلالت دارد، گو این جمله شرطیه است و وقوع شرط
آل ضروری نیست و اگر گفته شود که اگر فلاں فرشته بودے در زمره ملائکہ مقربین
انسلاک یافته، این کلام بر اجلال شانیش دلالت کند گو مقدم این شرطیه غیب ممکن
الوقوع است۔

و چنانکہ کلام بحسب مقتضائے مقام در دلالت بر اہانت و اکرام مختلف میشود
ہچنچاں بحسب اختلاف حال قابل دریں دلالت اختلاف می پذیرد مثلاً اگر کلام سردار
عالی مقدار گوید کہ من مردم ناچیز ہستم، این کلام از زبان او دلالت بر استخفاف ندارد،
بلکہ این کلام از بر غایت تواضع کہ از صفات ستودہ و ملکات محمودہ است دلالت
می کند و اگر ذبیحہ در حق این چنین سردار گوید کہ مردم ناچیز است این کلمہ تقییل از زبان آل
ذیل نسبت بدال امیر جلیل غایت تحقیر و تذلیل است۔

و ہچنچاں اگر بادشاہ بہ وزیر اعظم کہ در بار گاہ او بہ غایت مقرب و مکرم باشد
برائے اظہار قدرت و سلطنت خود گوید کہ اگر خواہم وزارت از تو بستانم و کمترین رعایا
را بمنصب تو رسانم و ترا بہ زندان درآرم یا ترا بردارم بردارم دریں کلام از زبان بادشاہ
استخفاف شان وزیر نیست و اگر کلام پیادہ در حنیض مذلت افتادہ بہ وزیر اعظم گوید کہ
اگر بادشاہ خواهد وزارت از تو بستاند و کمترین رعایا را بمنصب تو رساند و ترا بہ زندان
فرسید یا بردار کشد دریں کلام کمال اذلال و ذیرواجب الاجلال است و ترکیب آل
در صوابدید رائے معدلت پیرائے بادشاہ بہ پاداش تحقیر و ذیرواجب است و اگر پاداش
چہ منصب آل پیادہ ہیچ چیز نیست کہ ہمچو کلام در شان واجب الاعظام وزیر عالی مقام

لہ از دربار (ذ) لہ است (پ) لہ بای (ذ) لہ عظیم (پ) لہ است (پ)

لہ کمال (ذ)

بر زبان راند بگد اورا پاپیہ نیست کہ بنام وزیر کے ضم کلمات توقیر لب جنباند، دریں باب
برائے تفہیم اولی الالباب حاجت مزید اظہار نیست۔

مشداً قول اوسجانہ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

متضمن استخفافِ شانِ معظمِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیست و قول کفارِ ضعیفین
در جواب دعواتِ حضراتِ سید المرسلین علیہم الصلوٰت والسلام

مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

بلا ریب متضمن استخفافِ شانِ آنحضرات علیہم الصلوٰت والسلام است پس آیات
قرآنی کہ ترجمانِ کلامِ نفسی ربانی است اگر مشتمل بر بیان اشتغالِ قدرتِ الہیہ مر بعض امور را
کہ عدم وقوعِ آل نظر بر اسبابِ خارجہ قطعی و یقینی است در شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم نازل شدند، کقولہ تعالیٰ :

لَسُنَّ أَشْرَكَتَ لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ

او کقولہ عز من قائل :

وَلَسُنَّ سِئُنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ

و کقولہ سبحانہ :

وَلَوْ أَنَّ ثَبَتَتْكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ

شَيْئًا قَلِيلًا إِذْ ذُقْنَاكَ صِغْفَ الْحَيَوَةِ وَصِغْفَ

الْمَمَاتِ -

دلالت بر استخفاف و انتقاصِ قدرِ آلِ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ندارد نہ مگر منصب

لہ ماہیت (پ) لہ اشتغال x (ذ) لہ بر (پ)

کے از امت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت کہ از خود کلماتی کہ مؤذائے آل آیات
ادا کند در حق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گوید چہ آل کلمات از زبان مخلوق بمنضمن از رائے
به شان آل صبیب الرحمن است۔

و چون معلوم شد کہ حال کلام مورد دلالت بر استخفاف و عدم آل باختلاف متکلم مختلف
می شود، کسے گمان نبرد کہ اگر تکلم همچو کلمات در شان حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام
منضمن استخفاف و انتقاص باشد، تلاوت آیات قرآنی کہ بر امثال آل کلمات مشتمل اند و
تفسیر آل شرعاً و انباشد، آری جمع همچو آیات برائے اشعار و اعلام اینکہ چنین کلمات و
شان آل سید الکلمات علیہ فضل الصلوٰۃ والسلام در قرآن مجید واقع اند تا جملہ و عوام
آل را دست آویز جوآنہ اطلاق امثال آل کلمات در حق آل سرور موجودات علیہ
از کی لتسلیجات دریافته و بان تمسک کردہ در استخفاف شان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بے باک و بدایں اسارت، مستحق تباہی و سزاوار ہلاک شوند، منتضمن غایت
استخفاف بہ شان آل اشرف الاشراف و اشاعت شاعت بر السنہ بسوام واجلاف
است، العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک۔

و نیز باید دانست کہ اگر کلام در تحمید و ثنائے الہی منتضمن گونہ استخفاف بہ شان
اوسجانہ یا بہ شان کسے از انبیاء و مرسلین یا اولیاء یا ملائکہ باشد تفوہ بان نا جائز و نادر و
است خواه آل کلام صادق باشد یا کاذب، مثلاً اگر کسے گوید کہ اوسجانہ چنین بے نیانہ است
کہ ملائکہ و شیاطین نسبت بہ شان اوسجانہ برابر اند یا کسے گوید کہ ہمہ اولین و آخرین نسبت
بشان ایندومی از چہار ذلیل تر اند، قائل این کلام ترکیب استخفاف ملائکہ و اولین و آخرین

لہ متکلم (پ) لہ جمیع (اصل) لہ مجید x (ذ) لہ بہ شان (ذ) لہ ناچار (ذ)

لہ چنین (تا) بہ شان x (ذ) لہ اوسجانہ (پ)

شد و این خود نارواست و اشمال آں بر تحمید و ثنائے الهی آں را از تضمن استخفاف کہ ممنوع و نامشروع است بیرون نمی آرد۔

وازیں جا است کہ فقہار فرمودہ اند کہ لفظ خالق القردۃ و الخنازیر، در حمد الہی آوردن نشاید حال آنکہ قطعاً معلوم است کہ کسے جزا و بیچک چیز را نمی تواند آفرید بلیکہ ذکر اشیا بر سبب اشیاے نفیسیہ گو در ضمن نفی باشد متضمن استخفاف قدریہ است۔
اشیاے نفیسیہ است، مثلاً اگر کسے در مدح بادشاہ گوید کہ بادشاہ در پوزہ گرفتار است یا گوید کہ بادشاہ از چارال بہتر است این کلام ہم مشتمل بر استخفاف نشان بادشاہ است۔
و چنانکہ دلالت کلام بر استخفاف از سوق آں برائے نغش مقصود می باشد
ہمچنان استخفاف از آثار کے کہ بر مضمون آں مترتب شوند گو در بادی الہی مقصود نباشند
لازم و در آں کلام مضمومی باشد، مثلاً اگر کسے از نوکران بادشاہ گوید کہ سخن فلاں وزیر بجنور بادشاہ در حق کے سبب نفع یا ضرر نمی تواند شد، این کلام بدو وجه متضمن تحقیر نشان وزیر است۔

یکے آنکہ اور اجنور بادشاہ منزلت نیست لہذا سخن او بہ بیچ نمی آرد
دومی آنکہ اجلال و توقیر وزیر ضرور نیست چہ او نہ بکسے نفع تواند بخشید و نہ بہ کسے
مضرت تواند رسانید پر داسے او چہر باید کرد و او را بہ کسے بیچک منت از ایصال نعمت
یا دفع مضرت نیست پس شکر او چہا بجا باید آورد۔

و نیز شعور باید داشت کہ استخفاف بہ نشان کسے بر چند گونه است :
یکے استخفاف بہ شان او قصداً و عمدتاً،

لہ آں (پ) لہ چنانچہ (پ) لہ بعض (پ) لہ آں x (ذ)
لہ سبب (پ) لہ اتصال (پ)

دو تہی استخفاف او بہ خطر و لغزش زبان و زلت لسان یاد نہاد استگی کہ قائل
از دلالت کلام خود بر آل بہ سبب جہل و نادانی غافل باشد چنانکہ بعض ظرفار بعض عامیہ
بختیار را آموختند کہ سادہ لوح فرزانہ را گویند آل بے چارہ عامی آل را در مدحت
بعض ملوک در مقام خوشامد بہ استعمال آوردہ بیاداش این کلمہ رسید۔

بعد این تمہید باید شنید کہ کلام لاطائل این قائل بہ وجوہ عدیدہ بر فایت
استخفاف نشان و انتقاص قدر حضرت سیدنا و مولانا سید الاولین و الآخرین اجمعین
و حضرات دیگر انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین و اولیاء عارفین صلوات اللہ و تسلیتہ
علی سیدنا و علیہم اجمعین دلالت و اشتمال دارد و این قائل از تکاپ استخفاف و انتقاص
شان آنحضرات عمداً و قصداً نمودہ در اشنع اخبار استخفاف گرفتار گردیدہ است۔

و جہ اول این کہ مقصود قائل از این کلام از آغاز تا انجام این است کہ شفاعت
کسے از انبیاء و اولیاء و ملائکہ و شیوخ سبب نجات بیچک گنہگار از عذاب نار و
سزائے کردار او نمی تواند شد و آنچه بسیار مرد مال اعتقاد دارند کہ شفاعت این حضرات
سبب نجات و حظ سیئات است غلط فہمی ایشان است، او سبحانہ خود رحم آوردہ و
آمرزش کردہ کسے را شفیع بنام برائے حفظ کمرشہ آئین سلطنت خود قرار خواهد داد و
ہرگز شفاعت کسے سبب رحم و آمرزش او سبحانہ نخواہد بود۔

این عقیدہ خود استخفاف نشان و انتقاص قدر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و دیگر حضرات مہدوحین است چہ از روئے کتاب مبین و احادیث سید المرسلین و
اجماع ائمہ دین ثابت است کہ شفاعت آل حضرت علیہم السلام عموماً و شفاعت سید الاولین

لہ کنت (پ) لہ عامہ (ذ) لہ بختیار x (ذ) لہ و x (ذ) لہ سبب (پ) لہ سبب (ذ) لہ
است x (ذ) لہ شفاعت (ذ) لہ این (پ) لہ علیہم السلام x (پ)

والآخِرین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً سببِ رحم و آمرزشِ حضرت آفرید گاہ و سببِ نجاتِ گنہگار ان بدکردار از عذابِ نامہ است و دعواتِ ایشان برائے اہل کبائر مستجاب و سببِ نجات از نکال و عذاب است، انکارِ این معنی انتقاصِ قدر و منزلتِ آلِ حضرت در بارگاہِ ایزدی و استخفافِ نشانِ مناصبِ ایشان در حضرتِ الہی است، چہ سابق گزشت کہ منزلتِ مکانتِ آنحضرات در ال بارگاہ سببِ قبولِ شفاعتِ ایشان برائے اہل جرم و گناہ است پس انکارِ بدخلیت و سببِ شفاعتِ آلِ حضرت نسبت بہ نجاتِ اہل سیئات باین معنی انکارِ منزلت و مکانتِ آنحضرات در حضرتِ رافع الدرجات است، اگر ایں انتقاصِ قدر نیست بازہ چیست؟

و جہ دوم ایں کہ چون مقصود ایں قائل معلوم شد حالاً کلام اورہ امسوق برائے اثباتِ ہمیں مقصود دانستہ باید فہمید کہ تقریر ایں مرام در افہامِ اہل اسلام اقتضائے آل دار کہ انرا ذہانِ ایشان و جاہت و منزلت و محبوبیت و مقبولیت کسانیکہ ایشان آل کسان را شفاعت خواہ جرم و گناہ در بارگاہِ الہی دانند و آہنارہ اوسائل و شفاعت خود در حاجات برآری و دستگاری از گرفتاری بہ ہمزائے بدکرداری می خوانند نیست و نابود کردہ در محبت و اجلال و توقیر و تعظیم ایشان نسبت بدان حضرت و در اعتقاد ایشان بہ وجاہت و جاہ و پذیرائی دعا و شفاعتِ آلِ حضرت برائے ایشان در ال بارگاہ فرقی و انحطاطی بہ نمکین قرار آورده شد و بالیشان تفہیم رود کہ وجاہت و محبوبیت کہ سببِ قبولِ شفاعت تواند شد در بارگاہِ الہی بہ کسے حاصل نیست تا امیدوار شفاعت او باید بود و در بیان نفی شفاعتِ وجاہت انچنان کلمات گفتمہ شونند کہ بر نفی وجاہت و منزلت دلالت داشته باشند۔

لہ سبب (ذ) لہ عقاب (پ) لہ ایں (پ) لہ پس (پ) لہ ایں (پ) لہ است (پ) لہ
لہ کردہ (ذ) لہ محبت (پ) لہ تفہیم (ذ) لہ شفاعت (اصل)

مثلاً گفته شود که نشان الہی این است کہ چوں خواهد در یک آن بیک حرف
 کن کرد با انبیاء و اولیاء و جنہ و فرشتگان برابر جبرئیل و محمد پیدا کند و بوقوع آرد و اگر
 ہمہ اولین و آخرین از بشر و ملائکہ و جنہ کہ این عموم ہمہ کفار و مشرکین و اشقیاء و شیاطین
 را شامل است مانند جبرئیل و پیغمبر شوند و نفقے در کار خانجات ملکش نخواهد افزود و اگر
 ہر ہمہ کہ این عموم جمیع انبیاء و مرسلین و سید الاولین و آخرین و ہمہ ملائکہ و مقربین و شہداء
 و صدیقین و عباد صالحین را تناول است مانند شیطان و دجال شوند کمی در رونق سلطنتش
 رو نخواهد نمود۔

پس غرض مسوق کہ الکلام استخفاف نشان و انتقاص قدر آنحضرت سید الانبیاء
 و المرسلین خیر الانام، قدر شکنی و بے اعتنائی بشان دیگر انبیاء و رسل عظام علی نبینا و علیہم السلام
 و عدم اعتداد و عدم مبالغت بشان ملائکہ مقربین و اولیائے کرام است و اگر این معنی درین
 کلام مضمون و در خاطر قائل مرکوز و مکنون نباشد این کلام بے سود و مقصود و برباد و در حال
 انکشاف یافت کہ برا قوام این کلام در اثناے نفی شفاعت و جاہت کہ بے ذکر این کلام
 صرف بذكر دخل نبودن کہ در کار خانجات سلطنت ایزدی تمام بود ہمیں باعث شد و الا
 سابق گذشت کہ این کلام با مقصود و مرام ربط بین و حسن النیام ندارد۔

و جب سویم اینکہ سیاق این کلام در متفہم عرف عام دلالت واضحہ متبادرہ بلا استخفاف
 و انتقاص قدر عالی مقام حضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام دارد مثلاً اگر جماعتی بوزیر
 کرام سلطان ذمی اقتدار چنین اعتقاد داشته باشد کہ او در بارگاہ سلطانی بمزید و جاہت
 و نباہت بہ سبب مہربانی خسرانی از سائر اہل اعزاز و بجاگی و امتیاز دارد و کہے خواهد کہ اعتقاد
 آن جماعت در حق آل و ذریرہ ہم نہند پس گوید کہ نشان بادشاہ این است کہ چوں خواهد کرد یا

لہ مر (ذ) لہ و (اصل) لہ آنکہ (پ) لہ خروانی x (پ) لہ اقرار (پ)

کساں را در یک آن بآں وزیر بمسرد و برابر گرداند بلاشبہ این کلام بر استخفاف آن وزیر عالی
مقام دلالت دارد۔

و ہچیاں اگر قوی اعتقاد کنند کہ فلاں عالم در اکناف عالم بے نظیر و بیگانہ مظهر
است، کمتر کے بے علم و فضل بوجہ دایہ و پیداشدن ہم رتبیہ او مستبعد می نماید، کسے بزبان
اردو گوید :

” خدا چاہے تو ایک آن میں کہ وروں عالم اس کے برابر پیدا

کر ڈالے “

پس بلاشبہ سیاق کلام بر قدرتی آن عالم دلالت دارد، گو این سخن راست است
راستی کلام منافی دلالت بر استخفاف نیست، کسے کہ دلالت این کلام را بر استخفاف
انکار کند از سہ حال غالی نیست یا زبان نمی فہم و متبادر از سیاق کلام نمی داند یا بے چارہ
معنی استخفاف نمی داند یا متعند است کہ بانکار ضروریات با کسے ندارد۔

وجہ چہارم اینکہ بر مضمون کلام و حاصل مراد اثر سے مترتب می شود کہ با استخفاف
و بے اعتنائی نشان حضرت سرور اصفیاء و حضرات و سیکر انبیاء و صالحین داد لیا می کشد
و آن این است کہ ہر گاہ کہ در ذہن کے متمکن شد کہ کسے ازال حضرات برائے من منفعت
نمی تواند بخشید و مضرت نمی تواند رسانید، خواہد اندیشید کہ محبت ایشان چرا باید داشت
و توقیر و تعظیم ایشان چرا باید کرد و مراعات داب آداب نسبت با ایشان چه ضرور و احترام آثار
ایشان چه لازم و ایشان را بر گردن من کدام حق کہ بہ تکریم ایشان ادائے آن کنم و ایشان
را بر جان من کدام منت کہ بہ تجلیل ایشان شکریہ آن بجا آرم و از ایشان چه توقع و کدام شکر است کہ

لہ آمدن (ذ) لہ بر تہ (ذ) لہ بر اینکہ (پ) لہ کہ (ذ) لہ ازین (پ) لہ خواہد (ذ) لہ چرا

(تا) نسبت با ایشان * (ذ) لہ چرا لازم و ایشان * (پ) لہ داشت (ذ)

بایشان محبت دارم۔

پس اعتقاد بمقادیر این کلام ناقص روادار بے باکی یا بے اعتنائی یا موجب جہالت
بر اختیار خسارت و مجوزہ از کتاب بے ادبی یا بے اعتنائی ہا است۔

پہم امینکہ کلمہ :

” اوس شہنشاہ کی تو یہ نشان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن

پا بے تو کر وول نبی وولی و جن و فرشتہ، جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے برابر پیدا کر ڈالے۔“

متضمن استخفاف است بدیں وجہ کہ در مقام ثانی مذکور شد کہ مدلول این کلام صحت تعلق
تکوین بہ کرور ہا امثال برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است چہ متعلق بحکم کن ہا
است کہ باں تعلق تکوین صحیح باشد و درین معنی انتقاص قدر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کہ افضل الخلق و امکانات جمعین واجل یا صحیح بہ تعلق التکوین اند ظاہر و آشکار است
و منافاة صحت تعلق التکوین بہ برابر آن معدوم المماثل و القرین با فضلیت آنحضرت بر جمیع
یا صحیح تعلق التکوین متغنی از اظہار۔

ششم اینکہ لفظ صد ہا و ہزار ہا و لکھ ہا و کروہ ہا و آنچه بدیاں مانند اگر برائے
تعداد نظیر کدام شے آورده شود بر تحقیق آن شے علی حسب تفاوت مراتب کثرت نظیر آن
شے دلالت دارد، و جہاں این است کہ امتناع یا عدم یا ندرت نظیر شے در خوبی، مستلزم
و ملازم جلالت قدر و عظمت شان آن است و امکان یا وجود یا کثرت نظیر آن بالقوہ یا
بالفعل مستلزم و ملازم ابتذال و بے قدری آنست و مراتب ابتذال و بے قدری بتفاوت
مراتب کثرت نظیر متفاوت می شود، پس کلامی کہ دلالت کند بر امتناع یا عدم یا ندرت

لہ جکرور ہا (پ) کہ کدام (تا) کثرت نظیر (پ)

تظیر شے دلالت دارد اعزاز و توقیر آل علی حسب تفاوت مراتب یعنی کلام دال بر امتناع نظیر
دال است بر اعلائے مراتب توقیر، ازاں بعد کلام دال بر عدم آل و ازاں پس کلام دال بر
ندرت آل۔

و کلامی کہ دلالت کند بر صحت وجود یا وجود یا کثرت نظیر شے، دلالت دارد بر
استخفاف و ابتذال آل شے و مراتب ابتذال آل بتفاوت مراتب کثرت نظیرش تفاوت
می پذیرد مثلاً اگر گفت شود که دو سیت کس نظیر زید تواند شد ابتذالے که ازین کلام مفهوم
می شود که از ابتذالے که از جمله صد ها کس نظیر او تواند شد مفهوم می شود و ابتذالے که مدلول
لفظ صد ها است کمتر است از ابتذالے که مدلول لفظ هزاره ها است و ابتذالے که مدلول
لفظ هزاره ها است به فهم می آید کمتر است از ابتذالے که برآں لفظ لکھ ها دلالت نماید و آنچه
از لفظ لکھ ها فهمیده می شود ادون است از آنچه از لفظ کور و رها به فهم می گذرد۔ این متائل
بمقتضائے سریت خود لفظ کور و رها که اشمل اعداد مستعمله زبان اردو است اختیار کرد
تا زیاده تر بر استخفاف شان سید البشر الشفیع المشفیع فی المحشر صلوات اللہ و تسلیماته علیہ
دلالت سازد و زیاده تر جمله را در کفر و ضلالت اندازد۔

مفتم آنکه نام مفروض الاعظام حضرت سید الانام علیہ از کی الصلوٰۃ والسلام
بجمال بے باکی یاد کرد که آنرا بکلمه اجلال و اکرام و جلوه و سلام قرین بنا آورد، آری من سب
غرض مسوق له الکلام بهمیں بود و این بے باکی را بکمال حضرت فضل الصدیقین الاصفیاء
خیر البشر بعد الانبیاء علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ که بعد
وفات آنحضرت سرور کائنات، خطبه فرمود و گفت :

له انما (ذ) که و توقیر (اصل) که از x (ذ) که به فهم می آید (اصل) نباید سه دون (پ) که
از x (ذ) که می کند (ذ) که مثل (پ)

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدَمَاتٌ
وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ.

قیاس نتوان کرد زیرا که حضرت صدیق اکبر از قرآن اقتباس فرموده بود و هو قول
تعالی :-

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
الرُّسُلُ أَفَإِنَّ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ
وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنُيَضِّرَنَّ اللَّهُ شَيْئًا.

و اگر نام مقدس بکلمه اکرام یا بصلوة و سلام مقرون می آورد اقتباس فوت می شد
و غرض مسوق له الکلام که تسلیه اصحاب آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم که بغایت غمگین و
اندوه گین بودند و بعضی از ایشان از موت آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم تخاصی و انکار
می نمودند. بود از دست می رفت، چه ضمیم کلمات اجلال و اکرام و اضافه بصلوة و سلام بنام
سید الانام در این چنین مقام و در مجموع ما تم عام این کلام را با بنام ندیده می گردانید و اهل اسلام را
زیاده ترمی گردانید و در خاک و خون می غلطانید پس مناسب بهمین بود که از آیت قرآنی اقتباس
فرمود و برآں پیچ نه افزود، هر سخن وقت و بهر نکته مکانی دارد.

آرے این قائل تواند گفت که مناسب غرض مقصود دریں جاهاں بود که از زبانش
تراوش نمود و اگر او کلمه اعظام یا صلوة و سلام می افزود با مراد دلی و مقصود اصلی و نیز با سیاق و
سیاق مناسب و چسپان نمی بود، حال اجلال اسم مبارک آنحضرت صلی الله تعالی علیه وسلم
انتشار الله تعالی در مقام رابع مذکور می شود، فانتظر.

له سوق الکلام (ذ) له ختم (ذ) له و اکرام x (ذ) له آله (ذ) له یا (ذ) تا (پ) له و x (ذ)
که چنان (پ) له نمی x نمود (ذ)

ہشتم آنکہ لفظ ”کر ڈالے“ در زبان اردو بر امانت و استخفاف دلالت دارد
 مثلاً اگر کسی گوید ”چاہوں تو فلاں کام کر ڈالوں“ این کلام بر استخفاف آل کلام دلالت
 دارد و اگر گوید کہ ”چاہوں تو فلاں کام کروں“ دریں کلام آل دلالت نیست و این
 معنی بر زبان دانان اردو مخفی نخواهد بود، و جب آل این است کہ لفظ ”ڈالنا“ در زبان
 اردو معنی انداختن است و ازین جهت طرح و حیطہ ترتیب ازین لفظ مفہوم می شود۔
 خاطر این قائل خوشنود نشد باین کہ می گفت ”چاہے تو پیدا کرے“ چہ
 این عبارت با مقصودِ دمی او چنداں چسپاں نبود و دلالت بر غایت استخفاف نمی نمود

بے ع

از کونہ ہمشاں تراود کہ در دست

ولنعم ما قیل ۷

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا
 جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

اگر گفته شود کہ لفظ ”کر ڈالنا“ در زبان اردو بجائے مستعمل می شود
 کہ دلالت بر سرعت و تعجیل در کردن آل کار مقصود باشد و دریں جا ہم ہمیں دلالت
 مقصودِ قائل است۔

جوابش گفته آید کہ لفظ ”ایک آن میں ایک حکم کن سے“ برائے دلالت
 بر سرعت و تعجیل بس بوده است، اگر مقصودِ قائل از لفظ ”کر ڈالنا“ استخفاف نبود
 چہ این لفظ افزود، و مع ہذا قائل در تاویل کلام خود می گوید کہ مقصود ازین تعلق تکوین نیست

۱۷ این کلام x (ذ) ۱۷ آل x (ذ) ۱۷ کلام (اصل) کار باید ۱۷ x (ذ) ۱۷ دانایاں (ذ) ۱۷ این (ذ)

۱۷ با مقصود x (ذ) ۱۷ ہونی بروں تراود (ذ) ۱۷ جا x (ذ)

باز سرت و تعجبیل در کردن کار و تکوین آں ازیں عبارت استنباط کردن توجیه القول بما لا یرضی
به قائله است بلے خود کرده را در ماں نیست۔

نہم امین کہ کلمہ :

” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے اور آدمی اور جن بھی سب مل کر
جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں تو اس مالک الملک کی سلطنت میں
اون کے سبب سے کچھ رونق بڑھ نہ جاوے گی۔“

عجب کلمہ ایست کہ بر زبان محمدیوں بہ ہزارہ جبرئیل علی اسبیل لنقل کہ نقل کفر کفر
نہا شد، می گذرد و الاہر سلمان از شنیدن این چنین کلمہ بہ خود می لرزد و العیاذ باللہ من ذلک
چہ حرف گردیدن اولین و آخرین یکسر مانند جبرئیل و پیغمبر گوید موضع خود مذکور شود کہ مقدم
قضیہ شرطیہ گردانیدہ آید بہ غایت تحقیر نشان حضرت جبرئیل و استخفاف شان جلیل حضرت
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است چہ در اولین و آخرین، شیاطین و مشرکین و جبارہ و ملائین
و ہمہ اشقیابے دین داخل اند، حرف برابری و مماثلت این ہمہ باں ہر دو حضرت علیہما الصلوٰۃ
و السلام گوید در ضمن قضیہ شرطیہ باشد چنان بر زبان آں کساں کہ دعوائے اسلام گوینام باشد
می کنند، تو اند گذشت۔

دریں کلام این قائل بہ چند وجہ رعایت بلاغت کرده است نخستیں اینکہ
با وجود تعمیم اولین و آخرین تعمیم آدمی و جن نیز مذکور کہ در حال آنکہ تعمیم اول نیز ادا سے مفصلاً او
توانست کرد، نکتہ در آں این است کہ تعمیم اول صراحتاً بلا تکلف شیطان را شامل نبود،
ناچار لفظ جن تصریحاً افزود تا آں رئیس اہل تلبیس یعنی ابلیس بلا حاجت بتکرار دریں تعمیم

لہ دلی (پ) لہ میگرد (ذ) لہ کہ گو (باید) لہ چنان (ذ) لہ می کند (ذ) لہ دروں

(ذ) لہ بلا حجت (ذ)

داخل باشد، چہ یک بار دخول او در تعمیم اولین و بار دیگر در تعمیم پسین و از جن مفہوم شد کہ کان
مِنَ الْحِجَّتِ ایں نکتہ را از آثار تفسیر دانی ایں قائل تو اں شمر دو و چہ عایت در سچو مقام
مناسب مقتضائے حال بودہ است۔

دوئی آنکہ ذکر فرشتگان در ایں مقام نہ آورده چنانکہ ملائکہ را در کلام سابق مذکور
کرده۔ نکتہ در اں ایں است کہ مساوات و ہمسری فرشتگان با حضرت روح الامین و حضرت
سید المرسلین علیہما السلام چندال مفید استخفاف نبود، پس بغرض او مزید دلالت نہ داشت۔
سوئی کلمہ صدر قول او "جبرئیل اور پیغمبر ہی سے ہو جاویں" در ایں جا
چہ مراد او، غائزہ رنگ تازہ می دید، آہ سے خواستہ خاطر را بچہنیں باید آراستہ۔

دہم آنکہ قول او :

"اور سب لوگ مل کر شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں تو

اس کی کچھ رونق گھٹنے کی نہیں"

گفتار سیت کہ بتصور سماع آں، اہل ایمان را قشعریرہ دم می گیرد و رنگ سامع
آں، گورنگِ اخلاص نہ داشتہ باشد، بجز دشمنی نش شکست می پذیرد، ہر گاہ کہ از ذکر شیطان و
دجال با ذکر مقربان بارگاہ حضرت ذی الجلال گو بطریق نفی مساوات باشد، موئے برتن می خیزد
و آبروئے اخلاص می ریزد پس واسطے بر حال کسے کہ حرف گم دیدن ہر ہمہ کہ ایں مہوم حضرت
سید البرایا شامل و سائر انبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین و اولیاء و صدیقین و شہداء و صالحین
را تناول است چہ شیطان و دجال کہ سرگروہ اہل ضلال و اضلال اند بر نہ بان راند، گو آنرا

لہ باز (ذ) کہ از (ذ) کہ از (پ) کہ نادر (ذ) کہ او (ذ) کہ داشت

(ذ) کہ شہیرہ (ذ) شہیرہ (پ) کہ ہر گاہ (پ) کہ بر (ذ) نہ

ایں ہمہ (ذ)

بطریقِ تلبیسِ قضیہ شرطیہ خواند، بیچک اہل ایمان این چنین کلمہ نہانی و آشکارا جائز و گوارا
نمی دارد و بر زبان چه تصور مهم نمی آرد۔

سبحان اللہ از ہے ایمان کسے کہ خود را مرشد اہل اسلام و اندو مخالفان
خود را کافر و مشرک خواند و بلا ضرورت داعیہ و بے حاجتِ مجبہ، بیچو کلمہ ثقیل کہ سرایا
استخفافِ مقرر بان حضرت ایزد جلیل است، بے باکانہ بر نہ بان راند و برائے تعلیم عوام
و سوقیہ آں را در کتاب خود ثبت کرد اند آں را در کوچہ و بازار اشتہار دید و بہ تلقین آں
بہ حلقہ بگوشان خود آہنہ را طوقِ لعنت برگردن بند لیکن نازم بر آں قائل کہ دریں کلام ہم داد
بلاغت داده است کہ کلمہ حصر در قول خود "شیطان اور دجال ہی سے ہو جاویں"
دریں قرینہ ہم نہادہ و در برد و قرینہ رعایتِ طباق در میان جبرئیل و پیغمبر و در میان
شیطان و دجال نمود، گویا ایمان از دست رفت، الا سررشتہ بلاغت از دست نمی
بائیست داد۔ آری مقصود دلی را بہ ہمیں اعتبار با ظہار باید آورد و در تعبیر این چنین
مقصود اہم ہمچنین رعایتِ بلاغت باید کرد۔

اما نفی شفلے عتے کہ برائے اثبات انتفائے آں، این چنین کلمات گوناگون
و عبارات و قائل مضمون، استعمال فرمودہ اند، باین عبارت نمی شد کہ در کار خانات
الہی بیچک کس را مدخل نیست تا از خوشی و دل نہاد او رونق سلطنت افزاید یا از ناخوشی
و بے دلی او، شکست رونق در آں پدید آید این عبارت آراہیا و این بیودہ سرایہا
برائے چسبیت، لیکن این قائل از عادت خود مجبور است کہ اکثر در گفتار خود ذکر انبیاء
و ائمہ و اولیاء و شہیدان با ذکر شیاطین و اشقیاء و خبیثان و عنیدان برابر می آرد و رعایت

اے متصور (پ) اے اللہ (ذ) اے مراعیہ (پ) اے خود (ذ) اے برای حال (پ) کے

پ (ذ) اے اعتبار (ذ) اے ہمچنین (ذ) اے بلاغت (ذ) اے شیطان (ذ)

ترصیح و طباق بدیع نمی گذارد و پاس ادب، این ادیب را از صرف مایه بلاغت باز نمی دارد
تا سرشته بلاغت از دست نرود گویان بر باد شود، اگر بر عبارتش مواخذة علمی کرده شود قائل
در جواب دبی بجا آید و مبلغ علم را جلوه و ظهور نماید و بجز بیوده گوئی و یاوه سرایها هیچ نه
افزاید۔

حالا باید شنید که قول او "اوس شهنشاه کی تو یہ شان ہے کہ چاہے تو ایک
آن میں ایک حکم کن سے (الی آخره)" اگر قضیہ حملیہ است باطل است بدو وجه :
اول اینکه درین قضیہ حکم حملی نیست تا قضیہ حملیہ باشد۔

دومی اینکه بر تقدیر فرض بودنش حملیہ، از قضایا بقیہ نیست چه مصداق آن گاہے
در نفس الامر واقع نیست، پس از قضایا بقیہ و قضایا بقیہ غیر بقیہ مساوی شرطیات است
پس بطلان آن در ثقی ثانی مذکور می شود و اگر قضیہ شرطیہ است معنی آن این چنین باشد که اگر او
سبحانه خواهد که کرد با انبیاء و اولیاء و جنہ و ملائکہ برابر حضرت جبرئیل و آنحضرت علیہم السلام
پیدا کند و بوقوع آرد۔

پس از دو حال خالی نیست، یا مقدم این شرطیہ واقعی است یا غیر واقعی و فرضی،
اگر واقعی است واجب آمد وجود کرد و با کس برابر هر دو حضرت مدوح در نفس الامر ضرورہ
وقوع التالی عند وقوع المقدم و قول بوقوع تالی کفر صریح است و اگر غیر واقعی است، پس
ممتنع بالذات است یا ممتنع بالغیر و علی التقدیرین استلزام مقدم مذکورہ کہ ممتنع بالذات باشد
یا ممتنع بالغیر برائے تالی مجزوم بہ نیست۔

له در × (ذ) له رویت (ذ) له او (پ) له و × (پ) له تصدیق (پ)
له گاہے × (ذ) له غیر × (ذ) له مساوق (پ) له لازم (پ) له و × (ذ)
له غیر واقع (پ) له مقدر (پ)

واگر این قائل اعتقاد دارد کہ تعلق مشیت بہ کرد و ہا امثال، برابر آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ممکن ذاتی است و ممکن ذاتی گو ممتنع بالغیر باشد مستلزم محال
بالذات نمی باشد و عدم وقوع آنچه مشیت ایزدی بدان متعلق می شود محال بالذات
است کارہ بر و تنگ خواهد شد، چه در مقام ثانی گذشت کہ وجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم مستلزم کذب او سبحانہ است و کذب او سبحانہ محال بالذات است، پس
بنابراین اعتقاد لازم خواهد آمد کہ وجود برابر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محال بالذات
باشد، بریں تقدیر بے چارہ بزودی ملزم خواهد شد۔

و علیٰ ہذا القیاس آل دو قضیہ شرطیہ یعنی اور قول او :

” اور سب لوگ اگلے اور پچھلے (تا قول او) رونق گھٹنے کی نہیں“

یا از قضایائے فرضیہ تقدیریہ باشند یا از قضایائے واقعیہ نفس الامریہ یعنی یا
گفتہ شود کہ مقدم این ہر دو شرطیہ غیر واقعی است یا گفتہ شود کہ مقدم ہر دو
شرطیہ واقعی است، ثانی باطل است، چه بودن ہمہ پیشینیاں و پسیناں با جبر سل و پیغمبر
ہمسرا یا با شیطان و دجال برابر فی نفسہ اجتماع نقیضین است زیرا کہ بودن ہر کس پیغمبر مستلزم
این است کہ بعض کساں پیغمبر نباشند بلکہ مرسل الیہ و امت باشند کہ پیغمبر بے امت معنی
ندارد و بودن ہر کس شیطان بے آنکہ بعض کساں چنین باشند کہ کسب ضلالت اند
دیگرے کنند متصور نمی شود، پس آل بعض شیطان نمی تواند شد بلکہ مستفیدان خدمت
او، پس مقدم ہر دو شرطیہ کہ مشتمل بر جمع نقیضین است محال است و استلزام مقدم محال
برائے تالی مجزوم بہ نیست لآن المقتدم المحال یجوز ان یتلزم
نقیض التالی۔

و نیز معلوم نیست کہ مراد قائل بہ سلطنت جناب الہی و رونق آل عصیت اگر مراد

از سلطنتِ اوسجانہ تصرفِ اوسجانہ در ہمہ ملک و ملکوت بروفق مشیتِ اوسجانہ است
 و رونقِ آن، عبارت از جریانِ آن بروفقِ حکم و مصالح است چنانکہ ہمہ عالم بہ مشیتِ شاملہ
 و حکمتِ کاملہ اوسجانہ برابغ نظام واقع است، پس بقائے ہمیں نظامِ ابغ کہ در آن بعض
 گمراہ و بعض مقرب بارگاہ و بعض لاندہ و بعض مقبول حضرت باری و بعض ناجی و بعض بیاداش
 بدکرداری معاقب و ناری و بعض فائزہ درجات و بعض در آسفل درکات و بعض شقی و بعض
 سعید و بعض مفید و بعض مستفید اند منافی تقدیر مذکور است کہ بریں تقدیر ہمہ کسال یکسان
 و ہر ہمہ بر یک شان خواہند بود و اگر چیزے دیگر مراد فرماشتہ باشد بلیتے بیان کرد
 تا معنی کلام او انکشاف یافتے۔

باید دید کہ ایں قائل ایں چنین کلام لاطائل کہ معنی صحیح نہ اندر کلام مقام برائے
 اثبات کلام مراد برائے چه قسم افہام و در مخاطبت چه قسم عوام با استعمال آورد بے مناسب
 شان ہدایت و تلقین ایمان و تبیین و صف بقائدین بدانت و سہل است۔
 باید دانست کہ بعض نامنصفان خود پرست کہ با وصف خبرداری و ہوشیاری
 بہ نشوتِ نخوت مہر سرستند، چوں می بینند کہ زبان دانان ارد و انہی کلمات بے جا و نہ
 ہچو گفتگوئے بے سرو پا انتقاضِ قدر و استحقاق بشان سیدالانام و سائر انبیاء علیہم
 السلام و ملائکہ و اولیاء کرام و شیوخ اعلام می فہمند و بشنیدن آن برہ خویش نشن لہ زبان و
 ایمان خود خائف و ترساں بودہ از ایں کلمات بے ہودہ بہ ہزاراں زبان تیزی می کنند
 می خواہند کہ اینہا را فریبے باید داد و حیلہ برائے دفع و حشت اینہا در میان باید نہاد، پس

لہ آں × (ذ) لہ برفق (ذ) بروفق (پ) لہ و × (ذ) لہ واقعی (ذ) لہ در ×
 (ذ) لہ افہام و در مخاطبت چه قسم × (ذ) لہ یقین (پ) لہ تشوت (پ) لہ سرشت
 اند (ذ) لہ خویش (پ) لہ تیزی (ذ)

گاہے می گویند کہ دریں کلمات اجلالِ شانِ ایزدی است ازین تخاصی نباید کرد و نفرتے
 بخاطر نباید آورد و **اَللّٰهُ سُوْعِرٌ** اعتقاد بشان ایزدی می شود و ایمان و توحید بر بادی رود۔
 و جوابش این است کہ کلمہ " اوس شهنشاه کی تو یہ شان ہے الخ " دلالت
 بر جوازِ کذبِ اوسبجانہ و تعالیٰ اعما یقولون علوا کبیراً می کند چنانکہ در وجہ اول از مقامِ ثانی
 مذکور شد و فہمیدں اجلال از کلمہ کہ بر جوازِ کذبِ محال بر حضرت ایزد متعال دلالت داشته
 باشد بجز کج فہمی حسیت و کلمہ ثانی یعنی قول او " اور سب لوگ اگلے اور پچھلے الخ " خود معنی
 صحیح ندارد، اول معنی آل درست باید کرد بعد از ال حرف دلالت بر جلالتِ شانِ ایزدی
 باید آورد۔

و اگر مقصود از ال بیانِ غنی بودنِ اوسبجانہ از خیراتِ اہلہ و سیئاتِ اشرار
 بوده است، اما ترجمہ کریمہ :

مَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ
 فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ،
 یا تفسیر کریمہ :

إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَسِيعًا فَإِنَّ
 اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ۔

افادتِ این مقصود نمی کرد کہ این قائل در پیے عبارت آرا نیہا بیجا افتاد و اگر این ہر دو جملہ
 برائے بیانِ نفیِ مداخلتِ کسے در کارِ خاناتِ الہی آوردند، اما بیانِ ال باین عبارات مؤدبی
 نمی شود کہ اوسبجانہ نیاز کارکن و کار ساز ندارد و ہر چیز را بقدرتِ شاملہ و حکمتِ کاملہ خود

لہ ایزدی پست نشود و ایمان (ذ) لہ است (تا) می شود (ذ) لہ نہ رود (ذ) لہ می کند (ذ) لہ وہ (ذ) لہ

افتادہ (ذ) لہ حید (ذ) لہ نفی (ذ) لہ اما (ذ) لہ نفی شد (پ) لہ بار

بوجود می آرد -

راست چنانکه گفته شود که مقصود او استخفافِ شانِ حضراتِ انبیاء و اولیاء و نفیِ وجابت
 این حضرات در حضرت ایزدی بود و برائے بیان آن کلامی عبارت دیگر چیست و چپاں
 نمی نمود و در فاتحه این مقام گذشت که کلامی که در تمجید و ثنائے الهی باشد اگر بر استخفاف
 و امانتِ حضراتِ انبیاء و ملائکه اشتمال داشته باشد بسببِ تضمنِ ثنائے الهی از شاعت
 دلالت بر آنرا بر انبیاء و ملائکه بیرون نمی شود، اشتمالِ این هر دو کلمه بر اجلالِ شانِ الهی
 بر تقدیر فرضِ آن، گو بر خلافِ بر واقع است، مصحح اباحتِ استخفافِ بشانِ حضرات
 انبیاء و اولیاء نمی تواند شد -

و گاهی می گویند که مفهوم از این کلمات تنقیصِ شان و قدر حضرت سرور
 کائنات یا دیگر انبیاء و ملائکه علیهم الصلوٰة والسلام نسبت بشانِ ایزدی است و
 در هیچ تنقیصِ بیچک شاعت نیست -

معلوم نیست که این توجیه چه معنی دارد، آیا مراد این است که مدلولِ این کلمات
 تنقیصِ شانِ حضراتِ ممدوحین از شانِ او سبحانه است، این خود غلط فہمی است که ما
 خود بیان کردیم و با ثبات آورده ایم که از این کلمات استخفاف و انتقاصِ قدر آنحضرات
 نسبت به مناصبِ ایشان که خدائے عزوجل به ایشان کرامت فرموده است لازم می آید
 و شاعتِ آن بر بیچک اہل ایمان پوشیده نیست و انشاء اللہ تعالیٰ در مقامِ رابع
 مذکور می شود با این ہمہ تنقیصِ شانِ حضراتِ ممدوحین از شانِ او سبحانه بر سوقِ کلام که
 مقصود ازالِ نفیِ سببِ بودنِ شفاعتِ برائے نجاتِ اہل سیئات و عقوبات است،

لہ موجود (پ) لہ آن x (پ) لہ چیست (پ) لہ بود (د) لہ ثنائے x (ذ) لہ از دراز

(ذ) لہ صحیح (پ) لہ بر بیچک (ذ) لہ اما (پ) لہ شان x (پ) لہ این (پ)

انطباق ندارد و چہ کسانیکہ اعتقاد دارند کہ شفاعت آل حضرت سبب نجات می شود، آل حضرت را بندگان و اسبجانہ را خدای دانند، تنقیص شان آل حضرت از شان او سبحانہ تعالیٰ در بیان مدعاے این قائل دخلے ندارد۔

انصاف شرط است کہ کلام الہی و احادیث نبوی و اقوال صحابہ و تابعین و ائمہ و مجتہدین و علماء دین و عرفائے عابدین بہ اجلال و تعظیم شان الہی مشحون و در کثرت از حد حصر افزون است، در ہیچ بیان و در ہیچ زمانے در ہیچ مکانے از ہیچ ذی ایمانے این چنین کلمات کہ ازین قائل سرزده و بمقتضائے عقیدت قلبی بے تابانہ برزباننش آمدہ صدور نیافت آیا ہمہ آل حضرت در اجلال شان الہی روادار تقصیر بودند کہ بر ہیچ کلمات جبارت و اقدام نہ نمودند و این چنین کلام استخفاف التیام برزبان نہ آوردند، شاید این قائل این کلام را از قبیل کفر شرک الاول و لاخیر اندیشیدہ باشد۔

وجہ یازدہم قول او

” اور وہ مالک الملک اپنے بندوں کو بہتیرا ہی نوازے الخ “

بسوق و روش دلالت بر استخفاف دارد زیرا کہ این کلام مسوق است برائے بیان آنکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرات سائر انبیاء علیہم السلام را رتبہ شفاعت محبت در بارگاہ الہی حاصل نیست و این معنی بے آنکہ فی المعنی نفی محبوبیت از آنحضرات علیہم السلام نسبت بجناب الہی نموده شود حاصل نمی آید، چہ اگر محبوبیت متحقق باشد آثار آن نیز متحقق باشند کہ اشیء اذا ثبتت، ثبتت یوازیرہ و آثارہ لیکن آثار محبوبیت

لہ و کسانیکہ (ذ) لہ لہ لہ لہ ای (پ) لہ بندہ (پ) لہ و انصاف (ذ) لہ و x (ذ)

لہ یترک (ذ) لہ و الاخر (ذ) الاخر (پ) لہ سوق (ذ)

یعنی باریابی و پذیرائی شفاعت الیثاں و نفع آل در خط سیمات با استر ضلے او سجانہ و
 رضا خواہی او سجانہ برائے آل حضرات کہ این ہمہ آثار محبوبیت و محبت اند در زعم این قائل
 مترتب نیست و الا شفاعت محبت محقق باشد، ہر گاہ کہ لوازم و آثار محبوبیت منتفی شد
 معنی محبوبیت نیز منتفی شد گو بنام و در ظاہر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با حبیب اللہ
 ملقب کردہ شود کہ عبرت بمعنی است نہ بلفظ، پس این کلام مسوق است برائے نفی آثار
 محبوبیت کہ مستلزم نفی محبوبیت است و نفی محبوبیت بدین وجه ابلاغ است از تصریح،
 خصوصاً نسبت بمقام استخفاف تعریف طیح است و تلویح، آیا این تلویح انتقاص
 در آنحضرت نیست؟

قدر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در بارگاہ رب العزت آن است
 کہ نیز سے ازاں سابق مذکور شد، آنحضرت محبوب ترین احبائے حضرت باری جل
 شانہ است و او سجانہ رضا خواہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و شفاعت پذیر الیثاں
 است و سبب پذیرائی شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبوبیت آنحضرت
 است و این معنی از روئے آیات قرآنی و احادیث صحیحہ ثابت است چنانکہ در مقام
 اول بہ تفصیل گذشت۔

و نیز ذکر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ تنکیر کہ در محو جہا فادت تخمیر میکند
 و آل قول او " اور کسی کو حبیب کا " در افادت مراد قائل بکار است۔
 وجہ دو آندہم آنکہ آنچہ این قائل در صورت ثالثہ بیان کردہ و آل قسم را در

لہ باز (پ) لہ محبت (پ) لہ آما (پ) لہ در آنحضرت نیست x (ذ)

لہ بہ نسبت قدر آنحضرت در بارگاہ (ذ) لہ آل x (ذ) لہ پذیر x (پ) لہ

سبب (ذ) لہ مفصل (ذ) لہ افادت x (ذ)

حضرت باری جل شانہ رواداشتمہ دلالت صریحہ دارد بر آن کہ کسی از ان گنہگاروں
کہ آمرزیدہ خواہند شد و نجات خواہند یافت، بحضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام
استشفاع نخواہند کرد و التجا نخواہند آورد و پناہ نخواہند برد عالی آنکہ منصب آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است کہ ہمہ کساں از پیشین و پسین و اولین و آخرین ناچار
و مضطر گشتہ و از حضرت دیگر رسل عظام علیہم السلام مایوس و نومید برگشتہ در حضرت
ملاذ خلایق و تجا انام علیہ از کی الصلوٰۃ والسلام پناہ برند و شفاعت خواہ شوند و آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجز رحمت بر حال ایشان در بارگاہ ایزدی جل شانہ شفاعت کنند
و آل بیچارگان بغیض توجہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از احوال و صعب احوال
نجات یابند و جمیع انبیاء و رسل زیر نشان عالی شان حضرت ایشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
باشند و حضرت ابراہیم و حضرت عیسیٰ علیہما السلام در عداد امت حضرت ایشان در آیند
و ایں معنی از روئے احادیث صحیحہ ثابت است، آیا ایں کلام انتقاص قدر آل سید الکرام
نیست؟

علمائے دین در بیان حدیث صحیح کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد

فرمودہ اند :

أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ذکر کردہ اند کہ آنجناب سید الناس در دنیا و روز قیامت است الا تخصیص روز قیامت
بذکر بدین بہت است کہ سید، آنکس است کہ مردمان سوئے او در حول و خویش پناہ جویند
و التجا برند، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در روز قیامت بدین صفت متفرد ہستند کہ ہمہ

لہ بریں کہ (پ) لہ آوردہ (ذ) لہ اینکہ (پ) لہ و نومید بر (ذ) لہ و ایں (پ) لہ

احوال (ذ) لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) لہ عداد (ذ) لہ منفرد (پ)

اولین و آخرین چوں بہ التجا سوائے مسلمانین بشتابند سوائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاہد
جائے پناہ نیابند، گویا این حدیث درین حکم بایہ کریمہ :

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ماند، چہ ملک در بران و بر زمانہ برائے خدائے یگانہ است، الا ظہورِ خصوصیتِ ملکِ بجناب
ایزد کردگار بدیں و برہ کہ بیچک کس دعویٰ ملک بہ دروغ ہم کردن نتواند در ہماں و راست۔
و جہ سیزدہم قول او :

” اوس امیر نے اوس چور کی سفارش اس واسطے نہیں کی کہ اس کا

قربتی ہے یا آشنا یا اس کی حمایت اوس نے اٹھائی بلکہ محض بادشاہ کی
مرضی سمجھ کر، کیونکہ وہ تو بادشاہ کا امیر ہے نہ چور وں کا کھانگی“

بر غایت انتقاصِ قدر و استحقاقِ شانِ حضرت سید الشفعا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دلالت دارد، بیانش این است کہ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایتِ رأفت و رحمت بحالِ امتِ خود دارد چنانکہ ایزد
سبحانہ آنحضرت را بہ رأفت و رحمت در کتابِ عزیز نعت فرمودہ و ارشاد کردہ :

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ

مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ

رَحِيمٌ۔

و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ سببِ رأفت و رحمت بحالِ امتِ خود
ہمیشہ برائے ایشان اشفاق می فرمودند و بہت آمزش ایشان دعا در حضرتِ الہی می نمودند
چنانکہ در مشکوٰۃ شریف مروی است۔

لہ سوائے (ذ) کہ یا بند (ذ) کہ آنجناب (ذ) کہ صفت (ذ)

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَا قَوْلَ اللَّهِ
 تَعَالَى فِي سُورَةِ إِبْرَاهِيمَ رَبِّ إِنَّمَنْ أَضَلَّنَ كَثِيرًا
 مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَقَالَ عَيْسَى
 إِنْ نَعَدْتُمْ بِهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ
 اللَّهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي وَبِكِي فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى
 يَا جِبْرَائِيلُ إِذْ هَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَوَأْتِكَ أَعْلَمُ
 فَاسْأَلُهُ مَا يُبْكِيهِ فَأَتَاهُ جِبْرَائِيلُ فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ
 سَأَلَ اللَّهُ لِي جِبْرَائِيلُ إِذْ هَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ فَقُلْ إِنَّا
 سَنَرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوءُكَ.

و ترجمہ ایں حدیث در مقام اول گذشت۔

و همچنان در احادیث دیگر وارد شده است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 در روز قیامت نیز اُمّتی ابرہہ را خواہند فرمود۔ انہیں حدیث و از احادیث دیگر
 ثابت است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفاعت برائے امت بمقتضائے فرط
 رأفت و رحمت خواہند کرد و رضائے الہی بہ مغفرت ایشان بہ سبب شفاعت آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہد بود۔

ایں قائل ایں رأفت و رحمت را کہ سبب شفاعت امت بالاست طاق
 نسیان گذاشتہ حمایت گنہگاروں را کہ بمقتضائے رأفت و رحمت است بہ تہانگ دنیاں

لہ فی سورۃ ابراہیم (پ) لہ فاسئد (ذ) لہ و ما یکبہ (ذ) لہ اللہ (ذ) ہ
 کہ (ذ) لہ بسبب (ذ)

تفسیر می کند، اگر این استخفافِ شان نیست باز چیست؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چنانکہ مقرب
حضرت کردگارِ آمرزگار است، همچنان روف و رحیم بر حال امت گو گنہگار و بد کردار است۔
این کلام ضد است التیام بد و وجه بر استخفافِ شان حضرت سید الانام دلالت
می کند :

بچے آنکہ این قائل صفتِ رأفت و رحمت را کہ سببِ شفاعت است، قصداً بر
طاقِ نیای گذاشت۔

دوئی آنکہ شفاعتِ گنہگار را کہ بمقتضائے رأفت و رحمت است متناگداری
دزدان نامید، آری شکر و سپاسِ نعمتِ رأفت و رحمت آنحضرت ہمیں می بائیت۔
وہر چہ آرد ہم اینکہ قول او :

” اور جو چور کا حمایتی بن کرے اس کی سفارش کرتا تو آپ ہی چور

ہو جاتا۔“

تلویح و تعریضِ شنیع است، بیانش آنکہ اول مرادِ این قائل بجایتی در ذبا بد فہمید حمایتی
دزد را دو معنی متصور است۔

بچے آنکس کہ دزدی را فعل پسندیدہ انگاشتہ دزد را بے گناہ پنداشتہ در مقابلہ
و مزاحمتِ بادشاہ بہ حمایتِ دزد بر خیزد و گوید کہ دزد سزاوارِ عقاب نیست یا گوید کہ بادشاہ
یار لے ال ندارد کہ دزد را معاقبت و معائنیت کند کہ من حامی اویم، این قسم حامی دزد
بلاشبہ خود گنہگار است و این چنین حامی بد کردار را خود بد کردار است لیکن این چنین کس
را شفیع دزد نتوان گفت کہ شفاعتِ دزد بحضور بادشاہ و بگیا است و بغاوت از بادشاہ
کمک باغیان دیگر، نفی این معنی ازین مقام علاقہ و مناسبت ندارد چہ از نفی این معنی

لہ بر (ذ) لہ دزدان (ذ) لہ دزدان دو معنی (ذ) لہ معاقبت (ذ) لہ حمایتی (ذ) لہ و دیگر (ذ)

بے دخل بودن شفاعت و سبب نبودن برائے نجات مجرمان ثابت نمی شود، پس ارادہ این
معنی بامراد قائل مسا سے ندارد۔

دومی آنکس کہ بر حال دزد، بسبب ناچار می شرمسار می او بعد گرفتاری و مذلت
و خواری و اندوه و زاری آورده دزد را امیدوار گردانید کہ برائے تو سفارش بجنوب
بادشاه می کنم و آمرزش گناه تومی خواهم و از جهت عنایت بادشاه و بحسب وعده او یقین
دارم کہ شفاعت من قبول فرماید و گناه عفو نماید بنا بر عنایت و وعده بادشاه متکفل شفاعت
تومی شوم، پس بجنوب بادشاه رفت و شفاعت بعرض آورد، بادشاه بسبب منزلت و
جاه و محبوبیت او در اں بارگاہ و وعده خود با آن که سفارش تو در حکم، پذیرا فرمود و آل دزد
بے چارہ نجات یافت۔

قائل بنفی حمایتی دزد ہمیں معنی منظور دار کہ بودن حمایتی بہ ہمیں معنی دلش را می خارد
و حمایتی دزد در این معنی می باید تا مراد قائل بحصول انجامد و عامہ و سوقیہ فریب خوردہ از
اثبات این جنس حمایتی تخاصی کردہ حلقہ اطاعتش در گوش و غاشیہ تلبیس او بردوش کشند۔
حالا اعتقاد ما مومنین در شان حضرت سید المرسلین صلوة اللہ علیہ و سلامہ
اول باید شنید بعد از اں کلام این قائل را بر اں منطبق تصور کردہ، باید در یافت کہ استخفاف
بشان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کجا رسید، اعتقاد ما مومنین این است کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برگنہگار اں امت خود بمقتضائے غایت رأفت و رحمت رحمت
آورده و این بے چارگان را ناچار و مضطر دیدہ و ایشان را پناہ جو یای و ملجیان بارگاہ

لے دزد (ذ) لے اد (ذ) لے گرداند (ذ) لے تو (ذ) لے بیغایت (ذ) لے بایں (پ) لے فرعون
(ذ) لے نفی نفی (ذ) ، نفی حمایتی (پ) لے بایں (پ) لے حمایتی دزد ہمیں می باید (ذ) حمایتی دزد
را بہمیں معنی دزدیابد (پ) لے و اثبات (ذ) لے حال (ذ) لے را (ذ) لے ما (ذ)

خود یافتہ در عرصہ محشر بر حال ایشان شفقت و رأفت فرمودہ حامی ایشان خواہند شد۔
چار شاہ فرمودہ اند :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَا تُرِّمِنِ أُمَّتِي

و در عرصہ محشر خواہند فرمودہ اَنَا لَهُمَا و چون دعوت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم در حق امت ہماں دعائے مستجاب است کہ بہ مستجاب بودنش یقین حاصل دارند،
و نیز نص :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى

افادت یقین پذیرائی شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کردہ است، آنحضرت
تکفل شفاعت ایشان خواہند کرد، پس از حضرت این دو سجانہ آمرزش ایشان خواہند
خواست و او سجانہ بسبب محبوبیت و منزلت و وجاہت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
و سلم مسؤل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبول و شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم مستجاب خواہند فرمودہ بسبب شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
رحمت و مغفرت الہی آل بے چارگان را در یافتہ نجات خواہد بخشید۔

الحال تظن باید کرد این چنین حمایتی، دزدان و گنہگار را دزد و تہانگی نامیدن
اگر استخفاف و کفر صریح نیست باز چیست؟ العیاذ باللہ تعالیٰ من ذلک، این چنین حمایتی
دزد نزدیکترین بارگاہ بادشاہ و برترین اہل منزلت و جائیگاہ کہ ہر آئینہ عرض او پذیرا و مسؤل
او مقبول می گردد و بادشاہ بسبب محبوبیت او خاطر شکنی او روانداشتہ و بمصدقہ :

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى

لے بستجات (ذ) لے بود پس (پ) لے بر (پ) لے و (ذ) لے دزد و گنہگار (پ) لے و گنہگار

(پ) لے نیست (پ) لے شاہ (پ) لے و بمصدقہ (پ)

وَبِفِجْوَائِي مَاقِيلَ لَه :

إِنَّا سَرُّضِيكَ فِي أُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْعُكَ

ہر گونہ رضائے اور خواستہ بخاطر داشت اوازہ مجرماں در گزرمی کند و بر منو سلطان او غضب و نفمت
می آرد چنانکہ خازن نار از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض خواہد کرد :

يَا مُحَمَّدُ! مَا تَرَكَتَ لِغَضَبِ رَأِيكَ فِي أُمَّتِكَ

مِنْ نَفْسِي،

أَعَاذُ نَا اللّٰهُ مِنْ سُوْرٍ إِلَّا عُتِقَادٍ وَعَصَمْنَا مِنْ

تُوجِبَاتِ الرَّسَدَقَةِ وَالْإِلْحَادِ بِحُزْمَةِ حَبِيْبٍ

وَالِإِلْمَجَادِ إِتَهَ وَ لِي الْعُصْمَةِ وَالسَّدَادِ -

لے و بفجوائے قیل لہ (اصل) لے در (ذ) لے اعاذ اللہ (اصل) لے فی (اصل)

المقام الرابع

در حکم اقرار استخفاف به شان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرات سائر
انبیاء علیہم السلام و حال تکبر این جرمیہ شنیعہ عند الفقہار و علماء شریعتہ .

از آنجا کہ احوال اشیا بمقابله احوال اضداد آسان تواریف در یافت کہ الا شئی آء
تُعَرَفُ بِاَضْدَادِهَا مناسب چنان نماید کہ اول از اجلال و اکرام شان واجب الی عظام
آنحضرت سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ منصوص کلام معجز نظام و معمول صحابہ و اہل بیت کرام
و علماء مجتہدین و ائمہ اہل اسلام بودہ است اندکے از بسیارے کہ مشتے از خروارے
باشند بہ نگارش آید، بعد از اہل حال مستخف و استخفاف شرعاً از روئے روایات فقہ گزارش
باید تا در اذیان اوقع و مستر شدہ رافع باشد۔

باید دانست کہ ایمان عبارت از تصدیق قلبی باین کہ پروردگار موجود و یگانه و
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بندہ و پیغمبر اوست و موافقت ظاہر و باطن اقرار بکلمتی الشہادۃ
است، باین ہر دو جزئہ ایمان تمام است و بدون آل تمام، پس ہر کہ تصدیق آورد بہ رسالت
آنحضرت و بانجہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آوردہ است، مومن است و ہر کہ تصدیق
آل در دل نہ آورد ایمان ندارد، کما قال سبحانہ :

لہ باید (پ) لہ و (ذ) لہ مرشد (پ) لہ یا (پ) لہ چیز (پ) لہ ایمان ندارد (ذ)

وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَأَنتَا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
سَعِيرًا -

” یعنی وہ کسیکے ایمان نہ آوردہ بہ خدائے تعالیٰ و پیغمبرِ اول پس ما

ساختمہ ایم برائے کافران آتشِ دوزخ “

و ایمان با حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے محبت با آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم متصور نیست مومن راضی و راست کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را از جان و پدر و فرزند

خود و سایر خلق محبوب تر و دوست تر دارد کہما قال عز من قائل :

أَنْتَ أَوْلَىٰ بِالسُّؤْمِيَّةِ مِنْ أَنْفُسِهِمْ

” یعنی پیغمبر بہتر است بومنان از جاننا کے ایشال “

و آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرمودہ اند :

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

مِنْ نَفْسِهِ -

” ہرگز ایمان نیارہ دیکے از شما تا آن کہ باشم من محبوب تر سوئے او

از جان خویش “

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ

وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ -

” ایمانی آہ دیکے از شما تا آن کہ باشم من محبوب تر سوئے او از پدر و پسر او و

مردمان تمام “

لہ بلال (ذ) لہ من احدکم (ذ) لہ آل × (ذ)

دبرائے محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدالابرار، علامات و آثار بسیار اندکہ
برائے امتحان محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محکم و معیار اند، اذال جملہ کثرت ذکر آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است کہ من احب شیئاً اکثر ذکرکاً " ہر کہ چیزے
را دوست دار و یادش بیشتر آرد، " و از آثار آنست کہ با وصف اکثار ذکر آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دقیقہ در اجلال و اعظام و توقیر و احترام نامرعی نگذارند و نام آن
سیدالانام بہ کمال تعظیم و اکرام مقرون بہ صلوة و سلام بر زبان آرند و اظہار ترس و شکستگی و فروتنی
و خضوع و تذلل و تواضع و خشوع بجز گذشتن نام مقدس مرعی دارند

قال اللہ سبحنہ :

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ
بَعْضًا -

فی التفسیر الکبیر :

لَا تُنَادُوهُ كَمَا يُنَادِي بَعْضُكُمْ بَعْضًا، لَا تَقُولُوا
يَا مُحَمَّدُ، يَا أَبَا الْقَاسِمِ وَلَكِنْ قُولُوا يَا رَسُولَ
اللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ

" یعنی نخوانید آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را چنانکہ می خوانند
بعض شما بعض را، گوئید یا محمد! یا ابا القاسم لیکن گوئید یا رسول اللہ!
یا نبی اللہ! "

وقال سبحنہ و تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ

له برنی (ذ) ے یا نبی اللہ x (ذ) ے لکن (ذ)

صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔

” یعنی کسانیکہ ایمان آور وہ ایڈر بندار بد آواز ہائے خویش بر آواز پیغمبر
و بلند مکنید برائے او گفتار را چوں بلند آوازی کردن بعض شمار بعض را از
بہت خوف اینکہ ضبط شود اعمال شما و شما ندانید“

والجملہ مکی گوید :

أَيُّ لَا تُسَافِقُوهُ بِالْكَلَامِ وَلَا تُعَيِّفُوهُ بِالْخِطَابِ
وَلَا تُنَادُوهُ بِاسْمِهِ نِدَاءً بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ وَ لَكِنَّ
عَظَمُوهُ وَ قَرُّوهُ بِالشَّرَفِ مَا يُحِبُّ أَنْ يُنَادَى بِهِ
يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا نَبِيَّ اللَّهِ۔

” یعنی سبقت سخن مکنید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و
درستی مکنید برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خطاب و ندا مکنید
اور ابنا م او چوں ندا کردن بعض شمار بعض را لیکن تعظیم او مکنید و توقیر او
نمائید و ندا مکنید او را بہ شریف ترین آنچه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دوست دارد و اینکہ بآں ندا کردہ شود و آں این است کہ یا رسول اللہ!
یا نبی اللہ گوئید“

باید دانست کہ او سجانہ اہل ایمان را از برداشتن آواز بہ آواز آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و ندا کردن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اجلال و توقیر نہی فرمودہ
و این بے ادبی را نسبت بہ آنحضرت را و انداشت و بہ ترکیب این جریمہ عظیمہ بہ وعید

لہ اند (ذ) لہ و (ذ) لہ مکنید (پ) لہ آوازے (ذ) لہ بالشرف (ذ) لہ ماتح (پ)

حبطِ اعمالِ تخلیفِ نمود، پس معلوم شد که اسارتِ ادب نسبت با حضرت صلی اللہ تعالیٰ وسلم موجب حبطِ اعمال می شود و همه علماء برین اتفاق دارند که بجز کفر بیچک گناه، موجب حبطِ عمل نمی گردد و هر چه موجب حبطِ اعمال است، کفر است. حالاً به قیاس باید پرداخت که اسارتِ ادب با حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم موجب حبطِ اعمال است و هر چه موجب حبطِ اعمال است، کفر است پس اسارتِ ادب با حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کفر است.

و نیز شعوره باید داشت که شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم در حیات و بعد ممات در باره تعظیم و اجلال یکسان و بر یک حال است، آورده اند که ابو جعفر منصور بادشاه با حضرت امام مالک در مسجد نبوی مناظره کرد، امام مالک با و فرمود:

يَا امِيرَ الْمُؤْمِنِينَ لَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ فِي هَذَا
السُّجْدِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ آذَبَ قَوْمًا فَقَالَ
لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ الْآيَةَ
وَمَدَحَ قَوْمًا فَقَالَ إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ
الْآيَةَ وَذَمَّ قَوْمًا إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ
الْحُجُرَاتِ الْآيَةَ وَإِنَّ حُرْمَتَهُ سَيِّئًا كَحُرْمَتِهِ حَيًّا
فَأَسْتَكَانَ لَهَا أَبُو جَعْفَرٍ وَقَالَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
أَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَادْعُوا أَمْ أَسْتَقْبِلُ رَسُولَ اللَّهِ
فَقَالَ وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنِّي وَهُوَ وَسَيِّئَتُكَ وَ
وَسَيِّئَةُ أَبِيكَ أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بَلِ

له نسبت x (ذ) له نو (صل) له الى يوم القيامة (اصل)

أَسْتَقْبِلُهُ وَأَسْتَشْفِعُ بِهِ فَيُشْفِعَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ -

” یعنی اے امیرِ مسلمان! برنڈار آوازِ خود دریں مسجد زیرِ آسمانِ تعالیٰ
 قوے را تادیب کرد و فرمود لَه تَرَفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ
 صَوْتِ الْمَنِيِّ الْآيَةِ وَقوے را استود پس فرمود إِنَّ الَّذِينَ
 يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ لَآيَةِ وَقوے را نکو سپید پس فرمود إِنَّ
 الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ الْجُبُرَاتِ الْآيَةِ
 و بدرستی حرمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفات چوں حرمت
 اوست در حیات پس فروتنی آورد، ابو جعفر بادشاہ و گفت اے ابا عبد اللہ! با
 رو بقبلہ آرم و دعا کنم یا نہ و برسول اللہ آرم، پس امام مالک فرمود برائے چه
 گردانی روئے خود را از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیرا کہ از وسیلہ تو
 و وسیلہ پدر تو آدم علیہ السلام سوئے خدائے تعالیٰ در روز قیامت است
 بکہ با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رو آور و با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
 سلم استشفاع و درخواستِ سفارش کن پس خدائے تعالیٰ شفاعت تو
 قبول خواهد فرمود۔“

و اسحاق نجیبی گفته کہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم بوند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم را ذکر نمی کردند مگر کہ می ترسیدند و پوستِ ایشان می لرزید و ایشان را قشقریبہ
 می گرفت و ایشان می گریستند از جہتِ محبت و شوقِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و بعض
 ایشان می گریستند و از جہتِ ہیبت و تعظیمِ آلِ رسولِ کریم علیہ از کی بصلوٰۃ و التسلیم۔
 و نیز ابو ابراہیم نجیبی گفته واجب است بر ہر مومن ہر گاہ کہ ذکر کند آنحضرت صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم را یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزد او ذکر کردہ شوند کہ خضوع و خشوع و

فروتنی کند و با وقار بود و خود را سکون دهد و از جنبش بازماند و در بیبت او گیرد و در اجلال او
کوشد بدینچه در ادب نسبت بدان حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می گرفت اگر رو بر روی
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود۔

حالا حال کسانی که به شرف صحابیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فائز بودند باید
شنید از عمر بن العاص مروی است که گفت که نبود کسی دوست تر سوئے من از پیغمبر صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نه بزرگ تر در چشم من از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و طاقت نمی داشتم
که چشم خود را بر پر گردم از جمال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از جهت اجلال آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و اگر از من صفت آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرسیده شود طاقت آن
ندارم زیرا که بدستی من نبودم که پر گردانم چشم خود را از جمال آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
و از اسامه رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرده شد که آدم بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم و در آن حال یا زبان او گرداوشسته بودند گویا بر سرهای ایشان پرندگان اند،
یعنی سرهای خود نمی جنبانیدند، چه پرندہ بجای می نشیند که آن را ثابت و برقرار می بیند۔

وَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ حِينَ وَجَّهْتُهُ قُرَيْشًا

عَامَ الْقَضِيَّةِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَأَى مِنْ تَعْظِيمِ أَصْحَابِهِ لَهُ مَا رَأَى وَإِنَّهُ لَا يَتَوَضَّأُ
إِلَّا ابْتَدَرُوا وَاضْوَرَّةً وَكَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَيْهِ وَلَا يَبْصُقُ
بِهَا وَجُوهَهُمْ وَأَجْسَادَهُمْ وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعْرَةٌ
إِلَّا ابْتَدَرُوا وَهَذَا إِذَا أَمَرَهُمْ بِأَمْرٍ ابْتَدَرُوا أَمْرًا

له و حال (ذ) كه از ازاں (ذ) كه پر گردانم x (ذ) كه بر (پ)

وَإِذَا تَكَلَّمْتُمْ خَفِضُوا أَصْوَاتَكُمْ عِنْدَ لَا وَلَا يُحَدِّثُونَ
إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ -

”گفت عروہ بن مسعود وقتیکہ اور اقریش در سال صلح حدیبیہ سوئے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرستادہ بودند و از تعظیم اصحاب آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دید آنچه دید
و دید کہ بد رستی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو نمی کرد مگر اصحاب برائے
آب وضو می شستند و قریب اقتال می شدند اگر آب وضو نمی یافتند و دید کہ
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آب دهن و ریم بینی نمی انداخت مگر آن را
بکف دست خود ہامی گرفتند و بر روی او و بر اندام خود مالیدہ آبروی یافتند
و بیچ سوئے از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمی افتاد مگر بر آن می شستند
و چون آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایشان را کار سے می فرود فی الحال
فرمان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را می شستند و چون آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخن می کرد آواز خود نزد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرود می کردند و نظر سوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نمی آوردند از بہت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

فَلَمَّا جَعَرَ إِلَى قُرَيْشٍ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ
إِنِّي جِئْتُ كِسْرَى فِي مَلِكِكُمْ وَقَيْصَرَ فِي مَلِكِكُمْ وَالنِّجَاشِيَّ
فِي مَلِكِكُمْ وَإِنِّي وَاللَّهِ مَا أَيْتُ مَلِكًا فِي قَوْمٍ قَطُّ مِثْلَ
مُحَمَّدٍ فِي أَصْحَابِهِ -

” پس چوں باز گشت عروہ ابن مسعود سوائے قریش، گفت اے قوم قریش! بدرستی من بر کسری و قیصر و نجاشی یعنی شاہ فارس و شاہ روم و شاہ حبشہ در ملک ایشان رسیدم و بدرستی من به سوگند خدا هیچ بادشاہ را از بر بیچک قوم ہرگز بھیچ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزیزتر در یاران او ندیدم۔“
 و فی روایت :

إِنَّ سَأَيْتُ مَلَكًا قَدْ تَعَظَّمَ أَصْحَابُهُ مَا
 تَعَظَّمَ مُحَمَّدًا أَصْحَابُهُ۔

” و در روایتی چنین است کہ ندیدم هیچ بادشاہی را ہرگز کہ تعظیم او کنند یاران او آن قدر کہ تعظیم می کنند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را یاران آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔“

وَقَدْ سَأَيْتُ قَوْمًا لَا يُسَلِّمُونَ أَبَدًا

” و تحقیق دیدم قومی را کہ گاہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را نگذارند و ہمیشہ تعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجای آرند۔“
 و مروی است :

لَمَّا أَذِنَتْ قُرَيْشٌ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 فِي الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ حِينَ وَجَّهَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ أَبِي وَقَالَ مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ
 حَتَّى يَطُوفَ بِرَأْسِ سُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

” ہر گاہ قریش برسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ در طوافِ کعبہ
 تشریف اذن دادند وقتی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عثمان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ را در صلح حدیبیہ سوئے قریش فرستادہ بود، عثمان رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ ابار آورد و گفت نہ ام من کہ طواف کنم من تا آنکہ طواف
 کند بکعبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم “

وَقَالَ الْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 لَقَدْ كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَمْرِ فَأُخْرِجُ سَنَتَيْنِ مِنْ هَيْبَتِهِ -
 ” حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفتہ کہ ہر آسنہ بودم من کہ
 سوالِ کارے از رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می خواستم پس آن
 سوال تا دو سال می گذاشتم از جہت ہیبت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم “

وَبَلَغَ سَعَادِيَةَ أَنَّ كَابِسَ بْنَ سَابِئَةَ شَبِيهًا
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ
 عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الدَّارِ قَامَ عَنْ سَرِيرَةٍ وَتَلَقَّاهُ
 وَقَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَأَقْطَعَهُ الْمِرْغَبَ لَشِبَاهِهِ
 صُورَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

” ورسیدہ بود معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ را کہ بدستی کابس بن ربیعہ شبابہ
 است بہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس ہر گاہ در آمد کابس بہ معاویہ

لہ من x (پ) لہ کان شبیہ (پ) لہ بین x (ذ) لہ المرعات (پ)

از دروازه سرسے، معاویہ از تخت خود ایستاد و او را تلقی کرد و میان دو چشم
 او بوسہ داد و سپرد با و اقطاع مرغبت از جهت شبہ او بصورت رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

و اگر برائے استیعاب آثار اکبار کبار اصحاب و اکتار ایشان در اجلال شان
 آنجناب تطاب و مراعات داب آداب در ہر باب استقصار و در سخن و کتاب بہ طنباب
 منجر شود و ہمہ اصحاب، خطاب بہ آنجناب بہ اشرف القاب کمال استکانت و غایت
 محافظت بر منزلت و مکانت می کردند و در فاتحہ کلام بعد صلوة و سلام فدایتک
 یا ای و ائی یعنی پدر و مادرم فدائے تو باد یا بکہر بنفسی انت یا رسول
 اللہ یعنی جان من فدائے تو باد اے پیغمبر خدا! می آوردند و با وجود و فورہ فیض صحبت
 بمقتضائے محبت در اجلال و توقیر مصدر کوتاہی و تقصیر نبودند بلکہ علی الدوام در اجلال و
 اکرام آل سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام می افزودند و همچنان قرن ثانی و ثالث بہ آثار
 صحابہ اقتدار و بہ انوار ایشان ابتداری نمودند۔

مصعب بن عبد اللہ گوید کہ بود امام مالک وقتی کہ ذکر آنحضرت صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نزد او می کردند فام او متغیر می شد و می خمید پشت او تا آن کہ این بر ہمیشان
 او دشواری شد۔ پس روزی امام مالک را از حال او پرسیدند فرمود آنچه من می دیدم
 اگر شامی دیدید ہر آنکہ بر من انکار نمی ورزیدید، بدستی بودم من می دیدم محمد بن منکدر
 را و او مہتر قابیال بود کہ ہمیشہ او را از پیچ حدیثی نمی پرسیدم مگر او می گریست تا آن کہ
 بر او رحم می کردیم و ہر آنکہ بودم من کہ می دیدم جعفر صادق را و او کثیر المزاح و بسیار متبسّم بود

لہ مرغاب (پ) لہ سخن اسباب اپ لہ ما شرف (ذ) لہ در اجلال (ذ) لہ و توقیر محبت مصدر

کوتاہی در اجلال و توقیر (ذ) لہ ابتداء (اصل)

پس چوں ذکر حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزد او می رفت، رنگ او زرد می نمود و ندیم
اورا که سخن می گفت از پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جز بر طهارت -

وہر آئینہ پیش او تا زمانے آمد و شد می نمود پس نبودم کہ می دیدم اورا مگر
بر سہ خصال یا آنکہ نماز می کرد یا خاموش می ماند یا قرآن می خواند و سخن نمی کرد در آنچه
سوہ نمی داشت و او از اہل علم و عباد بود کہ ترس خدای کر دند -

ہر آئینہ بدرستی بود عبدالرحمن بن قاسم کہ ذکر می کرد و پیغمبر را صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم پس سوئے رنگ او می دیدند گو یا بدرستی کشیدہ شد از خون و بدرستی خشک
می شد زبان او در دہن از جهت ہمیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ہر آئینہ
بدرستی بودم من کہ نزد عامر بن عبداللہ می رسیدم و او را بدین حال می دیدم کہ چوں نزد او
کے ذکر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می کرد او گریہ می آورد تا آنکہ نمی ماند در چشم او
ہیچک اشک - و ہر آئینہ بدرستی زہری را دیدم و او آسان و نرم ترین و نزدیک ترین
مردماں بود چوں نزد او ذکر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می رفت پس بدرستی چہناں
می گشت کہ نمی شناسد او ترا و نمی شناسی تو او را - و ہر آئینہ می آدم بر صفوان بن سلیم و او
از متعبدان مجتہدان بود پس چوں کسے نزد او ذکر پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می کرد
می گریست پس ہمیشہ بود کہ گریہ می نمود تا آنکہ مردماں از نزد او بر می خاستند و او را
در گریہ می گذاشتند - این ترجمہ کلام حضرت امام مالک است -

واز جملہ آثار اعظام و اکباراں سیدالابرار است اعظام و بزرگ داشتن
وصلت و تعلقات قرابتی و متاعمانے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام و بزرگ داشتن

۱۰ پیمبر (ذ) ۱۱ نزد او (تا) پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) ۱۲ پیش او (ذ) ۱۳ گریہ کرد (ذ) ۱۴ کشید

شد (ذ) کشیدہ باشد (پ) ۱۵ چوں (ذ) ۱۶ حضرت (ذ) ۱۷ اعظام (ذ) ۱۸ قرابت (ذ)

منازل و محاضرات خانہ کائنات کے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از مکہ مطہرہ و مدینہ منورہ و بزرگ
داشتن منازل و مجالس و محافل او و بزرگ داشتن چیزے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ستود و ستائش فرمود و چیزے کہ معرفت با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود۔
از حضرت انس مروی است :

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهُ، وَأَطَافَ بِهِ أَصْحَابُهُ
فَمَا يُرِيدُونَ أَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ إِلَّا فِي يَدِ رَسُولِ اللَّهِ -
" برآنہ تحقیق دیدم پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را و حال
این بود کہ حلاق، سر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می ستود و صاحب
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ در آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم طواف می کردند پس نمی خواستند کہ بپند یک موئے آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جز در دست مردے "۔

وَرَأَى ابْنَ عُمَرَ وَأَضْعَابِيَدَا عَلِيٍّ مَفْعَدِيهِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ شَمْرًا
وَصَنَعَهَا عَلِيٌّ وَجِبَاهِهِ -

" دیدہ اند ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ دست بر نشستاہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از منبر بنا دس دست خود بر روی خود نهاد "۔
در روایت کردہ اند کہ ابو مخدومہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مورہائے دراز در پیشانی
داشت کہ چول می نشست و آن مورہائے فرو گذاشت آن موئے بر زمین میرسید۔

لہ جائگے (ذ) لہ دستن (پ) لہ می سرد (ذ) لہ آدمی (ذ) لہ مفعدہ (ذ)

فَقِيلَ لَهَا لَا تَخْلِقُهَا فَقَالَ لَمَّا كُنْتُ بِالذِّمَى
 أَحْلِقُهَا وَقَدْ مَتَّهَارَسُوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْدِهِ -

” پس ابو محذورہ نے گفتند کہ مخلوق نہیں سازی مویہا را پس گفت
 نام من آن کسے کہ این مویے را خلق کنم و حال این است کہ تحقیق مست
 فرمودہ است این مویے را رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم “
 وَكَانَتْ شَعْرَاتٍ مِّنْ شَعْرِهَا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَلْبِ نَسْوَةٍ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ فَلَمْ يَشْهَدْ
 بِهَا قِتَالَ إِلَّا سُرْمًا نَّصَرَ -

” بود مویہائے چند از مویے پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 در کلاه خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس در پیچ قتال باں حاضر
 نمی شد مگر نصر و ظفر دادہ می شد “

آہے ہر گاہ کہ بسبب برکتِ تابوتِ سکینہ کہ دریاں بقیہ ممتزکہ آلِ موسیٰ
 و ہارون علیہما السلام بود فتح و ظفر نصیبِ بنی اسرائیل می شد پس اگر مویے مبارک
 حضرت سید البشر این برکت داشته بلکہ بہ ہزاراں مراتب ازاں فزول تر داشته باشد چہ جائے
 استبعاد تو اند بود :

وَكَانَتْ فِي قَلْبِ نَسْوَةٍ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ شَعْرَاتٌ
 مِّنْ شَعْرِهَا عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَسَقَطَتْ قَلْبِ نَسْوَةٍ
 فِي بَعْضِ حُرُوبِهِ فَشَدَّ عَلَيْهَا شِدَّةً أَكْرَعَ عَلَيْهِ
 أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَثْرَةِ

مَنْ قُتِلَ فِيهَا فَقَالَ لَمْ أَكُنْ أَفْعَلُهَا بِسَبَبِ
الْقَلَنْسُوَةِ بَلْ مَا قَضَمْتَنِي مِنْ شَعْرَةٍ عَلَيَّ
الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ لِيَلَّا أُسَلَبَ بَرَكَتَهَا وَتَقَعَّ فِي
أَيْدِي الْمُشْرِكِينَ۔

” در کلاه خالد بن الولید موئہائے چند از موئہائے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ

والسلام بودند، پس آل کلاه در بعض جنگہائے او افتاد پس خالد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بہ سبب آن کلاه حملہ سخت آورد، آنچنان حملہ سخت کہ یاران پیغمبر
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انکار او نمود از جهت بسیاری کسانیکہ در آن حملہ
کشتہ شدند پس خالد گفت کہ من این حملہ از جهت کلاه نکردم بلکہ از جهت
آنچہ در کلاه گرفتہ بود از موئے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تا برکت آن
موئے از من رہ بودہ نشود و آل موئے در دست مشرکان نہ افتد۔“

ازیں جا تو اں دریافت کہ کسے کہ اجلال موئے مبارک آنحضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نمی کند و بہ تعظیم آن اعتبار ندارد و بلکہ ازیں بدل نیاید و محبت آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در دلش نیست گو دعوی محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
را نماید و در تاویل بے باکی خود لاف و گزاف افزاید و کسانے کہ ایمان و محبت
آنحضرت دارند در جنب موئے مبارک تمام عالم را بجوئے نمی شمارند چنانکہ از صحابہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مروی است :

لَشَعْرَةٍ مِّنِّي أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا

لہ اکن x (ذ) لہ و یقع (ذ) لہ بر (ذ) لہ بکر بر او (پ) لہ ازاں کشتہ (ذ) لہ و x (ذ) لہ

آل x (ذ) لہ اعتبار (ذ) لہ و محبت (ذ) لہ بشعرہ (ذ)

” ہر آئینیک موئے ازال، محبوب تر است سوئے ما از دنیا و آنچه در آل است۔“

و لنعم ما قیل بہ

اگر چه دوست بہ چیزے نمی خرد مارا

بعالمے نفر و شمیم موئے از سر دوست

و فِي الصَّحِيحِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ

اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّهُمَا أَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيِّبًا لِسَيِّئَةٍ

وَقَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يَلْبَسُهَا فَتَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضَى نَسْتَشْفِي بِهَا۔

” در حدیث صحیح از اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی

است کہ بدرستی او جبہ طیبی لسی بر آورد و گفت بود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کہ این را می پوشند، پس ما آل را می شوئیم برائے بیماریاں کہ شفا

می جوئیم باں۔“

وقاضی ابوالفضل عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ باسناد خود روایت کردہ کہ ابوالقاسم

ابن المامون گفتہ کہ نزد ما کاسہ از کاسہائے پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بود پس بودیم ما

کہ می کردیم آب در آل برائے بیماریاں، پس شفا می خواستیم بدان،

أَخَذَ جَحْجَاجًا^١ الْغِفَارِيَّ قَضِيْبَ التَّجِيِّ مِنْ يَدِ

عُثْمَانَ وَتَنَاوَلَهُ لِيَكْسِرَهُ عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَصَاحَ بِهِ

النَّاسُ فَأَخَذْتَهُ^٢ الْأَكْلَةَ فَقَطَعَهَا وَمَاتَ قَبْلَ

الْحَوْلِ۔

١ ججاج (اصل) ٢ لہ فاختہ x (ذ)

” وگرفت حججہ الغفار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 از دست عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا بشکند آن را بر زانو سے سفوفش، پس
 بانگ کردند بر مردمان کہ مشکن این را پس اورا در زانو سے گزرت ہم را
 حال، پس زانو را بر پدیس مرد پیش از انصرام سال،“

و دیگر احادیث و آثار دریں باب بسیار اندازیں آثار صحیحہ و نصوص صحیحہ
 ثابت شد کہ تعظیم و اجلال ہر چہ بدیاں جناب فیض مآب، شرف انتساب دارد و التزام کرام
 و اعظام ہر آنچہ باندام و اقدام عالی مقام آن سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام شرف
 مماثل یافتہ باشد بر جمیع اہل اسلام از خاص و عام واجب و مفروض است و کسے کہ
 بہ اہانت آن اشیائے شریفہ زبان خود آلاید یا اعانت بجوازہ اہانت آن سرایا علانیۃ و قولاً
 یا فعلاً نماید ایمان را بر باد داد و ارتداد بجائے حسن اعتقاد بہ دل خود نہاد۔

چنانچہ بعض زنادقہ و ملاعنہ بدین گویند کہ اثر قدم نبوی و نشان پائے
 مصطفوی در خور آن است کہ آن را بجائے نگاہ دارند کہ ہر کس و ناکس بر آن پائے
 گزارند یا می گویند کہ اگر لباس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا بندازاں جامہ پوشیدنی
 سازند و اگر نعلین مبارکین بدست آیند زیر پا اندازند، العیاذ باللہ! این کفر و الحاد و بیایمانی
 و ارتداد است اعاذنا اللہ من ذلک و ما اشبهتہ من المہالک۔

و چنانکہ تعظیم این ہمہ اشیاء واجب و مفروض است، اجلال اہل قرابت و اہل
 صحابت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطریق اولیٰ فرض عین بلا ریب و یقین است و چون
 کتب مبسوطہ حاوی این عقائد و جامع این مقاصد اند در فتوئے حاجت بہ تطویل و تفصیل

لہ حججہ (اصل) لہ منار سب (اصل) لہ بیات (پ) لہ بے دین (پ) لہ می گوید (ذ) لہ آن (ذ)

لہ برائے (ذ) لہ اشبه (ذ) لہ یقین (ذ) لہ فتوے (ذ)

نیت، وجوب و فرضیت محبت اہل اہل آل سرور کائنات مفرج موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجائے رسید کہ حیوانات عجم و نباتات از رطب و یابس و جمادات صم سجد و تسلیم برائے اہل اہل و تعظیم آل رسول کریم می کردند و بسبب فرط محبت، حنین و گریہ آوردند:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا سَجَدَ لَهُ -

” مروی است از جابر کہ گفت پیامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر ہیچ سنگے و درختی گذر نمی کرد مگر آن کہ سنگ و درخت برائے او سز سجد می آورد“

عَنْ عَائِشَةَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا اسْتَقْبَلَنِي جِبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالرِّسَالَةِ جَعَلْتُ لَا أَمْرٌ بِحَجَرٍ وَلَا شَجَرٍ إِلَّا قَالَ أَسَلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!

” از حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی است کہ از آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کرده است کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمود ہر گاہ جبرئیل علیہ السلام بارسالت بمن توجہ نمود، گشتم کہ نمی گذشتم بہ ہیچ سنگے و درختی مگر آنکہ می گفت أَسَلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ!

وقصہ حنین جذع یعنی نابیدن چوب درخت خرمابرائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متواتر است و حدیث آل مشہور -

اے و محبت (ذ)
لہے آوردند (پ)

قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ كَانَ الْمَسْجِدُ مَسْقُوفًا
عَلَى جَذْوِعٍ فَخَلَّ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ يَقُومُ إِلَى جَذْوِعٍ مِمَّنْهَا .

” جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مسجد نبوی از چوبہائے
درخت خرما بود، پس بود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چون خطبہ می فرمود
قیام سوئے چوبے از انہا می نمود“

فَلَمَّا صَغِعَ لَهُ الْمِثْبَرُ سَمِعَتْ لِذَلِكَ الْجَذْوِعِ
صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ .

” پس ہر گاہ کہ برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر ساختند شنیدیم
مراں چوب را آواز سے بھچو آواز مادگان شتر کہ بارہ وارندہ باشند یا بچہ ہائے
صغار باشند“

وَفِي رِوَايَةٍ آخَرَ حَتَّى إِذَا تَجَّ الْمَسْجِدُ لِحُوَارِهِ
” و در روایت انس است کہ جنید مسجد بہ آواز آں چوب “
وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى سَهِيلٌ وَكَثُرُ بُكَاءِ النَّاسِ لِمَا
رَأَوْا بِهِ .

” و در روایت سہیل است کہ مرد ماں بسیار کہ یہ کہہ دند از بہت آنکہ
بہاں چوب دیدند“

وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى الْمَطْلَبِ حَتَّى تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ
حَتَّى جَاءَ النَّبِيُّ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ فَسَكَتَ .
” و در روایت مطلب است کہ چوب چنداں نالید کہ پارہ پارہ شد و سکا^{فترت} .

لہ چنیں (پ) لہ شکافید (پ)

تا اینکه آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسید و دست مبارک خود بردارنا
پس چوب ساکت شد۔“

وَنَرَا دَعْوِيَةً فَقَالَ السَّبِيحُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا بَكِي لِمَا فَقَدْنَا مِنَ الذِّكْرِ۔

”وغیر مطلب دریں حدیث افزوداں کلام، پس فرمود آنحضرت صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ بدستی این چوب گریہ آورده از برائے آنکہ ذکر کم کرده،
وَنَرَا دَعْوِيَةً وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ أَلْتَزِمَهُ
لَمُرِيذًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تَحَزُّنًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔“

”وغیر این راوی دریں حدیث افزود کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرمود بہ سوگندیاں خدا کہ ذات من بدست قدرت او است اگر نمی گرفتیم آن
چوب را در کنار می بود در زمانہ تاہ و شمار از جهت فراق رسول مختار صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔“

وَذَكَرَ إِذْ سَفَرَ اسْبَحِيَّ أَنَّ السَّبِيحُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا إِلَى نَفْسِهِ فَجَاءَهُ عَاةٌ بِخَرِقٍ الْأَرْضِ
فَالْتَزَمَهُ، ثُمَّ أَمَرَ عَاةً فَعَادَ إِلَى مَكَانِهِ۔

”و ذکر کرد اسفرائینی کہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواند آن چوب
را سوئے خود پس چوب زمین نشکافتہ رسید پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم او را در کنار گرفت پس تره فرمود تا باز رود پس چوب سوئے

جائے خود باز رفت۔“

فَكَانَ الْحَسَنُ إِذَا حَدَّثَ بِهَذَا بَكَى وَقَالَ
يَا عِبَادَ اللَّهِ الْخَشَبَةُ تَحِيُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَوْقًا لِئَلَّا يَمُوتَ فِيكُمْ
أَحَقُّ أَنْ تَشْتَاقُوا إِلَى لِقَائِهِ۔

”پس بود حضرت حسن بصری کہ چون دریں سخن می کہد گریست و می گفت
اے بندگان خدا چوب می نالد سوئے پیغمبر خدا از جهت شوق سوئے او برائے
مرتبہ او علیہ الصلوٰۃ والسلام پس شما سزاوارترین بدینیکہ مشتاق سوئے لقائے
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شوید۔“

از روئے این آثار کہ اندکے از بسیار بلکہ یکے از ہزار اندیدہ یافت توان سید
کہ اجلال و احترام و محبت آن سید الانام بر خلق تمام حضرت باری مقام فرض کردہ است و
سجدہ اشجار و احجار و حیوانات کہ ثابت بہ احادیث بسیار است، سجدہ تعظیم بودہ است
نہ سجدہ سعادت چہ آنحضرت معبود نبود این سجدہ از قبیل سجدہ ملائکہ برائے آدم علیہ السلام یا
سجدہ ابوبین و اخوۃ یوسف علیہ السلام برائے ایشان بود پس کسانے کہ در اجلال و تعظیم
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمی کوشند یا دیدہ و دانستہ از این چنین نصوص حشمت می شنند
یا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محبت نمی دارند و بسبب شوق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم رقت در دل نمی آرند از حیوانات عجم و اختشاب خشک و جمادات صم بدتر اندشان
مؤمنین مخلصین کہ پیرو صحابہ و تابعین اند این است کہ در مباحات و خواہشہائے نفس نیز
مراعات محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم می نمایند و ہرچہ مرغوب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

لہ ا و x (ذ) کہ جائے خطبہ او (پ) کہ دیکے (پ) کہ پس (ذ)

علیہ وسلم بود بمقتضای محبت مرغوب دارند و شریک و دُبار افضل اطعمہ می شمارند۔

وہرکہ در شمالی رضیہ و سجایای رضیہ و اخلاق حمیدہ و شمیم پسندیدہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حال کثرت صفات منن و الوفاء احسان و نعمت و فرط رأفت و رحمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسبت بحال امت تامل کند تواند دریافت کہ ماگنہکاران سبب کاراں کہ برگونہ گناہ را از تکاب و ہر قسم سببہ کاری را اکتساب کردہ ایم و می کنیم باہم از غضب الہی و قہر بیزدی کہ امم ماضیہ را بہ خست و مسح و امطار سجیل و دیگر وجوہ عقاب تکلیل و اخذ و بیل تباہ ساخت و بہ درکات ہلاک انداخت، مامون از عقوبات عاجلہ باوجود استحقاق آن بہ ارتکاب جرائم و ذنوب مولفہ محفوظ و مصنون ہستیم طفیل کہ امت آن رحمت عالمیاں و بدولت دعائے مقبول آن ملجا و ملاذ آدمیاں در امانیم کہ ما دانیم و ہرکہ این معنی را انکار آرد و از قبول این امر نفاہ کند کافر نعمت و جاہد رحمت باشد۔

و نیز باید دانست کہ اکمل انواع محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم این است کہ اطاعت و اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در او امر و نواہی و سنن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ خلوص دل و انقیاد قلب لازم گرفتہ آید پس کسی کہ بہ صدق و اخلاص اطاعت و اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در ہمہ امور کند محبت او کامل است و ہرکہ در اطاعت و اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قاصر باشد محبت او ناقص است لیکن از وسلب محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نتواند کرد زیرا کہ ارتکاب عصیاں از اسلام و ایمان بیرون نمی آرد تا سلب محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از عصیاں روا باشد چہ ایمان بے محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متصویر نیست و عصیاں و اہل کبائر بلاشبہ مومنان اند چنانکہ در کتب عقائد اہل سنت و جماعت مذکور و

لہ عقاب تکلیل (ذ) لہ والا ما ینم (پ) لہ امر (ذ) لہ و اطاعت (اصل)

ثابت شدہ و اگر ایشان مومنان نباشند استحقاق شفاعت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ندارند حال آنکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد کرده اند :

شَفَاعَتِي لِأَهْلِ الْكِبَائِرِ مِنْ أُمَّتِي

و نیز فرمودہ اند :

وَلَكِنَّهَا لِلْمُذْنِبِينَ الْخَطَّائِينَ

و نیز قول آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حق کسی کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور احد در خمزد و بعض صحابہ بر لعنت فرمود :

لَا تَلْعَنَنَّ فَإِنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

” لعنت مکن اور ازیرا کہ بدستی او دوست می دارد خدا و پیغمبر او را“

و نیز مروی است :

إِنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ مَتَى السَّاعَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ -

” بدستی مردے آمد بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس گفت

کے قیامت است اسے پیغمبر خدا؟“

قَالَ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا

”گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چه ساخته کردی برائے قیامت؟“

قَالَ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا مِنْ كَثْرَةِ صَلَوَةٍ وَلَا حَصُونٍ

وَلَا حَصَدَقَةٍ وَ لَكِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ -

”گفت آل مرد نے ساخته ام برائے ان سے بسیار ہی نماز و شکر و زہد و صدقہ

لیکن دوست می دارم خدا و رسول اور اصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“

فَقَالَ أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ

”پس فرمود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ تو با کسے کہ دوست داری

خواہی بود“

اما کسے کہ بظاہر نماز گزار در روزہ دار و پرہیزگار و در باطن از محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محروم و در اجلالِ قدر و تعظیمِ شان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تفسیر دار باشد، آنکس مؤمن نیست چنانکہ لشکرِ اہلِ شام کہ با امامِ اہلِ اسلام علیٰ جدہ و علیہ السلام بمقام طغ کر بلا و دشت کرب و بلا پناہ حق آویختہ، خونِ حضرتِ مدوح و آبروئے ایمانِ خود رنجتہ خاکِ مذلت و رسوائی بر سر ہائے خود بجنتہ از بدترین کفار و اشقیائے اہلِ نار شدند و ظاہرِ شعارِ اہلِ اسلام داشتند و از اتباعِ ظاہریِ قدم بیرون نمی گذاشتند الا بر گز محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در دہائے ایشان نبود و الا این چنین جفا بر عزتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از ایشان کسے روئے می نمود۔

انہیں جاتواں دریافت کہ اتباع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بظاہر سببِ آن در فرطِ محبت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منحصر نیست، بسا اغراضِ دیگرہ در اطاعت و اتباعِ آلِ جنابِ مطہر در قلوبِ مکنون و مضمحلہ بودہ براختیارِ تقویٰ ظاہری باعث و سببِ آن صلاحِ صورتِ حادث می گرد و بعضی کساں را ہوسِ بلند نامی و بعضی را طمعِ قدرِ گرامی و سودائے پیشوائی عامہ کہ منصبِ سامی است در سلسلہ است و بدین اختیار میسری باشد محبانِ بے ریا و مخلصانِ با صفا کمتر و بہ اکنافِ عالم اقل و اندر اندک آثارِ محبت

لہ آں (پ) لہ داشت (پ) لہ کے (ذ) لہ نیست x (ذ) لہ میر (ذ)

لہ اقل x (ذ) لہ واندک (ذ)

کہ مذکور شد نہ برائے امتحانِ عجبانِ اخلاص شعار محنت و معیار نہ تو انہیں شکر اگر ان آثار نے تکلف
در کسے یافتہ شود و محبت صادق است و الا غلط نما و منافق۔

چوں نبیؐ سے از حالِ اجلالِ آلِ سرورِ برگزیدگانِ ایزد و متعال بہ ضبطِ نگارش
در آمد حالِ استخفافِ شانِ آلِ سید البریۃ علیہ از کی التخیبہ باید شنید۔
در حواشی چلیپی بر شرح و قافیہ گفتہ :

قَدْ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰی اَنَّ الْاِسْتِخْفَاةَ
بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِآتِي نَبِيِّ
مِنْ الْاَلَةِ نُبِيًّا اَرِ كَانَ كُفْرًا سَوَاءً فَعَلَهُ فَاعِلٌ ذٰلِكَ
اِسْتِخْفَاةً اَمْ فَعَلَهُ مُخْتَفِدًا اِلْحُرْمَتِهِ وَّلَيْسَ
بَيْنَ الْعُلَمَاءِ خِلَافٌ فِيْ ذٰلِكَ وَالَّذِيْنَ نَقَلُوْا
اِلٰى جَمَاعٍ فِيْهِ وَفِيْ تَفَاصِيْلِهِ اَكْثَرُ مِنْ اَنْ يُّحْطٰى
” بہ تحقیق اجماع کرده است امت تمام براینکہ استخفاف بہ پیامبر ما و بہ
پیامبر از پیامبر ال کہ باشد کفر است، برابر است کہ استخفاف کرده باشد
استخفاف کنندہ آل را حلال دانستہ یا کردہ باشد استخفاف و حال آنکہ
اعتقادِ حرمت داشته باشد، نیست در میان علماء برینچگونہ خلاف در ال
و کسانے کہ اجماع در ال نقل کرده اند بیشتر انداز آنکہ حصر کرده شوند۔“

قَالَ الْقَاضِي أَبُو الْفَضْلِ فِي الشِّفَاءِ اَنَّ جَمِيْعَ مَنْ
سَبَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ عَابَهُ اَوْ اَلْحَقَّ

لہ تو انہں (پ) لہ محبت (اصل) لہ نماز منافق (ذ) لہ نبی (ذ) لہ اجلال (ذ) لہ نبی (ذ) لہ نبی (ذ) لہ

کان من الدنيا (ذ) لہ کفر متہ (ذ) لہ و (پ) لہ من (پ) لہ میان (ذ) لہ

بِهِ نَقْصًا فِي نَفْسِهِ أَوْ نَسَبِهِ أَوْ دِينِهِ أَوْ خُصْلَةٍ
 مِنْ خِصَالِهِ أَوْ عَرَضٍ بِهِ أَوْ شَبَهَتْهُ بِشَيْءٍ عَلَى
 طَرِيقِ السَّبِّ لَهُ أَوْ الْإِثْمِ لِأَخِيهِ أَوْ التَّصْغِيرِ لِشَايِعِهِ
 أَوْ الْغَضِّ مِنْهُ أَوْ الْعَيْبِ لَهُ فَهُوَ سَابٌّ لَهُ وَحُكْمُهُ
 حُكْمُ السَّابِّ يُقْتَلُ كَمَا نَبَّيْنَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَلَا
 نَسْتَتْنِي فِصْلًا مِنْ فُصُولِ هَذَا الْبَابِ عَلَى هَذَا
 الْمَقْصَدِ وَلَا نَسْتَرِي فِيهِ تَصْرِيحًا كَانَ أَوْ
 تَلْوِيحًا.

” بدرستی ہر کسے کہ گوید پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را دشنام یا عیب
 کند اور علیہ الصلوٰۃ والسلام را یا ناقصہ در ذات یا در نسب اور یا در دین
 یا در خصلت از خصال او علیہ الصلوٰۃ والسلام رساند یا تعرض کند یا بخضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا تشبیہ دہد یا بخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بچیز
 بر طریق دشنام برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اہانت یا تصغیر
 برائے شان او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا چشم پوشی از او یا عیب برائے
 او بہ چیزے مشبہ گرداند پس او دشنام گویندہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم باشد و حکم او حکم سَابِّ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم است کہ کشتہ
 شود چنانکہ بیان می کنیم و استثنائے نمی کنیم بیچ نوعی را از انواع این جنس
 این مقصد کہ قتل است و شک نمی کنیم در آن، آل مذکور تصریح باشد یا

لہ اور (ذ) لہ را x (ذ) لہ او x (ذ) لہ وسلم را (ذ) لہ یا چشم (تا) گرداند (پ)

لہ می کنیم (پ) لہ نمی کنیم (ذ)

کنایہ و تویح :-

وَكَذَلِكَ مَنْ لَعَنَهُ أَوْ دَعَا عَلَيْهِ أَوْ تَمَتَّى مَضْرَبَةً
 أَوْ نَسَبَ إِلَيْهِ سَالًا يَلِيْقُ بِسَنَصْبِهِ عَلَى طَرِيقِ
 الذَّمِّ أَوْ عَبَثَ فِي جِهَتِهِ الْحَزِيْزِ بِسَخْفٍ مِنْ
 الْكَلَامِ وَهُجْرًا وَمُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَرُؤْيَا وَعَيْتَرَةً
 بِشَيْئٍ مَّا جَرَى مِنَ الْبَلَاءِ وَالسَّيْحَةِ عَلَيْهِ أَوْ
 غَمَصَةً بِبَعْضِ الْعَوَارِضِ الْبَشَرِيَّةِ الْجَائِزَةِ
 عَلَيْهِ الْمَعْرُودَةِ لَدَيْهِ -

” و بچپناں است کسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را العیاذ باللہ
 من ذلک لعنت گوید یا دعائے بد کند یا برائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم آرزوئے زیاں دارد یا نسبت کند سوئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم چیزے را کہ نامنزاوار است بہ منصب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم بہ طریق نکو سیدین یا بازی کند در جانب عزیز و کریم او بہ سبکی یا ہجو یا زور
 و منکر از کلام یا عیب کند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از آنچہ گذشت
 بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از بلا و محنت یا عیب کند آنحضرت صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بعض عوارض بشریہ کہ جریان ال بر آنحضرت صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم جائز بود و گشت نزد او محمود :

وَهَذَا كُلُّهُ إِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَأَنَّتِ الْفَتَوَى
 مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْ لَدُنِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ

۱۰۰ فاجرے (اصل) ۱۰۰ یا امانت آنحضرت کند بجزیرے از آنچہ گذشت (پ) ۱۰۰ و محنت فقر و کسر یا امانت کند (پ) ۱۰۰ نزد آنحضرت (پ)

عنہم اجمعین علیٰ ہلکۃ جراً۔

”وایں ہمہ اجماع از علماء و ائمہ فتوے از زمانہ صحابہ رضوان اللہ علیہم تا

ایں ہنگام“

وایضاً فی الشفار :

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سُوْحُنٍ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی
اَنَّ شَاتِمَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُنْتَقِصَ
لَهُ كَافِرٌ وَالْوَعِيدُ جَارٍ عَلَيْهِ بِعَذَابِ اللهِ تَعَالٰى
لَهُ وَحُكْمُهُ عِنْدَ الْاُمَّةِ الْقَتْلُ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهِ
وَ عَذَابِهِ فَقَدْ كَفَرَ۔

”محمد بن سحنون گفت اجماع کرده اند علماء بر اینکہ دشنام دہندہ پیغمبر صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم وکم وکاست کنندہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کافر
است ووعید بعذاب اللہ تعالیٰ بر وجاری است و حکم او نزد امت
یعنی تمام ائمہ کشتن است و ہر کہ در کفر و عذاب او شک و تردید آرد پس
تحقیق کافر شد“

و نیز در شفار آورده و در حواشی چلیپی نقل کرده :

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ مُوجِبَانِ
اَنَّ مَنْ قَصَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَذَى
اَوْ نَقْصٍ مُّعْرِضًا اَوْ مُصَرِّحًا وَاِنْ قُلَّ فَقَتْلُهُ وَاَجِبُ۔

۱۔ اجمعین (پ) ۲۔ آں (پ) ۳۔ زمانہ (ذ) ۴۔ فقہ (ذ) ۵۔ کم (ذ) ۶۔ عذاب (ذ) ۷۔ نزد ہر

ائمہ (پ) ۸۔ و نیز (ذ) ۹۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (پ)

ابن عثاب فرمود کہ بدستی کتاب و سنت یعنی قرآن و حدیث واجب میگردد
 این کہ بدستی هر که قصد اذیت و کاستن آنجناب فیض مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 کند بتقرض یا بتصریح اگر چه اندک باشد پس کشتن او واجب است

و نیز در حواشی چلیپی گفته :

وَاعْلَمَ أَنَّ السُّتْقِرَّ رَمِنْ تَتَّبِعِ الْمُعْتَبَرَاتِ أَنَّ
 السُّخْتَارَ أَنَّ مَنْ حَادَرَ عَنَّا مَا يَدُلُّ عَلَى تَخْفِيفِ
 عَلَيْهِ السَّلَامِ بِعَمْدٍ وَقَصْدٍ بَيْنَ عَامَّةِ الْمُسْلِمِينَ
 يَجِبُ قَتْلُهُ وَلَا تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ بِمَعْنَى الْخَلَاصِ
 عَنِ الْقَتْلِ وَإِنْ أَتَى بِكَلِمَتِي الشَّهَادَةِ وَالرُّجُوعِ
 وَالتَّوْبَةِ لَكِنْ لَوْ مَاتَ بَعْدَ التَّوْبَةِ أَوْ قُتِلَ حَدًّا
 مَاتَ مَيِّتَةً إِلَى سُلَامٍ فِي غُسْلِهِ وَصَلْوَتِهِ وَدَفْنِهِ
 بدانکہ بدستی آنچه قرار یافته است از تتبع کتب معتبره این است کہ مذہب
 برگزیده نیست کہ بدستی هر کہ صدور یا بد از وی آنچه دلالت داشته
 باشد بر سبک دانستن آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بقصد تعدی از عام مسلمانان
 کشتن او واجب می شود و توبه او پذیرا نمی گردد باین معنی کہ از توبه رهایی او از
 کشتن نمی شود اگر چه بگوید کلمه شهادت بر زبان آورد و بازگشت و توبه از
 جرم عظیم کند لیکن اگر به میرد بعد توبه یا کشته شود از روی حد بیاداش
 آن جرم میبرد همچو مردن اہل اسلام در غسل و نماز جنازه و دفن او یعنی در تجنیز و
 تکفین و نماز جنازه حکم او حکم سایر مسلمانان است و اگر العیاذ باللہ پیش از

۱۰۰ ابن عباس (پ) ۱۰۱ و حدیث (ذ) ۱۰۲ ما تقرر (پ) ۱۰۳ بمعنی و الخالص (پ) ۱۰۴ آنند (ذ) ۱۰۵

(ذ) ۱۰۶ عظیمه (ذ) ۱۰۷ لیکن (ذ)

توبہ میرد کافر میرد و بہ او معاملہ اموات اہل اسلام بہ عمل نباید،
 باید دانست کہ این قائل عمدًا و قصدًا ترک استخفاف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم شدہ ایمان خود را بر باد داد چنانکہ در مقام ثالث بہ اثبات رسید پس بیان حال کسے
 کہ ترک استخفاف اہل جرمیہ عظیمہ بہ عمد و قصد نشدہ باشد بکہ بوجہ دیگرہ این جرم کبیرانہ و سرزدہ متعلق
 بہما نحن فیہ نیست لیکن برائے استیفائے کلام درین مقام مناسب می نماید کہ حال آن قسم
 ہم ذکر کردہ شود پس باید شنید کہ در شفا مذکور و در حواشی حلبی مسطور و ماثور است۔

وَالْوَجْهُ الثَّانِي لَا حَقَّ بِي فِي الْبَيَانِ وَالْجَلَاءِ
 وَهُوَ أَنْ يَكُونَ الْقَائِلُ لِسَائِلٍ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ غَيْرَ قَاصِدٍ لِلْسَّبِّ وَالْإِشْرَافِ
 وَلَا مُعْتَقِدٍ لَهُ۔

” و جہ دوم لاحق است بوجہ اول مذکورہ در بیان و ظہور و آن این است
 کہ قائل این کلام در جہت او علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر معتقد و غیر قاصد
 عیب است و دشنام و غیر معتقد برائے مضمون کلام خود۔“

وَالِكِنَّ تَكَلَّمَ فِي جِهَتِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 بِكَلِمَةِ الْكُفْرِ مِنْ لَعْنِهِ أَوْ سَبِّهِ أَوْ تَكْذِيبِهِ أَوْ
 إِضَافَةِ مَا لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ أَوْ نَفْيِ مَا يَجِبُ لَهُ مِمَّا
 هُوَ فِي حَقِّهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نَقِيصَةٌ مِثْلُ
 أَنْ يَنْسَبَ إِلَيْهِ إِثْيَانُ كَبِيرَةٍ أَوْ مَدَاهَنَةٍ فِي

لہ میرد (ذ) لہ ناید (پ) لہ چنانچہ (پ) لہ ہاں (پ) لہ مذکور (پ) لہ اگر غیر معتقد

(ذ) لہ و غیر معتقد برائے مضمون کلام خود * (پ)

تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ أَوْ فِي حُكْمِ بَيْنِ النَّاسِ أَوْ يُعْضَ
 مِنْ مَرْتَبَتِهِ أَوْ شَرَفِ نَسَبِهِ أَوْ وَفُورِ عِلْمِهِ
 أَوْ شُرْهُدِهِ أَوْ يُكْذِبُ بِمَا اشْتَهَرَ بِهِ مِنْ أُمُورٍ
 أَخْبَرَ بِهَا عَلِيُّ الصَّلَوَةَ وَالسَّلَامَ وَتَوَاتَرَ الْخَبَرُ
 بِهَا عَنْهُ عَنْ قَصْدٍ لِرَدِّ خَبْرِهِ أَوْ يَأْتِي بِسَفْهِ
 مِنَ الْقَوْلِ أَوْ بِقَبِيحٍ مِنَ الْكَلَامِ وَ لَوْ بِإِشَارَةٍ
 وَنَوْعٍ مِنَ السَّبِّ فِي جِهَتِهِ وَإِنْ ظَهَرَ بِدَلِيلٍ خَالِ
 أَنْ لَمْ يَتَعَمَّدْ دَمًا وَلَمْ يَقْصُدْ سَبًّا إِمَّا الْجِهَالَةَ
 حَمَلَتْهُ عَلَى مَا قَالَهُ أَوْ بِضَجْرٍ أَوْ بِسُكْرٍ أَوْ قِلَّةِ
 مُرَاقَبَتِهِ وَضَبْطِ لِسَانِهِ وَعَجْرَفَةٍ وَتَهَوُّرٍ
 فِي كَلَامِهِ -

” وليكن او سخنے کر در جہت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ کلمہ کفرانہ
 لعنت یا دشنام یا تکذیب یا اضافت چیزے نار و اسوئے او علیہ السلام
 آورد یا چیزے کہ واجب است برائے او علیہ السلام نفی آل کرد، از آنچہ
 نقیصہ است در حق آل علیجاہ مانند نسبت کردن سوئے او کبیرہ گناہ
 یا نسبت سستی در تبلیغ رسالت یا در حکم میان مردمان بہ بیچ حالت یا مرتبہ
 او علیہ الصلوٰۃ والسلام یا شرف نسب یا وفور علم یا نہ ہد آنحضرت صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نہ نقصان و فرو کند یا بہ خبر امورے کہ مشہور و متواتر از

لہ سخنے کر از جہت (ذ) لہ از تکذیب یا لعنت (پ) لہ یا تکذیب (پ) لہ سوئے (ذ) لہ

بہ (ذ) لہ یا (ذ) لہ را (ذ) لہ و (ذ)

آنحضرت علیہ السلام است و تم کذب زند از قصد و اہتمام برد و خبر او علیہ
السلام با بیار و در جہت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نسبت نادانگی
و خفت عقل یا زشتی کلام و نوعی از دشنام و اگر چه ظاہر شود بدلیل حال
او کہ نہ کردہ است قصد و اہتمام بہ ذم و دشنام یا از جہت جہالتی کہ
اورا برال سخن برداشت یا از جہت اضطرابے یا مستی کہ اورا سوئے آن
محتاج ساخت یا از جہت قلت نگہداشت و ضبط لسان و از جہت
شتابی و بے باکی در گفتن آن

فَحُكِرْهُ هَذَا الْوَجْهَ حُكِرْهُ الْوَجْهَ الْأَوَّلِ لِقَتْلِ
دُونَ تَلَعْتُمْ إِذْ لَا يُعَدُّ رَأْحَدًا فِي الْكُفْرِ بِالْجِهَالَةِ
وَلَا بِدَعْوَى شَرِّ لَلِلسَانِ وَلَا شَيْءٍ تَمَّازَ كَرْنَاهُ
إِذَا كَانَ فِي فِطْرَتِهِ سَلِيمًا إِلَّا مَنْ أَكْرَاهُ وَقَلْبُهُ
مُطْمَئِنٌّ بِآلِ يَمَانٍ -

” پس حکم این وجه ثانی حکم و جبر اول است کہ اورا کشتند و درنگ
و معافی نہ کنند زیرا کہ معذور نیست در کفر بسبب جہالت و نہ بدعوائے
لغزش زبان و نہ ہیچ چیز ازاں کہ ما ذکر کردیم از مستی و اضطراب بہ ہیچ حالت
اگر عقل او در خلقت او سلیم بود و جہت نے و اعمائے برو نہ رود مگر کسی کہ
برو اکراہ کردہ شود و دل او آرام گیرندہ بہ ایمان بود“

لہ از و دشنام (ذ) لہ بہ ذم او دشنام (ذ) بزم بردشنام (پ) لہ جہل (پ) لہ ستہ (اصل) لہ

باز از جہت (ذ) لہ و معافی x (ذ) لہ نہ کنند چون کسی کہ برا و اکراہ شود و دل او آرام گیرندہ بر ایمان بود (پ) لہ
زیرا کہ آنچہ معذور (پ) لہ در کفر (تا) زبان x (پ) لہ بہ ہیچ (پ) لہ بر گاہ کہ عقل (ذ) لہ او x
(پ) لہ و x (ذ) لہ رود انتہی (پ) لہ مگر کسی (تا) ایمان بود x (پ)

باید دانست کہ اگر کلام کلام صادق دلالت بر استخفافِ شانِ آنحضرت داشته باشد متکلم بآن کلام کافر می شود چنانکہ ہمہ علماء اتفاق کرده اند براینکہ ہر کہ استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بسبب عوارض بشریہ کند کافر گردد حال آنکہ آن عوارض بشریہ بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جائز و نزدیک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معصوم باشند ازین جا است کہ علماء بکشتن کسے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بہ خشن خیدر تعبیر کرده استخفافِ شانِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارادہ داشته باشند فتویٰ دادند چنانچہ در کتب دینیہ مذکور است و جزئیاتِ این مسئلہ بیشتر اندازہ آنچہ بہ حصر آید و فی ما ذکرناہ کفایۃ۔

اگر گفتہ شود کہ در کتب عقائد مذکور است کہ نزد محققین اہل سنت و جماعت تکفیر اہل قبلہ ممنوع است پس کسے کہ از اہل قبلہ مرتکبِ شناعتِ استخفافِ شود چگونه بہ تکفیر آں حکم کرده آید؟

جوابش این است کہ قاعدہ

وَلَا تُكْفِرُوا أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ

” یعنی تکفیر نمی کنیم کسے را کہ از اہل قبلہ است“

کہ در کتب عقائد مذکور است، کلیہ نیست بلکہ مخصوص است باین کہ اہل قبلہ کہ بانکار ضروریاتِ دین نہ پردازند و از ایشان بیچک از آثار و علاماتِ کفر ظاہر و بیچک از موجباتِ کفر صادر نشود و ہر کہ چیزے را از ضروریاتِ دین انکار کند یا از اثرے و علامتے از آثار و علاماتِ کفر اظہار یا بیچک از موجباتِ کفر اصدار یابد، بلا تامل تکفیر آں کردہ شود و ادبلا ریب **کافر** است و ہر کہ در کفر آں شک کند او ہم کافر است، چہ

لہ علماء گرداند براینکہ (ذ) کہ بسبب عوارض (تا) بر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (پ) کہ د (ذ) کہ

بود (ذ) چنانکہ (پ) کہ بکفر آں (پ) کہ نہ پردازند (ذ) کہ نشان (پ) کہ و (ذ)

شک و تردد و در تکفیر این چنین کس شک و تردد در ضروریات دین است و هر که در ضروریات دین شک آورد و تردد دارد بلاشک و تردد کافر است -

ملا علی قاری در شرح فقه اکبر فرموده :

ثُمَّ اعْلَمَنَّ أَنَّ الْمُرَادَ بِأَهْلِ الْقِبْلَةِ الَّذِينَ
اتَّفَقُوا عَلَى مَا هُوَ مِنْ حُرُورِيَّاتِ الدِّينِ
كَحُدُوثِ الْعَالِمِ وَحَشْرِ الْإِلَهِ جَسَادٍ وَعَلِيٍّ اللَّهِ
بِالْكَلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ مِنَ
السَّائِلِ السُّهُمَاتِ فَمَنْ وَاظَبَ طَوْلَ عُمَرَةَ
عَلَى الطَّاعَاتِ وَالْعِبَادَاتِ مَعَ الْقَوْلِ بِقِدْمِ
الْعَالِمِ أَوْ نَفِي الْحَشْرِ أَوْ نَفِي عَلَيْهِمْ سُبْحَانَ
بِالْجُزْئِيَّاتِ لَا يَكُونُ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ وَأَنَّ
الْمُرَادَ بِعَدَمِ تَكْفِيرِ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ عِنْدَ
أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ لَا يَكْفَرُ مَا لَمْ يُوجَدْ شَيْئٌ
مِنْ أَمَارَاتِ الْكُفْرِ وَعَلَا مَا تَبَوَّأَ لَمْ يَصُدْرَ مِنْهُ
شَيْئٌ مِنْ مُوجِبَاتِهِ إِنَّ شَيْءَ كَلَامِهِ -

و فی شرح السواقف :

وَلَا يَكْفَرُ أَهْلُ الْقِبْلَةِ إِلَّا بِمَا فِيهِ نَفْيٌ
لِلصَّانِعِ الْقَادِرِ الْعَلِيمِ أَوْ شِرْكٍ أَوْ انْكَارٍ لِلتَّبَوَاتِ
أَوْ انْكَارٍ مَا عَلِمَ سَجِيئَةً عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهِ حُرُورَةً

له بجهت (پ)

أَوِ السُّجُوعِ عَلَيْهِ كَأَسْتِحْلَالِ الْمُحَرَّمَاتِ الَّتِي
 أُجْمِعَ عَلَى حُرْمَتِهَا فَإِنْ كَانَ السُّجُوعُ عَلَيْهِ بِمَتَاعِلِمٍ
 ضَرُورَةً مِّنَ الدِّينِ فَذَلِكَ ظَاهِرٌ وَدَاخِلٌ
 فِي مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ وَإِلَّا فَإِنْ كَانَ إِجْمَاعًا ظَنِيًّا
 فَلَا كُفْرَ بِمُخَالَفَتِهِ وَإِنْ كَانَ قَطْعِيًّا فَفِيهِ
 خِلَافٌ أَنْتَهَى -

وچنین در کتب دیگر مذکور است و چون ثابت شد که امت اجماع دارد بر این
 که استخفاف به شان آنحضرت و سایر انبیاء علیہ وعلیہم السلام کفر است و بلا شبهہ این مسئلہ
 از ضروریات دین است پس ہر کہ درین مسئلہ شک کند، کافر گردد تا بحال مرکب استخفاف
 چہ رسد؟

وَلْيَكُنْ هَذَا آخِرَ الْكَلَامِ فِي هَذَا الْمَقَامِ

چون ہر چہ ہر مقام پر ایہ انجام و اختتام یافت، حالا خلاصہ فتویٰ و جواب
 استفتاء باید شنید کہ مستفتی در استفتاء رسد سوال کردہ :

یکے آنکہ ایں کلام حق است یا باطل؟

دومی اینکہ کلاش بر استخفاف و انتفاص شان خلیفہ و قدر واجب التوقیر حضرت
 سید الاولین و الآخرین افضل الانبیاء و المرسلین علیہ از کی صلوة المصلین و اسنی تسلیات
 المسلمین و ارضی تحیات الملائکہ و المسلمین شمال و لادارہ دیانہ؟

سوم اینکہ بر تقدیر اشتغال و دلالت آن بر شناعیت استخفاف و انتفاص آنحضرت
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حال مرکب آن شرعاً چیست و او از روی دین و ملت کیست؟

لہ الجمع (ذ) لہ الجمع (ذ) لہ و الا فلا (ذ) لہ پس (ذ) لہ کہ در (ذ) لہ سدہ (ذ)

مترکب استخفافِ شانِ حضرتِ سیدِ ثقلین، وسیلۃ الخلق فی النشأتین شد، پاسداریِ بی‌دینے
 را براحرامِ آلِ سیدالانام علیہ التَّحیة والسلام رجحان داد و بخوفِ ملامتِ بلکه بمقتضائے
 بدبختی و شامتِ در پیئے اثباتِ آنچه بر استخفافِ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دلالت
 دارد افتاد و این همه کفر و زندقه است و الحاد، آعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ
 بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَ الْاَلِ الْاَمْرَجَادِ - و از اثباتِ این مطالب در مقامِ
 رابع فراغ دست داد فقطع دایرۃ القوم الذین ظلموا و
 الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ،

الحال سوادِ ظلمتِ کفر شکست و بیاضِ نورِ ایمان با شراق پیوست فَمَنْ
 شَاءَ فَلْيُؤْمِرْ مِنْ و مَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ و السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَع
 الْهُدٰی -

کتابِ الْعَبْدُ الْفَقِيرُ اِلٰی سَرِيَةِ الْغَنِيِّ الْهَادِي
مُحَمَّدٌ فَضْلٌ حَقٌّ بِنُ مُحَمَّدٍ فَضْلٌ اِمَامُ الْفَارُوقِ
 الْحَنْفِيِّ الْخَيْرِ الْبَادِي لَطْفُ اللَّهِ بِهِيَ مَا فِي الْعَوَاقِبِ وَالْمُبَادِي
 بِحُرْمَةِ خَيْرٍ مِنْ نَرَانِ مِنَ النَّادِي وَ اَجَابَ يَدَاةُ السُّنَادِي
 وَ اَجْدِي وَ حَادَ عَلٰی الْحَادِي بِالْكَرَمِ السُّنَادِي وَ اَنْعَمَ
 الْحَاضِرَ وَ الْبَادِي بِنَوْلِي الْحَاضِرِ وَ طَوْلِي الْبَادِي وَ بَسَطَ
 الْاَبْيَادِي وَ اَرَادِي الصَّوَادِي وَ قَبَضَ اَسْرَاحَ الْاَعَادِي وَ

له دارد (ذ) كه بگه x (ذ) كه از x (ذ) كه دارد (ذ) هه با شراف (ذ) هه لطفها اللہ (ذ) كه
 من x (ذ) هه المندی (پ) كه نده (ذ) هه المحادی (پ) هه الحاضر (پ)

نُصِرَ بِالرُّعْبِ إِلَى سَبِيْرَةِ شَهْرِ مِنَ الْقُرَانِ وَالْبَوَادِي
 صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ نَجْمِ الدَّوَادِي
 وَشَفَعَا يَوْمَ التَّنَادِي يَوْمَ لَا يَنْجُو مُتَّقِيْدٌ وَلَا يُقَيِّدُ
 قَادِي مَا أَظْرَبَ الْهُوََادِي سَيِّدُ الْحَادِي وَعَدَامُشْتَاقِ
 الْفَرِيْدِ الشَّادِي وَعَدَا لَأْفَاقِ صَوَابِ السَّوَادِي وَ
 الْعَوَادِي وَسَمِيْنَةُ

بِتَحْقِيْقِ الْفَتْوَى فِي إِبْطَالِ لَطْفُو

وَأَرْجُو مِنَ اللهِ أَنْ يَجْعَلَ ذُخْرًا لِمَعَادِي وَنَزْجًا لِلْمَعَادِي
 فَيَأْتِي لَأَ أُرِيْدُ بِهِ فَخْرًا بَيْنَ أَنْدَادِي بِكِتَابِ الْمُضَادِي
 وَإِنْ أُسْرِيْدُ إِلَّا لِإِصْلَاحِ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِي إِلَّا
 بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَالْيَسْرَ أُبِيْبُ -

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ
 خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ -

۱۲۴۰ھ ۱۸ رمضان

(۳)

(۱)

(۲)

عاجی محمد قاسم

محمد فضل حق ۱۲۳۷ھ

التوکل علی اللہ
 محمد شریف
 ۱۲۴۰ھ

له متقيد بقيد وقادي (ذ) له ابوادي (پ) له تشد (پ) له العريد (پ) هه
 للغادي (ذ) له به x (ذ) كه ختم شد (پ)

- (۴) فقیر محمد حیات الادی
- (۵) کریم اللہ
- (۶) محمد رشید الدین
- (۷) مخصوص اللہ
- (۸) محمد رحمت
- (۹) عبدالحق
- (۱۰) محمد عبد اللہ
- (۱۱) محمد موسیٰ
- (۱۲) خادم محمد
- (۱۳) احمد سعید محب دی
- (۱۴) محمد شریف
- (۱۵) محمد حیات
- (۱۶) صدر الدین
- (۱۷) رحیم الدین

(۱۸) لَمَّا تَأَمَّلْتُ وَنَظَرْتُ فِيهِ مِنْ دَعَاؤِ وَوَجْهِهَا وَ
 غَيْرِهَا نَظَرًا إِلَّا نَصَافٍ مِنْ غَيْرِ الْعِنَادِ وَالْإِغْتِسَافِ
 وَجَدْتُ حَقًّا لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ
 خَلْفِهِ فَخَتَمْتُ عَلَيْهِ

محب علی

کتبہ : یکے از فیض یافتگان سلسلہ مخیر آباد تلمذاً
 شاہ محمد چشتی مدظلہ العالی پورہ قصو ۲/۱۷
 ۱۳۹۹ھ

چند نادر علمی اور تاریخی کتابیں

۶/-	اغثنی یا رسول اللہ	۲۱/-	تحریک آزادی ہند اور السواد الاظم	۱۳/۵۰	شرح عبدالحق خیر آبادی بر میرزا ابدا جلال
۲/-	یاد اعلیٰ حضرت	۴/-	جماعت اسلامی	۲۰/-	النبراس شرح شرح عقائد مجلد
۲/-	بذل الجواز	۶/-	اقبال کا آخری معرکہ	۳۰/-	تذکرہ اکابر اہل سنت
۹/-	ایذان الاجر	۶۰/-	مذہب اسلام	۷/۵۰	امتیاز حق
۱/۵۰	غایۃ التحقیق	۱۳/۵۰	المبین (سید سلیمان اشرف)	۱۸/-	باغی ہندوستان
۲/۲۵	النیرۃ الوضیۃ	۹/-	ذکر بالجہر	۵/-	فضیل حق خیر آبادی اور سن ستاون
۲/۲۵	اقامۃ القیامہ	۷/۵۰	مقام سنت		تحقیق الفتویٰ (فارسی اردو)
۳/-	تجلیۃ الستم	۶/-	کریم	۲/۲۵	دواہم فتوے
۱/-	میلاد نبوی	۱/-	نام حق	۱۶/۵۰	تذکرۃ المحدثین
۱/-	سنتی کانفرنس (پس منظر)	۲/۲۵	پند نامہ	۱۶/۵۰	کوثر الخیرات
۴/-	سنتی کانفرنس (رونداد)	۴/-	قانونچہ کھیوالی	۲۷/-	جلال الصدور
۱/۵۰	شاہ عبدالقدیر بدایونی	۶/-	صرف بھترال	۴/-	الروض المجود (عربی اردو)
۳/-	کشف النور (عربی اردو)	۶/-	المرقاة	۹/-	زلزلہ
۱/۵۰	محققانہ فیصلہ	۱۲/-	منیۃ المصلی	۹/-	تبلیغی جماعت
۱۸/-	شرح الصدور	۱۶/۵۰	تحریر سنیت	۲/۲۵	محمد نور
۳/-	نغمہ محبوب	۱۲/-	زلف و زنجیر	۲۱/-	خطبات سنتی کانفرنس
۱۸/-	نورانی تقریریں			۱۵/-	ارشادات نورانی

مکتبہ نادرہ © لاہور

چند نادر علمی اور تاریخی کتابیں

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہد علامہ فضل حق

خیر آبادی اور ان کے سلسلہ کے دیگر مشہور زمانہ افاضل

باغی ہندوستان

کے عالمانہ اور مجاہدانہ کارنامے، تصنیف علامہ فضل حق خیر آبادی، ترجمہ و تقدیم عبدالشہید خاں شروانی

قیمت ۱۸/۰۰

۱۹۲۵ء - ۱۹۴۷ء مرتبہ جناب

محمد جلال الدین قادری

خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس

جس میں تحریک پاکستان کے مخفی گوشے پہلی بار بے نقاب ہوتے ہیں۔ برصغیر میں پیش آمد حالات پر علماء اہل سنت کے بے لاگ تبصرے، تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے دستاویزی ثبوت قیمت ۲۱/۰۰

پاکستان کے پونے دوسرے علماء کے یاکیز حالات زندگی اور علمی، سیاسی، ملکی و ملی خدمات کا

تذکرہ اکابر اہل سنت (پاکستان)

قیمت ۳۰/۰۰

دل نواز مرقع، تالیف محمد عبدالحکیم شرف قادری

تخریب ترک موالات کے پس منظر اور علماء اہل سنت کے موقف پر تفصیلی گفتگو۔

فاضل بریلوی اور ترک موالات

از پروفیسر محمد مسعود احمد پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج سکرنندرا سندھ، قیمت ۵۰-۴

بیمثال خواص کی بنا پر دنیا کی تمام زبانوں پر عربی زبان کی فوقیت پر منظر کتاب جسے

علامہ اقبال، پروفیسر برلون اور نواب حبیب الرحمن شروانی نے بجد سراہا۔ تصنیف

مولانا سید سلیمان اشرف بہاری خلیفہ اعلیٰ حضرت بریلوی و سابق صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، قیمت ۱۳/۵۰

از علامہ عبدالعزیز پرہاروی، فولو آفسٹ طباعت،

رنگین کاغذ قیمت مجلد ۴۰/۰۰، غیر مجلد ۳۰/۰۰

از علامہ عبدالحق خیر آبادی، فولو آفسٹ طباعت،

رنگین کاغذ، قیمت ۱۳/۵۰

النبر اس شرح شرح عقائد

شرح میرزا ہدایا جلال

مکتبہ قادریہ لاہور



فلسفہ ہرگز (کامل) فی باقی روز



خواتین کے لیے

زندگی کے تمام مسائل کا مجموعہ

مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری بکاتی نڈلہ الغا

حیدرآباد، پاکستان

ہمارا
اپنا پانچ حصے (۵)

حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری بکاتی نڈلہ نے ہمارا
کے پانچ حصے تالیف فرما کر اہمیت کی اہم ضرورت کو پورا کیا
ہے۔ اس میں انہوں نے اسلامی عقائد، اعمال اور اخلاق کے
بنیادی مسائل سوال و جواب کی صورت میں
بڑے دلنشین انداز میں پیش کیے ہیں!

ضرورت
کہ عوامی مسائل کی صحیح تعلیم و تربیت کے لیے
اس کی تعلیم لازمی ہے۔ اور !!

مکتبہ قادریہ جاناظامیہ ضلع
اندرون لاہور مولانا لاہور
فون نمبر ۶۶۳۵۲

مکتبہ شریفیہ

مرید کے

شیخ پورہ - پاکستان





